گُورُو نانک صَاحِب

اَور

اُن کی رُوحانی تعلیم

پروفیسر جنک راج پوُری

رادھا سوامی ست سنگ۔ بیاس

Originally published in English as 'Guru Nanak: His Mystic Teachings'
Translated into Urdu from its Hindi edition 'Guru Nanak Ka Ruhani Updesh'

Published by:
J. C. Sethi, Secretary
Radha Soami Satsang Beas
Dera Baba Jaimal Singh
Punjab 143 204

First Urdu edition 1992

21 20 19 18 17 16 8 7 6 5 4 3 2

ISBN 978-81-8466-535-2

Printed in India by: Lakshmi Offset Printers

ناشر کی طرف سے

'مشرق کے درویش' سلسلۂ کتب کے تحت سنت نامدیو، سنت دادُو دیال، پلٹُو صاحب، تُلسی صاحب، گورُو رویداس اور میرابائیؒ کے حالاتِ زندگی تعلیم اور کلام پر شائع کردہ کتابیں لوگوں میں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ اِسی سلسلہ میں ہندوستان کے عظیم درویش، سنت ست گورُو نانک دیو صاحب کی سوانح حیات اور تعلیم کے متعلق بھی ایک کتاب شائع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

دیگر کتب کی مانند یہ تصنیف بھی فقرائے کامل کی تعلیم کے رُوحانی پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ فقرائے کامل نے خود خدا سے وصال کیا اور دُنیا کو وصالِ حق کی راہ دکھائی۔ تمام فقرائے کامل کی تعلیم، اُن کے باطنی رُوحانی مشاہدوں پر مبنی ہوتی ہے۔ اس تعلیم میں مکمل یکسانیت ہوتی ہے۔ فقرائے کامل کی زندگی و تعلیم کا مطالعہ کرتے وقت سب سے زیادہ توجہ اُن کی تعلیم کی طرف دینا چاہیئے۔ اُن فقرائے کامل نے اپنا کلام اسی مقصد سے تخلیق کیا تھا کہ اس کے مُطالعہ سے ہمارے باطن میں بھی اُس عظیم حقیقت کی جُستجُو کا ذوق پیدا ہو اور اُسے پانے کی صحیح راہ کے متعلق بھی کوئی شک و شُبہہ نہ رہے۔ یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ اس کتاب کے مُصنف، پروفیسر جنگ راج پوری نے زیادہ زور گورُو صاحب کی تعلیم کو رُوحانی نظریہ سے پیش کرنے کی طرف ہی دیا ہے۔ گورُو نانک صاحب کے بارے میں پہلے ہی بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر جن لوگوں کا رُجحان رُوحانیت کی طرف ہے۔ یہ کتاب اُن کے لیے خاص اہمیّت رکھتی ہے۔

کتاب ہٰذا میں گورُو صاحب کی رُوحانی تعلیم اور اِس کے اِنسانی زندگی سے تعلق کی سیر حاصل وضاحت کی گئی ہے۔ قابل مُصنف نے رُوحانیت و اِخلاق اور رُوحانیت

و مذہب کے باہمی تعلق کو بھی نئے زاویۂ نگاہ سے پیش کیا ہے۔ پروفیسر پُوری نے فلسفہ اور فُقرائے کامل کی تعلیم کا خوب گہرا مطالعہ کیا ہے لہٰذا اِس خوبصُورت میل سے جذبات و دلیل اور عبادت و حقیقت کا جو امتزاج پیدا ہوا ہے، اُس سے کتاب کی افادیت میں اور بھی اِضافہ ہوا ہے۔ پروفیسر جنک پُوری کا فارسی کے صُوفی درویشوں کے کلام کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے۔ اُنہوں نے صُوفی فُقرا کے کلام میں سے بھی کئی مثالیں دی ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام فُقرائے کامل نے اُس عظیم حقیقت اور اُسکے حصُول کی راہ کو بھی یکساں طور پر بیان کیا ہے۔

دراصل فُقرائے کامل کی عظمت اُن کے عظیم رُوحانی حصُول کے باعث ہوتی ہے۔ اِس کتاب سے یہ حقیقت دوبارہ اور مضبُوطی سے ثابت ہوگی کہ گورُو نانک صاحب یقیناً دُنیا کے عظیم درویشوں میں سے ایک ہیں۔ اُن کی زندگی اور تعلیم ایک بُلند و بالا روشنی کا مینار ہے۔ اُن کا کلام رُوحانی عِلم کا بحرِ بے کراں ہے۔ اِس کا جِتنا زیادہ مُطالعہ اور جتنی زیادہ تحقیق کی جائے، سُود مند ہوگی۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب ہمیں گورُو نانک صاحب کے رُوحانی پیغام سے اور زیادہ مُستفید ہونے میں مددگار ثابت ہوگی۔

کتاب کے اُردو ترجمہ کے لیے اصل انگریزی کتاب و ہندی ترجمہ سے اِستفادہ کیا گیا ہے۔ اِسے جناب بی۔ آر۔ کشیپ۔ کاشف۔ دھلی نے بڑی عقیدت جانفشانی اور خوش اسلوبی سے کیا ہے۔ اِس کی نظرِثانی ڈاکٹر کرپال سنگھ خاک نے کی ہے۔ ہم اِن اصحاب کے مشکور ہیں۔

ایس۔ ایل۔ سوندھی
سیکریٹری
رادھاسوامی ست سنگت بیاس

ڈیرہ بابا جیمل سنگھ
ضلع امرتسر
پنجاب

مصنف کی طرف سے

میں نے کئی سال پہلے ۱۹۶۹ء میں پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ کے زیرِ اہتمام گورو نانک صاحب کے پانچ صد سالہ یومِ ولادت پر منعقد کئے گئے اجتماع کے لیے ایک مضمون لکھا تھا۔ اُس کا عنوان تھا گورو نانک کی رُوحانی تعلیم' چند برس بعد کچھ دوستوں نے مشورہ دیا کہ گورو نانک صاحب کے رُوحانی اُصولوں میں دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے فائدہ کے لیے اس مضمون کی چند مزید نقول شائع کروائی جائیں۔ اس مشورہ کو میرے دل میں فروغ پانے میں کئی سال لگ گئے۔ اسی دَوران چند دیگر دوستوں نے یہ تحریک دی کہ اُس مضمون کے ساتھ گورو نانک صاحب کی مختصر سوانح حیات کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد یہ مشورہ مِلا کہ گورو صاحب کے حالاتِ زندگی اور اس مضمون کے ساتھ گورو صاحب کے کلام کے کچھ حصے بھی شامل کر دیے جائیں تاکہ ناظرین گورو صاحب کی تصنیف کا لُطف حاصل کر سکیں۔ اِسکے ساتھ ہی یہ صلاح بھی مِلی کہ گورو صاحب کی تعلیم کو مختلف حِصّوں میں تقسیم کر کے کچھ نئے ابواب شامل کر دیئے جائیں۔ اور تعلیم کی وضاحت کے لیے 'گورو گھر' کی بانی یعنی کلام میں سے کچھ امثال بھی شامل کر دی جائیں۔ اور یوں ایک چھوٹا سا مضمون ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔

میں پروفیسر کرپال سنگھ جی نارنگ کا بے حد ممنون ہوں۔ جنہوں نے اس کام میں نہ صرف گہری دلچسپی لی۔ بلکہ کئی بیش قیمت مشورے بھی دیے۔ میں ڈیرہ کے محکمۂ اشاعت کے تمام ساتھیوں کا بہت شکر گذار ہوں، جنہوں نے مسوّدہ کو آخری شکل دینے میں میری امداد فرمائی۔ مسز بیورلی منشکھانی اور مسز کملا

سمتانی نے مسودہ کو ٹائپ کیا۔ مِس انیلیتھیا نے مسودہ کی ترمیم اور پریس کاپی تیار کرنے میں اِمداد دی۔ گوپی گجوانی نے سرورق کا ڈیزائن تیار کیا۔ مریم کیرا ویلا اور وِین کیرا ویلا نے مِس لوئیس ہلگر کی قابل زیرِ نگرانی اِشاعت کا اِنتظام کیا۔ میں اِن سب کا بے حد شکر گُذار ہوں۔

کتاب کے پنجابی زبان میں ترجمہ کے لیے اپنے ساتھی ڈاکٹر۔ ٹی۔ آر۔ شنگاری، ہندی میں ترجمہ کی تیاری کے لیے پروفیسر راجندر پال برمی، شری ویریندر کمار سیٹھی اور اُردو ترجمہ کے لیے جناب بی۔ آر۔ کشیپ۔ کاشف۔ دہلی کا میں خاص طور پر اِحسان مند ہوں۔

جنک راج پوری

ڈیرہ بابا جیمل سنگھ۔ بیاس

فہرستِ مضامین

مُرشدِ کامل

کلمۂ الٰہی

حِصّہ اوّل

سوانح حیات و تعلیم

سوانح حیات

سنتوں، فقرائے کامل اور پیروں پیغمبروں کے حالاتِ زندگی کے بیان میں حقیقی واقعات اور کہاوتیں اِس طرح گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ اُن کو ایک دوسرے سے الگ کرنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ گورو نانک صاحب کی زندگی کے حالات کے معاملہ میں تو خاص طور پر سچے واقعات اور فرضی قصّے آپس میں یوں جڑ گئے ہیں کہ اُن میں سے گورو صاحب کی زندگی کی صحیح عکاسی کر پانا بہت مشکل ہے۔ اِس لیئے گورو صاحب کے حالاتِ زندگی کو اصلیت کے زیادہ قریب رکھنے کی ہر ممکن کوشش کے باوجود اِس میں عقیدتمند مصنّفوں کے تصوّرات و جذبات کے شامل رنگ سے پوری طرح بچ سکنا ناممکن ہے

ماخذ یا ذرائع

گورو صاحب کی زندگی کے متعلق سب سے زیادہ پرانا اور قابلِ یقین ذریعہ بھائی گور داس جی کی 'واریں' ہیں۔ لیکن بھائی گور داس جی کو گورو صاحب کے حالاتِ زندگی کی نسبت اُن کی تعلیم میں زیادہ دلچسپی تھی۔ اِس لیئے بھائی صاحب کی تصنیف گورو صاحب کے حالاتِ زندگی پر پوری طرح روشنی نہیں ڈال سکی۔ اِس کے علاوہ بھائی صاحب نے اپنی 'واروں' میں جتنی توجہ گورو صاحب کی تعریف و توصیف کو دی ہے، اُتنی اُن کی زندگی کے واقعات کے بیان کو نہیں دی۔

گورو صاحب کے نام کے ساتھ کئی قسم کی کرامات منسوب کر دی گئی ہیں مگر جیسا کہ بھائی گورو داس جی کہتے ہیں گورو صاحب سچے نام کی کرامات کے علاوہ اور

کوئی کرامات، ردّھی، سدّھی نہیں دکھانا چاہتے تھے(1)

باجھوں سچے نام دے ، ہور کرامات اساتھے ناہی

(وار - ا۔ پوڑی ۴۳)

حق تو یہ ہے "گورُو صاحب بدرُوحوں یا شیطانی قوّتوں سے طاقت لینے والوں کی سخت مخالفت و مُذمّت کرتے تھے" (2)

گورُو صاحب کی زندگی سے متعلقہ واقعات کے مُتعلق واقفیت کا سب سے بڑا ذریعہ جنم ساکھیاں' ہیں۔ جنم ساکھی' کا لفظی مطلب 'جنم کی کہانی' ہے۔ مگر اِس کلمہ کو زیادہ تر زندگی کی کہانی' کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ایسا یقین کیا جاتا ہے کہ گو جنم ساکھیوں میں درج واقعات و کہانیاں تاریخی تسلسل کے ہمہ گیر نسبت کے مطابق ہیں مگر دراصل ان واقعات وحکایات کا نہ تو آپس میں کوئی باقاعدہ ربط و تعلق ہی ہے اور نہ ہی اِن میں حقیقی ادب کے اوصاف ملتے ہیں۔ کہاوت ہے کہ یہ ساکھیاں "آدھے اَن پڑھ مُصنّفوں نے پُورے اَن پڑھ لوگوں کے فائدہ کے لیے لکھی ہیں"(3)۔ اِن جنم ساکھیوں میں نہ اِن کے مُصنفوں اور نہ ہی اِن کے زمانۂ تصنیف یا اُن ذرائع کے متعلق جن پر یہ مبنی ہیں، کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اِس بات کا کافی اِمکان ہے کہ یہ کئی ہاتھوں اور ردو بدل کے لمبے دَور میں سے گزُری ہوں اور یوں وقتاً فوقتاً اِن میں کمی بیشی ہوتی رہی ہو۔

سِکھ تواریخ کے اِبتدائی دَور کے مُصنف، سیوا داس کی لکھی جنم ساکھی کو بہت اہمیّت دیتے ہیں۔ میکالف کے خیال میں "بلا شُبہ یہ گورُو نانک کی زندگی کے مُتعلق سب سے زیادہ قابلِ یقین اور مُفصل تذکرہ ہے"(4) اِس میں دوسرے تذکرات کے بمقابلہ دیوی دیوتاؤں کے مُتعلق کم باتیں ہیں۔ یہ کافی زیادہ پُر دلیل اور تسلی بخش بیان ہے۔ یہ جنم ساکھی دو صُورتوں میں ملتی ہے۔ ایک انڈیا آفس لائبریری والی جلد، جسکو ولائیت والی جنم ساکھی' کہا جاتا ہے اور دوسری (ضلع گوجرانولہ) حافظ آباد سے مِلی جِلد جس کو 'حافظ آباد والی جنم ساکھی' کہا جاتا ہے۔ دونوں جِلدوں میں برائے نام فرق ہے کیونکہ دونوں کی بُنیاد ایک ہی تصنیف پر مبنی ہے لیکن وہ تصنیف گُم ہو چُکی ہے۔ اِن دونوں کو مِلا کر "پُراتن

(قدیمی)، جنم ساکھی" کا نام دیا جاتا ہے۔ اِس جنم ساکھی کے ملنے سے "بھائی بالے کی جنم ساکھی" کی اہمیت میں کچھ کمی نہیں آئی

ایک اور جنم ساکھی مہربان کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ مہربان گورو رامداس جی کا پوتا تھا۔ اُس کا باپ پرتھی چند، گورو رامداس جی کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ گورو صاحب نے گورو گدی اپنے چھوٹے فرزند شری ارجن دیو جی کو دیدی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف پرتھی چند اور اُس کے پیروکاروں جنکو "مینے" کہا جاتا ہے اور دوسری طرف گورو ارجن دیو جی کے پیروکاروں میں لمبے عرصہ تک تکرار و تنازعہ چلتا رہا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اِس اختلاف کا مہربان کی لکھی گورو نانک صاحب کی سوانح عمری پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔ اِسی لیے کئی عالموں نے اِس جنم ساکھی میں زیادہ دِلچسپی نہیں لی۔ میکالف کا خیال ہے کہ مہربان نے اِس جنم ساکھی میں اپنے والد کی خوب بڑھ چڑھ کر تعریف کی اور اُس کے پاس تفصیلات میں رد و بدل کرنے کے پورے موقع بھی تھے"(5) اِس کے برعکس میکلوڈ کا خیال ہے کہ "مہربان کو زیادہ تر غلط سمجھا گیا ہے۔ اِس جنم ساکھی کا دراصل مدّعا گورو نانک کو چھوٹا دِکھانا مطلوب نہیں بلکہ اُن کے تئیں پُرجوش عقیدت پیش کرنا ہے اور یہ امر اِس ساکھی کو دوسری ساکھیوں کے برابر اور خالص مذہبی ادب کی صنف میں مضبوط بُنیاد پر کھڑا کردیتا ہے"(6)

"گیان رتنا ولی" نامی جنم ساکھی بھائی منی سنگھ جی کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ آپ گورو گوبند سنگھ جی کے ہم عصر تھے۔ اِس کی کہانی کی بُنیاد بھائی گورداس کی پہلی 'وار' ہے۔ یہ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی کے بعد لکھی گئی۔ اِس کی زبان بمقابلہ دوسری جنم ساکھیوں کے زیادہ جدید ہے۔ اِس میں "پُراتن جنم ساکھی" اور "بالے کی جنم ساکھی" میں سے بھی کافی مواد لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ یہ مختلف جنم ساکھیوں کا بے رنگا مجموعہ بن کر رہ گئی ہے۔ اِس کی اپنی اِنفرادی اہمیت صِفر کے برابر ہے۔

مندرجہ بالا جنم ساکھیوں کی تاریخی اہمیت کے بارہ میں شک پیدا ہونا

قُدرتی ہے۔ کرامات، کرشمات اور معجزات سے لبریز یہ جنم ساکھیاں گورو صاحب کی اپنی تعلیم پر پُوری نہیں اُترتیں۔ علاوازیں اِن میں ایسے واقعات کا اِشارہ یا ذکر ملتا ہے جو موجودہ زمانہ کے نقطۂ نظر سے جزوی یا کُلّی طور پر ناممکن ہے۔ اگر گورو صاحب کی زندگی میں کوئی کرامات ہوئی بھی ہے تو اُس سے مُرشد کا اپنے کسی پیارے مُرید کی بھلائی میں گہری دلچسپی کا اِظہار مقصود تھا۔ وہ کرامات فقط اُس خاص شخص کے لیے تھی نہ کہ عام لوگوں کے سامنے نُمائش کے لیے۔

جنم ساکھیوں سے مِلی واقفیت کا دوسرے آزاد ذرائع سے موازنہ کرنے سے واقعات کے غلط و صحیح ہونے کی تصدیق و تحقیق میں مدد مِل سکتی تھی مگر بد قسمتی سے ایسے ذرائع یا ماخذ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دراصل گورو نانک صاحب کے متعلق اندرونی شہادت فقط آدی گرنتھ میں موجود چند اذکار و حوالے ہی ہیں۔ یا پھر بغداد میں ملی پتھروں پر کندہ تحریریں کچھ شہادت و گواہی دیتی ہیں۔ لیکن حال ہی میں گورو صاحب کے اُڑیسہ اور سری لنکا کے دورہ کے متعلق کچھ باوثوق ثبوت بھی ملے ہیں۔

ہمیں جتنی واقفیت اِس وقت حاصل ہے، اُس کی بِنا پر جنم ساکھیوں میں لکھے کِسی واقعہ کو سراسر غلط کہہ دینا نامُناسب ہوگا۔ جو واقعہ یا ساکھی اپنے آپ میں ممکن معلوم ہوتی ہے، خواہ اُس میں کچھ غلط یا غیر قُدرتی عنصر شامل کر دیئے گئے ہوں، تو بھی ہمیں اُسے موٹے طور پر مان لینے میں کوئی دِقت نہیں ہونی چاہیئے۔

مُسلمان مُصنفوں کے مُصنفہ ادب میں گورو صاحب کے مُتعلق سب سے پہلا ذِکر 'دبستانِ مذاہب' میں ملتا ہے۔ اِسے مُحسن فانی یا معبد ذوالفقار اردستانی(7) کی تصنیف مانا جاتا ہے۔ یہ تصنیف ہر دلعزیز ہونے کے باوجود زیادہ قابلِ یقین نہیں سمجھی جاتی۔ اِس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ یہ کسی آزاد و غیر جانبدار نظریہ سے نہیں لکھی گئی۔ دوئم میلکم اور کننگھم جیسے تاریخ دانوں کے مطابق اُس کا مُصنف "باتونی اور ہر بات پر آسانی سے یقین کر لینے والا مُسلمان تھا"۔

میکالف نے ٹرمپ کی کی گئی سکھ گوروؤں اور سِکھ دھرم کی بے عزتی میں کچھ

اِصلاح کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اُس نے اپنی کتاب بغیر اپنی طرف سے کسی نکتہ چینی یا کوئی ذاتی رائے قائم کئے ایک روائتی سِکھ کے زاویہ نظر سے لکھی۔ اس لیے اس نے اپنی کتاب میں سکھوں کی عقیدت سے مانی گئی کرامات کو بھی شامل کر لیا۔(8)

مندرجہ بالا ملے ذرائع کے مختصر بیان سے مطالعین کو یہ اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ گورُو صاحب کے حالاتِ زندگی پڑھتے وقت اُن کو گورُو صاحب کی زندگی کے متعلق مکمل اور قابلِ اعتبار تفصیل ملنے کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔ موجُودہ حالت یہ ہے کہ ہمیں دینے کے لیے تاریخ دانوں کے پاس گورُو صاحب کی زندگی کے ادھورے خاکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

گورُو نانک کا ظہُور

گورُو نانک دیو جی کا ظہُور (جنم) ۱۴۶۹ء میں ہوا۔ اُن کی وِلادت، کس دِن اور کس مہینے میں ہوئی؟ اِس کے مُتعلق عالموں میں اِختلافِ رائے ہے۔ پُراتن جنم ساکھی، 'مہربان کی جنم ساکھی'، 'گیان رتناولی' اور 'مہاپرکاش' کے مُطابق گورُو صاحب کا جنم ۳۔ بیساکھ سمت ۱۵۲۶ مُطابق ۱۵۔ اپریل ۱۴۶۹ء کو ہوا۔ اِس کے برعکس بھائی بالے کی جنم ساکھی میں گورُو صاحب کی پیدائش ۱۵۔ کارتک سمت ۱۵۲۶ کو پُورنماشی کے دن مانی گئی ہے۔ اِس حساب سے گورُو صاحب کا یومِ وِلادت نومبر ۱۴۶۹ء کا مُعین ہوتا ہے۔ ۱۸۱۵ء (سمت ۱۸۷۲) تک ننکانہ صاحب میں گورُو صاحب کے جنم دن کا تہوار بیساکھ (اپریل) میں ہی منایا جاتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بھائی سنت سنگھ گیانی کے کہنے پر گورُو پُرب (تہوار) منانے کی تاریخ نومبر میں کر دی گئی۔ تاریخ کی اِس تبدیلی کا ایک خاص مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اِس سے بیساکھ کے ماہ میں ہی آنند پور میں 'خالصہ' کے جنم دن کا تہوار منانے میں کوئی رُکاوٹ نہ ہو۔ اِس کے علاوہ سکھ کسان طبقہ کے لیے گیہوں کی فصل کی کٹائی کے دنوں میں ایک ہی ماہ دو تہواروں میں شامل ہونا مُشکل تھا۔

جنم ساکھیوں اور 'مہاپرکاش' کے مُطابق گورُو نانک دیو کی پیدائش اپنے باپ کے گھر رائے بھوئے کی تلونڈی' میں ہوئی۔ یہ قصبہ، جو بعد میں ننکانہ صاحب کے نام سے

مشہور ہوا، لاہور (حال پاکستان) سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک عقیدہ کے مُطابق گورُو صاحب کا جنم اپنے ننہال کے گاؤں کاہنا کا چھایا جاہل میں ہوا۔ یہ خیال پنجاب اور ہندوستان کے کئی گاؤں میں رائج اِس رواج سے مُطابقت کھاتا ہے جس کے مطابق حاملہ ماں زچگی کے لیئے اپنے والدین کے گھر جایا کرتی تھی۔ نانک نام سے بھی اِشارہ ملتا ہے کہ شاید گورُو صاحب کی وِلادت اپنے نانا کے گھر ہوئی ہو۔ مُمکن ہے آپ کی بہن کی پیدائش بھی ننہال میں ہی ہوئی ہو کیوں کہ اُن کا نام نانکی تھا۔ مگر جنم ساکھیوں میں بہت صاف طور پر گورُو صاحب کا جنم 'تلونڈی رائے بھوئے' میں نہتہ کالو بیدی کے گھر ہونا مانا گیا ہے۔ (۹) گورُو صاحب کی پیدائش کے وقت تلونڈی رائے بھوئے کا سربراہ چودھری رائے بُلار تھا۔ وہ گورُو صاحب کا خیر اندیش تھا اور بعد میں آپ کا مُرید بھی بنا۔ گورُو صاحب کے والد کالُو مہتہ ذات سے کھتری اور بیدی گوتر سے تھے۔ وہ گاؤں کے پٹواری تھے۔ گورُو صاحب کی ماں کا نام ترپتا تھا۔ ماتا ترپتا جی اپنے بیٹے سے پیار کے لیے بُہت مشہور ہیں۔ جیسا کہ اُوپر اشارہ کیا جا چُکا ہے گورُو صاحب کی ایک بڑی بہن تھی جن کا نام بی بی نانکی تھا۔

تعلیم

گورُو صاحب کے بچپن کے متعلق کوئی مُصدقہ، باثبوت اور تاریخی حقائق نہیں ملتے لیکن سب اِس بات پر مُتفق ہیں کہ شروع سے ہی ان کا رُجحان دُنیاوی تعلیم کی بجائے رُوحانیت اور علمِ معرفت کی طرف زیادہ تھا۔ وہ نہ تو زیادہ عرصہ تک پڑھے اور نہ ہی اُنھوں نے کِتابی عِلم کی طرف خاص توجہ دی۔ اول تو گورُو صاحب کی کِتابی علم میں دِلچسپی نہ تھی، دوسرا اُن دِنوں تعلیم کے ذرائع بھی کمیاب تھے۔ تلونڈی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جہاں نہ تو یوگیوں کا کوئی مٹھ تھا اور نہ ہی مُسلمانوں کی کوئی خانقاہ۔ کیونکہ اُن دِنوں خاص طور پر دینی اعلیٰ تعلیم کے مرکز ہوتے تھے۔

گاؤں کے رحم دِل چودھری' رائے بُلار نے گورُو نانک دیو جی کو اُن کے والد کی خالی کی گئی آسامی پر پٹواری تعینات کرنا منظور کر لیا بشرطیکہ وہ فارسی زبان پڑھ لیں، کیوں کہ

اُس زمانہ میں تمام سرکاری کارروائی فارسی زبان میں ہی ہوتی تھی۔ گورُو نانک نے اپنے کلام میں عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کا کافی اِستعمال کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو ان زبانوں کا کافی اچھا علم تھا۔ مُختلف ماخذ و ذرائع سے گورُو صاحب کے فارسی کے اُستادوں کے مُختلف نام دیے گئے ہیں۔ کہیں رُکن الدین، کہیں قُطب الدین اور کہیں سید حَسن کا نام لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو ہندی میں لکھنا، پڑھنا اور حساب کتاب رکھنا گوپال پنڈت نے سکھلایا تھا۔

حقیقت کی تلاش

خواہ گورُو صاحب نے اِبتدائی برسوں میں کتنی ہی دُنیادی و کتابی تعلیم کیوں نہ حاصل کی ہو، مگر وہ رُوحانی عِلم یا حقیقت کی تلاش میں مذہبی تعلیم و تدریس کے کئی مرکزوں پر بھی یقیناً گئے۔ اِس تلاش کے دوران وہ بے شمار تپسویوں، ویراگیوں اور تیاگیوں کے تعلق میں آئے جن کے متعلق یہ مانا جاتا تھا کہ وہ مذہبی کتابوں کے مطالعہ، عمل اور ہندوستان کے دوسرے حصّوں کے مذہبی راہ نماؤں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر کے رُوحانی علم حاصل کر چکے ہیں۔ گورُو نانک صاحب کے کلام مثلاً جپ جی، آسا دی وار، اور سِدّھ گوشٹی، سے معلوم ہوتا ہے کہ گورُو صاحب نہ صرف ایسے لوگوں کے تعلق میں ہی آئے بلکہ اُنھوں نے خود بھی مذہبی کُتُب کا گہرا مطالعہ کیا۔ کیوں کہ مذہبی اور رُوحانی اُمور کی جس گہری سُوجھ بُوجھ کی تصویر گورُو صاحب کے کلام میں ملتی ہے وہ مختلف مذہبی مقامات کی زیارت کے دوران سادھوؤں اور فقیروں سے ہوئی فقط زبانی گُفتگو سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

رسمِ جنیؤ

گورُو صاحب کے بچپن کا ایک مشہور واقعہ اُن کا نو سال کی عمر میں جنیؤ (زنّار) پہننے کی رسم کا ہے۔ وہ اِس کی کوئی مذہبی اہمیت نہیں سمجھتے تھے۔ اور اُنھوں نے یہ بات خاندانی پروہت ہردیال کو صاف الفاظ میں بتا دی۔ اِس بارہ میں جنم ساکھیوں میں بیان

کی گئی کہانی کا سبھاؤ گورُو صاحب کے 'آسادی وار' میں آئے مندرجہ ذیل شبد(۱۵) یعنی نظم سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جس میں گورُو صاحب نے باہری رسمی جنیؤ کو بے معنی قرار دیا ہے۔ اور صرف اُونچے اِخلاق اور ضبط کو ہی حقیقی جنیؤ قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ رحم کی کپاس، صبر کے سُوت، تجرّد (برہمچریہ) کی گانٹھ اور حقیقت (سچائی) کے بٹنے سے بٹا ہوا جنیؤ پہننا چاہیئے۔ ایسا جنیؤ موت کے بعد بھی رُوح کے ساتھ جاتا ہے۔ مگر عام کپاس سے بنا ہوا جنیؤ تو مُردے کے ساتھ ہی جل جاتا ہے اور اِنسان اِس کے بغیر ہی اگلے جہان چلا جاتا ہے:۔

دَیا کپاہ سنتوکھ سُوت جَت گنڈھی ست وَٹ
ایہی جنیؤ جی کا ہئی تا پانڈے گھَت
نہ ایہہ تُٹّے نہ مَل لگے نہ ایہہ جلے نہ جائے
دھن سو مانس نانکا جو گل چلّے پائے
چئو کڑ مُلّ انایا بہہ چوکے پایا
سِکھا کن چڑھائیا گورُو برہمن تھیا
اوہ مُوا اوہ جھڑ پیا وے تگّا گیا

(آسادی وار' محلہ ۱۔ صفحہ ۴۷۱)*

شادی اور کُنبہ

گورُو صاحب کی شادی بارہ اور سولہ برس کی عمر کے درمیان بٹالہ (ضلع گورداسپور) پنجاب کے شری مُولا کی بیٹی بی بی سولکھنی سے ہوئی۔ مُختلف جنم ساکھیوں کی بنا پر قیاس کیا جاتا ہے کہ گورُو صاحب کا بیاہ ۱۴۸۱ء سے ۱۴۸۵ء کے درمیانی عرصہ میں ہوا۔ زیادہ تر خیال یہ ہے کہ یہ شادی آپ کے بہنوئی شری جے رام کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ میکالف کا خیال ہے کہ اگر گورو صاحب کا بس چلتا تو وہ سُلطان پور میں سرکاری نوکری کرنے کے بعد شادی کے بندھن میں بندھنا پسند نہ کرتے(۱۱) آپ کے ہاں دو بیٹے شری چند اور لکشمی داس پیدا ہوئے۔

---

* بانی کے حوالہ جات شری آدی گرنتھ کی ۱۴۳۰ صفحہ والی جلد (بیڑ) کے مطابق ہیں۔

کاروبار

آپ کے والد کالو بیدی چاہتے تھے کہ اُن کا بیٹا عام دُنیاوی زندگی بسر کرے مگر گورو صاحب کے مَن کا تار کسی اور طرف بجتا تھا۔ وہ ہمیشہ عارف باللہ لوگوں کی صحبت میں رہتے تھے۔ کالو بیدی نے اپنے بیٹے کی توجہ دُنیاوی کاروبار کی طرف لگانے کے لیئے بیٹے کو بھینس پالنے، کاشتکاری، دوکانداری اور گھوڑوں کی تجارت وغیرہ میں لگانے کی کوشش کی۔ مگر گورو صاحب کا دل اِن کاموں میں نہ تھا۔ اُن کے اِس غیر معمولی روّیہ کے باعث یہ سمجھا جانے لگا کہ لڑکے کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔

باپ کو بیٹے کے اِس قسم کے کسی بھی کاروبار کو نہ کرنے کی اِس ضد سے بڑی ناامیدی ہوئی۔ اُنھوں نے ہر طرح کوشش کی کہ بیٹے کو تلونڈی کے آس پاس کے جنگلوں میں رہنے والے تپسویوں اور سنیاسیوں کی صحبت سے دُور رکھا جائے مگر تمام کوششیں ناکام رہیں۔ گھر والوں کو محسوس ہونے لگا کہ بچے کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ شاید گورو صاحب اپنے کلام میں اِسی کیفیت کا ہی ذکر کر رہے ہیں :-

کوئی آکھے بھوتنا، کو کہے بے تالا
کوئی آکھے آدمی نانک وبچارا
بھیا دیوانہ ساہ کا نانک بورانا
ہو ہر بِن اَور نہ جانا (مارو، محلہ ا، صفحہ ۹۹۱)

باپ نے بیٹے کو دُنیاوی دھندوں میں کامیاب بنانے کے لیے ایک اور کوشش کی۔ اُنھوں نے نانک کو چوہڑ کانہ (ضلع شیخوپورہ۔ پاکستان) میں تجارت کے لیے بھیجا۔ بیٹے نے باپ کی دی ہوئی رقم کچھ بھوکے فقیروں کو کھانا کھلانے میں صَرف کر دی۔ اور رقم اِس طرح خرچ کر کے واپس تلونڈی آ گئے، جہاں اُن کو حکم عدولی کے لیے والد کے غصّہ کا شکار ہونا پڑا۔ مگر کالو بیدی کو بہنوئی جے رام اور گاؤں کے چودھری رائے بلار کی مدد سے نانک کو جے رام کے ساتھ سلطان پور لودھی بھیجنے پر رضامند کر لیا گیا۔ گورو صاحب کی سلطان پور میں بسر کردہ

زندگی کے متعلق کوئی خاص اختلاف رائے نہیں ہے۔ دولت خاں لودھی نے جے رام کی سفارش پر اُن کو اپنے مودی خانہ میں مُلازم رکھ لیا۔ گورُو صاحب نے یہ دُنیاوی دھندہ منظور تو کر لیا مگر اُن کے مَن کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ وہ دن میں پُوری تندہی سے اپنی نوکری کے فرض کو سر انجام دیتے مگر رات کا وقت عبادت ریاضت میں ہی صَرف کرتے۔

معرکہ خیز رُوحانی تجربہ

ہمیں گورُو صاحب کو اسی دوران پہلی مرتبہ باطنی روحانی تجربہ حاصل ہونے کا تحریری ثبوت ملتا ہے۔ گورو صاحب ایک دن صبح سُلطان پور کے پاس بہنے والی کالی بیئں، ندی میں نہانے کے بعد قریبی جنگل میں غائب، ہو گئے، 'پُراتن جنم ساکھی'، کے مطابق اُس وقت گورُو صاحب کو درگاہ الٰہی میں لے جایا گیا، جہاں خُدائے پاک نے اُن کو آبِ حیات کا پیالہ پینے کو دیا۔ اور اپنے 'نام'، کی تعلیم و تبلیغ کا کام سونپا۔ گورُو صاحب تین دن بعد سُلطان پور واپس آئے۔ آپ کے واپس آنے پر مقامی باشندوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اُن کو اندیشہ تھا کہ آپ بیئں ندی میں ہی بہہ گئے ہیں۔

دراصل یہ بیان اُن کے مُراقبہ کی حالت میں اپنے باطن میں خُدائے پاک سے وِصال کا اِشارہ کرتا ہے۔ جب گورُو صاحب کی رُوح خُدا کے ذِکر کے ذریعہ یکسُوئی سے جسم سے سمٹ کر باطن میں چلی گئی تو اُن کا کلمۂ الٰہی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اِس سے اُن کو وہ انوکھا رُوحانی تجربہ حاصل ہوا جسے علمِ عرفان یا باطن میں کلمہ یا شبد کی نِدا و نُور سے مُنسلک ہونے کا نام دیا جاتا ہے۔ گورُو صاحب نے خود بھی اپنے کلام میں خُدا کو 'شبد سروپ'، یعنی کلمۂ الٰہی کی صُورت مانا ہے، جیسا کہ مارو راگ کے مندرجہ ذیل شبد سے ظاہر ہے:۔

تو اکال پُرکھ ناہی سِر کالا
تو پُرکھ الیکھ اگم نِرالا
سَت سنتوکھ شبدِ اَت سِیتل
سہج بھائے لِو لائیا

(مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۸)

جسم میں سے رُوح کی رَو کے سِمٹنے کا عمل ایک طرح سے مُردہ ہو جانے کا عمل ہے۔ جو

عامل حسب خواہش اس طرح مرنے کا طریقہ سیکھ لیتا ہے، دراصل وہ موت پر فتح پالیتا ہے۔ وہ جب چاہے جسم کو خالی کر سکتا ہے اور جب چاہے اس میں واپس آسکتا ہے۔ سینٹ پال[۲۲] نے کہا تھا: "میں ہر روز مرتا ہوں" (کورنتھیا۔ ۳۱-۱۵) ایسے شخص کے لیئے موت کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ جو شخص ہر روز، جب چاہے مر سکتا ہے اور جب چاہے زندہ ہو سکتا ہے، اُسے موت کا کیا خوف ہو سکتا ہے؟ گورُو صاحب اپنے کلام میں عامل کو جیتے جی اس کیفیت کو حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہیں:

موئیا چت گھر جائیے۔ تِت جیوندیا مَر مار (سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۲۱)

پُراتن جنم ساکھی، میں گورُو صاحب کو خدائے پاک سے حاصل ہوئے جس آبِ حیات (امرت) کے پیالے کا ذکر ہے، دراصل وہ اِشارہ بھی اُس باطنی پُر لُطف رُوحانی تجربہ کی طرف ہے، جس سے دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ زندہ جاوید بنانے والے سچے آبِ حیات کا حوض (حوضِ کوثر) جسم کے اندر ہی ہے۔ مگر یہ آبِ حیات پیار و محبّت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے:

کائیا اندر امرتسر ساچا، مَن پیوے بھائے سُبھائی ہے (مارو، محلہ ۳، صفحہ ۱۰۴۶)

اِس عظیم رُوحانی تجربہ نے، گورُو نانک کی تمام زندگی ہی بدل ڈالی۔ اِس کے بعد گورُو صاحب حقیقت کے ایک عام مُتلاشی نہ رہے بلکہ حقیقت کے مُجسّم رازدان مُرشدِ کامل، نانک بن گئے۔ وہ ایسے کامل مُرشد بن گئے جو اپنے علمِ حقیقت کی دولت کو کُھلے عام لوگوں میں بانٹ سکتے تھے۔

کیا گورُو نانک کا کوئی مُرشد تھا؟

اِس سوال کے مُتعلق کافی اِختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ گورُو صاحب کا کوئی گورُو یا مُرشد تھا یا نہیں۔ سِکھوں کا روائتی خیال یہی ہے کہ گورُو صاحب کا کوئی مُرشد نہ تھا اُن کا خیال ہے کہ کالی بیئں کے نزدیکی جنگل سے حاصل عظیم رُوحانی تجربہ کے وقت گورُو صاحب کو خدائے پاک نے اپنے 'نام' کی عظمت اور لوگوں میں سچے رُوحانی علم کی تعلیم کا کام

سونپا تھا۔

مگر کچھ عالموں کا اِصرار ہے کہ گورُو صاحب کا گورُو ضرور تھا۔ "سیّار المتاخرین" کا مُصنف غُلام حُسین کہتا ہے کہ سیّد حسن گورُو نانک کا مُرشد تھا(13) حال ہی میں شائع ہوئی ایک کتاب کے مُصنف نے بھی اِس بات کی تائید کی ہے۔ وہ کہتا ہے "غلام حُسین نے گورُو نانک کے متعلق نئی یہ بات بتلائی ہے کہ بچپن کے دِنوں میں تلونڈی میں گورُو صاحب کا سید حسن نام کا ایک اُستاد تھا جو ایک مُسلمان، عالم اور درویش تھا (14)"

کبیر پنتھی عام طور پر اِس بات کا دعوے کرتے ہیں کہ گورُو نانک کو کبیر صاحب سے رُوحانی علم حاصل ہوا۔ ویسٹ کاٹ کہتا ہے "جو لوگ کبیر صاحب کو اپنا روحانی راہ نما مانتے ہیں اور اُن کے مشکور ہیں، اُن میں سِکھ پنتھ کا بانی، پنجاب کا نانک شاہ بھی ہے"(15) ایک اور عالم لکھتا ہے کہ "اِس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مُصنفوں نے کبیر کے ساتھ گورُو نانک کا نام منسُوب کیا ہے۔"(16) وہ اِس بیان کو جاری رکھتے ہوئے اے۔ ایس۔ گارڈن اور جے۔ این۔ فرکوہر کے نام بھی لیتا ہے جو گورُو نانک کو کبیر کا مُرید ماننے کے خیال کے حامی تھے (17)

بیل نے اِس خیال کے تحت کہ گورُو نانک کا کوئی نہ کوئی مُرشد ضرور تھا سید حسن کو اُن کا مُرشد بتایا ہے۔(18) اُس نے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ کچھ لوگوں کے مُطابق کبیر نانک کا گورُو تھا۔ ایک اور مصنف نے گورُو نانک کے بغداد کے سفر یا دورہ کا ذکر کرتے ہوئے پتھر پر کندہ ایک تحریر میں یہ لکھا بتایا ہے "مُرشد مُراد کا اِنتقال ہو گیا بابا نانک فقیر نے اِس عمارت کی تعمیر میں اِمداد کی جو ایک سچّے مُرید کی مُحبت کا اِظہار ہے ہجری ۹۲۷۔(19) اِس طرح پتھر پر لکھی اِس تحریر کے مُطابق مُراد گورُو نانک کے رُوحانی راہ نُما تھے۔

اِس کے برعکس زیادہ تر عالم اِس بات کی تردید کرتے ہیں کہ گورُو نانک کو مندرجہ بالا لوگوں سے علمِ رُوحانیت حاصل ہوا۔ وہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ گورُو نانک کا کوئی گورُو یا مُرشد تھا۔ (20)

کچھ علماء گورُو نانک صاحب کے اپنے کلام کی اِمثال سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ گورُو صاحب نے مُرشد کو پانے کے لیے گھر بار چھوڑا۔ گورُو صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مُرشد کی تلاش میں گھر بار چھوڑا اور وِصال حق کی خواہش و طلب نے ہی مجھے یہ لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اے سُوامی سُنو! اِس طرح میں نے اپنے من کو قابو کیا۔ خود کو مُرشد کے بخشے ہوئے شبد (کلمہ) سے جوڑا۔ باطن میں نغمۂ الٰہی اور نُورِ الٰہی کو حاصل کیا اور اپنے مُرشد کی رحمت سے ہی خُدا سے وِصال کے قابل ہوا۔

۱۔ گوُرمُکھ کھوجت بھیئے اُداسی + درسن کے تاہی بھیکھ نواسی

۲۔ سُن سوامی سچ نانک پرنوے اپنے من سمجھائے
گورُمکھ سَبدے سچ بولاگے کرنَدری میل مِلائے

۳ ستگوُر کے جنمے گون مِٹایا
انہت راتے ایہہ مَن لایا
مَنسا آسا سَبد جلائی
گورُمکھ جوت نِرنتر پائی

(رام کلی، سدّھ گوشٹ، محلہ ا، صفحہ ۹۳۱، ۹۴۱، ۹۴۴)

کچھ دیگر عالموں کا کہنا ہے کہ گورُو نانک صاحب کے اپنے کلام میں کئی جگہ اُنکے اپنے مُرشد (ستگوُرو) کی طرف اِشارے ملتے ہیں خاص طور پر اُس جگہ جہاں اُنھوں نے ستگوُر کے ساتھ 'میرا' یا 'اپنا' لفظ کا اِستعمال کیا ہے:۔

ہر بن جیا جَل بل جاؤ
میں آپنا گورُ پوُچھ دیکھیا۔ آور ناہیں تھاؤ (سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۱۴)

بلِہاری گوُر آپنے دِیو ہاڑی صَد وار
جِن مانس تے دیوتے کِیئے کرت نہ لاگی وار آسا دی وار، محلہ ا، صفحہ ۴۶۲)

جے پُرکھ نَدر نہ آو ئی تِس کا کیا کر کیہا جائے
بلہاری گوُر آپنے جِن ہردے دِتا دکھلائے رام کلی، دکھنی اونکار، محلہ ا، صفحہ ۹۳۷

ہو گوُر پوُچھو آپنے، گوُر پچھ کار کماؤ
سبد صَلاحی من وَسے، ہومے دُکھ جَل جاؤ
سہجے ہوئے مِلاوڑا، ساچے ساچ مِلاؤ — سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۵۸
بھائی رَسے، اُور ناہیں میں تھاؤ
میں دھن نام نِدھان ہے، گوُر دِیا بَل جاؤ — سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۵۷
نِو نِو پائے لگوُ گوُر اپنے
آتم رام نِہارِیا — آسا، محلہ ا، صفحہ ۳۵۲
میرا گورُو دِیال سَدا رنگ لِینا
اُہنس رہے ایک بولاگی ساچے دیکھ پتینا — رام کلی، دکھنی اونکار، محلہ ا، صفحہ ۹۰۷
مُل خریدی لالہ گولا میرا ناؤ سبھاگا
گوُر کی بچنی ہاٹ بِکانا جت لایا تت لاگا — مارو، محلہ ا، صفحہ ۹۹۱

میں نے اِس بارہ میں زیادہ گہری اور تفصیل سے تحقیق نہیں کی۔ کیونکہ زیرِ نظر کتاب کو لکھنے کا اصل مقصد گورُو نانک کی تعلیم کی تشریح کرنا ہے۔ لہٰذا میں اِس بحث مباحثہ میں پڑنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ میرے اصل مضمون کے احاطہ سے باہر کی باتیں ہیں اور ان کا تعلق صرف تاریخی حقائق سے ہے۔

عظیم تبدیلی

کہا جاتا ہے کہ بیئی ندی کے کنارے ہوئے معرکہ خیز تجربہ اور عظیم تبدیلی کے بعد گورُو نانک صاحب نے اپنا سب سامان ترک کر دیا اور عموماً خاموش رہنے لگے۔ اِس دوران بھائی مردانہ گورُو صاحب کے ساتھ متواتر رہنے لگا۔ گورُو صاحب عموماً یا تو یہ پُر رمز فِقرہ فرماتے ورنہ بہت کم بولتے تھے۔ "نہ کوئی ہندو ہے نہ مُسلمان ہے۔ اِس سادہ قول سے آپ کی وسیع النظری اور عالمگیر محبت کا پتہ چلتا ہے۔ تب بھی کئی لوگ اِس قول سے چِڑتے تھے۔ حکمران طبقہ کے لوگ تو خاص طور پر اِس بات کا بُرا مانتے تھے

کہ گورُو صاحب ہندوؤں کو مُسلمانوں کے برابر درجہ کا کہتے ہیں۔ اِس بارہ میں مُنو بیدار، نواب دولت خاں[22] کے پاس شکایت کی گئی۔ دولت خاں نے یہ کہہ کر شکایت رد کردی کہ گورُو نانک ایک فقیر ہے۔ اُن کے پُر رمز قول آسانی سے سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اُس موقعہ پر اسلامی شرع کی تشریح کرنے والا قاضی بھی موجود تھا۔ اُس نے بھی شکایت کی تائید کی اور نواب کو گورُو صاحب کو بلانے کے لیے کہا۔ چنانچہ جب گورُو صاحب وہاں پہنچے تو نواب نے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُنھیں اپنے برابر جگہ دی۔ اِسی دوران شام کی نماز کا وقت ہو گیا۔ سب لوگ اُٹھ کر مسجد میں چلے گئے۔ گورُو صاحب بھی اُن کے ساتھ گئے۔ جب قاضی نے نماز شروع کرائی تو خلافِ اُمید گورُو صاحب کھڑے رہے، سجدہ نہ کیا۔ اس سے قاضی کو شکایت کا ایک اور موقعہ مل گیا۔ اُس نے یہ بات نواب کو بتلائی۔ گورُو صاحب سے نماز میں شامل نہ ہونے کی وجہ پُوچھی گئی تو آپ نے فرمایا " قاضی کا دِل نماز میں نہ تھا۔ اُس کا مَن تو اُس نئے پیدا ہوئے بچھڑے میں تھا جسے وہ مسجد میں آنے سے پہلے گھر کے صحن میں کھُلا چھوڑ آیا تھا۔ صحن میں کنُواں ہے اور قاضی کا خیال بار بار اس بات کی طرف جاتا تھا کہ کہیں بچھڑا کنُویں میں نہ گر جائے۔" قاضی نے اِعتراف کیا کہ گورُو صاحب صیحح فرما رہے ہیں۔ اور وہ گورُو صاحب کے قدموں میں گر پڑا۔ اِس پر گورُو صاحب نے یہ قول ارشاد فرمائے :۔

"سچا مُسلمان وہ ہے جو اپنی خُودی کو ختم کرے۔ اور خُدا کی رضا میں رہتا ہوا صدق و صبُوری سے کلمۂ الہٰی کا شغل کر کے نفس کو پاک کرے۔ جو مُسلمان کھرٹی کو نہ چھیڑے اور گِری ہوئی کو نہ کھائے، وہی بہشت میں جائے گا۔" (21)

مُسلمان مُسادے آپ
صِدق صبُوری کلمہ پاک
کھرٹی نہ چھیڑے پڑی نہ کھائے
نانک سو مُسلمان بِہست کو جائے

---

[22] بھائی گورداس نے اپنی 'واروں' میں دولت خاں لودھی کا نام گورُو صاحب کے مُریدوں میں گِنا ہے۔

گورُو صاحب کا سُلطان پور میں مودی خانہ کی نوکری کے دوران کا ایک اور واقعہ یوں ہے. شکائیت کی گئی کہ نانک مودی خانہ کا کام پُوری توجہ سے نہیں کرتا۔ اِلزام یہ تھا کہ وہ لوگوں کو قیمت سے زیادہ کا مال تول کر دیتا ہے، جس سے شاہی ذخیرہ میں کمی ہورہی ہے۔ اگر یہ الزام صحیح ثابت ہوجاتا تو اِس کی سخت سزا ملتی۔ مگر جب معائنہ اور جانچ پڑتال کی گئی تو معلوم ہوا کہ مودی خانہ کا مال پُورا ہی نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ اس واقعہ کو کرامات سمجھنا ضروری نہیں کیونکہ مودی خانہ میں اناج کے فالتو یا زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گورُو صاحب اپنی تنخواہ نقد کی بجائے اناج کی شکل میں لیتے تھے۔ اور وہ خود اُس اناج کا بہت کم استعمال کرتے تھے۔ بقایا یا فالتو اناج سرکاری ذخیرہ میں ہی پڑا رہتا تھا، جس کے باعث ذخیرہ میں مال حساب سے زیادہ نکلا۔

گورُو صاحب کے سُلطان پور آنے اور وہاں سے جانے کی تاریخوں کے مُتعلق کوئی باوثوق واقفیت نہیں ملتی۔ زیادہ اِمکان یہی ہے کہ گورُو صاحب دولت خاں لودھی کے سُلطان پور کے نواب کے عہد تک ہی وہاں رہے ہوں گے۔ جب ۱۵۰۰ء کے قریب دولت خاں ترقی کے بعد لاہور کا نواب بن گیا تو مُمکن ہے گورُو صاحب بھی سُلطان پور سے چلے گئے ہوں۔

رُوحانی تعلیم پھیلانے کے لیے سفر

اِس کے متعلق جو یقینی تاریخ ملتی ہے وہ ۱۵۲۰ء ہے، جب گورُو صاحب سیّد پور میں تھے۔ گورُو صاحب نے ۱۵۰۱ء سے ۱۵۲۰ء تک کا عرصہ اپنی رُوحانی تعلیم کی تبلیغ کے لیے دوروں یا سفر میں گُذارا۔ اِن دَوروں کو گورو صاحب کی 'اُداسیاں' کا نام دیا جاتا ہے۔(22) کیونکہ ان کے دوران گورُو صاحب ایک تارک اَلدنیا کی طرح جگہ جگہ گھومتے رہے۔ اُنھوں نے ایک سیاح اور مُسافر کا بھیس بنالیا۔ وہ جہاں بھی جاتے، وہاں کے ماحول اور ضرورِیات کے مُطابق لباس اختیار کر لیتے تھے. گورُو صاحب نے جنُوبی ہندوستان

کے سفر کے دوران " پاؤں میں کھڑاؤں پہنی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں چھڑی تھام رکھی تھی۔ سر پر پگڑی کی طرح رسی لپیٹ رکھی تھی اور ماتھے پر تلک لگایا ہوا تھا"(23) کہا جاتا ہے کہ " شمالی ہندوستان کے دورے کے دوران گورو صاحب نے پاؤں میں چمڑے کی جوتی اور سر پر چمڑے کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ کمر میں رسی لپیٹ رکھی تھی اور پیشانی پر کیسر کا تلک لگایا ہوا تھا۔" (24) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ " مکّہ کے سفر کے دوران آپ نے ایک مسلمان حاجی کا نیلا جامہ پہنا ہوا تھا۔ ہاتھ میں فقیروں کا عصا تھا اور بغل میں اپنے کلام کی کتاب تھی۔ انھوں نے ایک پرہیز گار و پارسا مسلمان کی طرح ہاتھ میں لوٹا اور عبادت و ریاضت کے وقت نیچے بچھانے کے لیے مُصلّیٰ بھی رکھا ہوا تھا۔ (25) اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گورو صاحب جہاں بھی جاتے تھے، وہاں کے لوگوں کے ساتھ گھُل مِل جاتے تھے اور اُن کا ہی مذہبی لباس اختیار کر لیتے تھے، جس سے اُن کو قدرتی طور پر عام لوگوں میں اپنی تعلیم کو پھیلانے میں بہت آسانی ہوتی ہوگی۔

گورو صاحب اپنے سفر و سیاحت کے باوجود اپنی عبادت و ریاضت پر بہت توجہ دیتے تھے۔ اُن کی تمام زندگی ہی رُوحانی عمل اور کلمۂ الٰہی (شبد، نام) کی تعلیم کیلئے وقف تھی۔ کھانے، سونے، پہننے اور آرام کی طرف اُن کی کوئی توجہ نہ تھی۔ بھائی گورداس جی اپنی ایک وار (26) میں گورو صاحب کی سخت ریاضت و بندگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

پہلاں بابے پائیا بخشدرہ پچھو دے پھر گھال کمائی
ریت اَک آہار کر۔ روڑاں کی گُر کری وِچھائی
بھاری کری تپسیا۔ وڈے بھاگ ہر سیوں بن آئی

(وار ۔ ۱، پوڑی ۲۴)

'دبستانِ مذاہب' میں ذکر ہے " نانک نے بہت سخت ریاضت کی۔ اُس نے پہلے اپنی خوراک کم کی۔ پھر تھوڑے سے گائے کے دودھ پر گذارا کرنا شروع کر دیا۔ اُسکے بعد اُس نے صرف گھی پر اور بعد میں صرف پانی پر۔ بالآخر اُس نے اُن لوگوں کی طرح

جن کو ہندوستان میں 'پون ہاری' یا 'پَوَن آہاری' کہا جاتا ہے' فقط ہوا پر جینا شروع کر دیا۔(۴۷)

گورُو صاحب کی مختلف 'اُداسیوں' یعنی دَوروں کا کوئی یقینی یا مکمل تذکرہ نہیں ملتا بلاشبہ بھائی گورداس کی پہلی 'وار' میں ملا بیان سب سے زیادہ قدیمی اور قابلِ یقین ہے۔ مگر یہ تذکرہ بھی مُفصل و مُکمل نہیں۔ 'پُراتن جنم ساکھی' میں چار بڑی اور ایک چھوٹی' کُل پانچ 'اُداسیوں' یا دوروں کا ذکر ہے اور کئی مقامات کا ذکر ہے۔ 'مہربان کی جنم ساکھی' میں صرف دو اُداسیوں یعنی دَوروں کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے' حالانکہ بے شُمار مقامات کا ذِکر ضرور کیا گیا ہے۔ اِس جنم ساکھی میں جن مشہور مقامات کا ذکر نہیں' اُن میں کام روپ' بغداد اور نانک مَتہ شامل ہیں۔ دونوں جنم ساکھیوں میں گورُو صاحب کے دَوروں کے مقامات کے تسلسل میں بھی فرق ہے اور اُن سے متعلقہ تفصیل بھی مُختلف ہے۔ علاوہ ازیں الگ الگ مقامات کی جغرافیائی کیفیت کے متعلق بھی کئی قسم کی خامیاں اور غلطیاں ہیں۔ اِس کے باوجود ہم گورُو نانک صاحب کے بیس برس میں پھیلے ہوئے دَوروں کی زیادہ سے زیادہ صاف اور نُمایاں تصویر پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اِس کام کے لیے 'پُراتن جنم ساکھی' اور 'مہربان کی جنم ساکھی' کی مدد سے بُنیادی ڈھانچے کی دوبارہ تعمیر کی جائے گی۔ اور اِس میں بھائی گورداس جی سے مِلنے والے اِطلاعی مواد کو بھی شامل کیا جائے گا۔

پہلا سفر

گورُو صاحب کو سُلطان پور لودھی میں رہتے ہوئے چند برس ہو چُکے تھے اُن کی پہلی 'اُداسی' یا سفر یہاں سے ہی شروع ہُوا۔ گورُو صاحب کا وفادار ساتھی 'مردانہ راگی' اِس سفر کے دوران گورُو صاحب کے ہمراہ تھا۔

مندرجہ بالا تاریخی تسلسل کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ پہلا سفر ۱۵۰۰ء کے بعد شروع ہوا تھا۔ غالباً یہ سفر یا دَورہ ۱۵۰۰ء سے کچھ سال قبل شروع ہوا۔ 'پُراتن جنم ساکھی' کے مُطابق یہ دَورہ بارہ سال تک چلا' جس کے بعد گورُو صاحب واپس تلونڈی آئے۔

بھائی گوُرداس اِس سفر کا بڑا مشہورانہ بیان کرتے ہیں۔" اِس سفر کے دوران گورُو صاحب خاص طور پر میلے اور تہواروں کے دِنوں میں کئی مذہبی متبرک مقامات پر گئے۔ گورُو صاحب نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے مذہب و عقیدہ کے مطابق روائتی طریقہ سے کئی شرعی رسوم ادا کر رہے ہیں۔ مگر اُن میں سچی محبت و عقیدت کی کمی ہے۔ اُن باہری رسومات سے انھیں کچھ فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔ اُن کی قسمت میں خُدا کا حقیقی عشق نہ تھا۔ وہ تو بس وید اور سمرتیوں کے مطالعہ میں ہی گم تھے۔

بھائی گوُرداس جی بتاتے ہیں کہ اِس سفر کے دوران گورُو صاحب کی بہت سے تپسوئیوں، یوگیوں، سِدّھوں، ناتھوں، پیروں درویشوں، وغیرہ سے مُلاقات ہوئی۔ گورو صاحب نے دیکھا کہ لوگوں کے گروہوں کے گروہ، دیوی دیوتاؤں اور دیگر کئی قسم کے چھوٹے بڑے معبودوں (راشٹوں) کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں۔ مذہبی مقامات و زیارت گاہوں کے لمبے سفر کے دوران گورو صاحب خُدا کے سچے عاشق اور مُتلاشی کی تلاش کرتے رہے۔ مگر اُن کو کوئی ایسا عاشق صادق نہ مِلا۔ ہندُو بہت مِلے، مُسلمان بہت مِلے۔ اُن کے گورُو، پیر، پنڈت اور قاضی بھی بہت مِلے۔ مگر گورو صاحب نے دیکھا کہ اندھے اندھوں کے راہ نُما بن کر اُن کو کنویں میں دھکیل رہے ہیں (28)

سُلطان پور لودھی سے گوُرو نانک اور مردانہ مغرب کی طرف گئے۔ گورُو صاحب سید پور (اب پاکستان میں ہے اور ایمن آباد کے نام سے مشہور ہے) کے قریبی جنگلات میں کئی دِن مراقبے (سمادھی) میں محو رہے۔ بھائی گور داس کے مطابق اُن کی رُوح "پُوری طرح کل مالک میں جذب ہو گئی" یعنی فنافی اللہ ہو گئی۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کے ساتھ شہر میں داخل ہوتے اور وہاں ایک بڑھئی، بھائی لالو کے گھر میں قیام کیا۔ گورُو صاحب کے بھائی لالو کے ہاں قیام سے شہر کا چودھری مِلک بھاگو بہُت ناراض ہوا کیونکہ گورُو صاحب نے اُسکی دعوت میں شمولیت سے اِنکار کر دیا تھا۔ ناراض میزبان نے گورُو صاحب سے پُر زور شکوہ کیا کہ اِس بات سے شہر میں اُس کی بہت بے عزتی ہوئی ہے۔ تب گورُو صاحب نے ایک ہاتھ میں بھائی لالو کی کودھرے (باجرے) کی خشک روٹی اور دُوسرے میں ملک بھاگو کا

گھی کا پکوان لے کر دونوں کو نچوڑا۔ بھائی لالو کی روٹی میں سے دودھ اور ملک بھاگو کے پکوان میں سے لہو ٹپکنے لگا۔ گورو صاحب نے سمجھایا کہ بھائی لالو کی سوکھی روٹی حق حلال یعنی خون پسینے کی کمائی کی ہے جبکہ ملک بھاگو کے پکوان رشوت اور ظلم کی پیداوار ہیں (29)

اِس کہانی میں دودھ اور لہو ٹپکنے والے حصّہ کو چھوڑ کر کوئی بھی چیز غیر قدرتی نہیں۔ اِس حکایت سے گورو صاحب کی تعلیم کا یہ اہم حصّہ اُبھر کر بڑی خوبصورتی سے سامنے آتا ہے کہ اپنی روزی ایمانداری سے کمائی چاہیے۔ گورو صاحب نے اپنے کلام میں بھی حق حلال کی کمائی پر زور دیا ہے۔ آپ 'آسادی وار' میں فرماتے ہیں کہ اگر جعل و فریب، چوری ٹھگی، یا ہیرا پھیری سے دولت کما کر اِس میں سے اپنے گذرے ہوئے بزرگوں کے لیے 'شرادھ' وغیرہ کیا جائے یعنی خیرات زکوٰۃ دی جائے تو خدائے پاک اِس پاپ کی کمائی کو پہچان لیتا ہے۔ اِس سے بزرگوں کو فائدہ تو کیا ہوتا ہے البتہ نقصان ضرور ہوتا ہے۔ نہ صرف ان کے آبا و اجداد پر چوری کا الزام لگتا ہے بلکہ اِس قسم کی دولت سے پوجا کروانے والے برہمن کے ہاتھ بھی کاٹ لیے جاتے ہیں۔ خدائی اِنصاف کا چکر اِسی طرح چلتا ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ خیرات و زکوٰۃ کا ثمرہ اُسے ہی ملتا ہے جو خود حق حلال کی کمائی کر کے اُس نیک کمائی میں سے راہِ خدا خرچ کرتا ہے:۔

جے موہا کا گھر مُوہے گھر مُہہ پِتری دے
اگے وست سنجانیے پِتری چور کرے
وڈھیئے ہتھ دلال کے مُصفی ایہہ کرے
نانک اگے سو ملے جے کھٹے گھالے دے (آسادی وار۔ محلہ ۱، صفحہ ۴۷۲)

گورو صاحب سید پور سے اپنے ساتھی مردانہ کے ساتھ ایک سنسان جنگل میں گئے اس دورے کے دوران وہ شیخ سجن نامی ایک ٹھگ کے گھر جا پہنچے۔ اُس نے اُن دونوں مہمانوں کو ایک کنویں میں پھینکنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اِس عظیم سنت مُرشدِ کامل کی صحبت اور رُوحانی جلال کا اُس ٹھگ پر اِس قدر اثر ہوا کہ سجن نے گورو صاحب کے سامنے نہ صرف اپنے اِس کمینے ارادہ اور پہلے کئے گئے گناہوں کی گٹھڑی کھول کر

رکھ دی بلکہ اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور اُن پر نادم و پشیمان ہو کر توبہ کر لی۔ بالآخر وہ گورُو صاحب کا سچا سیوک و مُرید بن گیا۔ جہاں پر یہ واقعہ ہوا' وہاں پہلی دھرم شالا تعمیر کی گئی۔ تفصیل میں اختلاف کے ساتھ یہ حکایت تمام جنم ساکھیوں میں ملتی ہے۔

اِس سفر کے دوران گورُو صاحب کے قیام کا ایک اور اہم مقام کورُوکشیتر تھا(30) گورُو صاحب وہاں سُورج گرہن کے موقعہ پر پہنچے۔ غالباً گورو صاحب لوگوں کو گرہن کے وقت دان، پوجا اشنان وغیرہ توہمات سے نکالنا چاہتے تھے اور اُنھیں بہت سے لوگوں کو اپنے نظریہ کے مطابق بدلنے میں کامیابی بھی ملی۔

'مہربان کی جنم ساکھی' کے علاوہ باقی تمام جنم ساکھیوں میں درج ہے کہ پانی پت میں گورُو صاحب کی مُلاقات وہاں کے پیر، شیخ شرف سے ہوئی۔ مگر یہ پیر بہت عرصہ پہلے وفات پا چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ گورو صاحب کی ملاقات اُس کے جانشین مُرید سے ہوئی ہوگی۔ اِس ایک خامی کی بِنا پر سارے بیان کو بے بُنیاد مان لینا واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ کبھی کبھی مُصنف کا یہ قُدرتی رُجحان بن جاتا ہے کہ وہ اپنی بات کو پُراثر بنانے کے لیے اُس وقت کے جانے مانے لوگوں کو اپنے تذکرے کے ساتھ منسُوب کرے۔ کہاوت ہے کہ پیر صاحب، گورُو صاحب کے مُتعقد ہوئے اور گورُو صاحب کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ (31) گورُو صاحب کی تعلیم کو پُوری طرح قبُول کیا اور اُن کے مدّاح ہو گئے۔

گورُو صاحب کا اگلا پڑاؤ دہلی تھا' جہاں نہ تو وہ زیادہ دیر رُکے اور نہ ہی کوئی خاص واقعہ ظہوُر پذیر ہوا۔ دہلی سے آپ ہردوار گئے۔ گورو صاحب نے وہاں دیکھا کہ زیارت پر آئے کئی لوگ مشرق کی طرف مُنہ کر کے اپنے گذرے ہوئے بزرگوں کے لیے سورج کو پانی دے رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر گورُو صاحب نے مغرب کی طرف پانی دینا شروع کر دیا۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ مشرق کی بجائے مغرب کی طرف پانی کیوں دے رہے ہو تو گورُو صاحب نے جواب دیا کہ لاہور کے نزدیک میرے کھیت ہیں میں اُن کو پانی دے رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ اِس طرح اتنی دُور کھیتوں کو پانی کیسے پہنچ سکتا ہے؟ گورُو صاحب نے جواب دیا اگر تُمھارا پانی دُوسرے جہان

تک پہنچ سکتا ہے تو میرا پانی بھی ضرور لاہور پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ لاہور اِس جہان میں ہے اور دُوسرے جہان کی نسبت بہت نزدیک ہے(32) یہاں بھی گورُو صاحب لوگوں کو تعلیم دینا چاہتے تھے کہ اِس طرح کے تمام بناوٹی اور باہری رسم و رواج بے معنی ہیں، ان سے کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

اِس کے بعد گورُو صاحب اُتر پردیش (یو۔ پی) میں پیلی بھیت کے پاس گورکھ مَتّہ نام کے مقام پر گئے۔ اب اُسے گورُو صاحب کے سفر کی یاد کے طور پر نانک متہ کہا جاتا ہے۔ وہاں گورو صاحب کی کئی سِدھوں سے مُلاقات ہوئی۔ اُنھوں نے سمجھا کہ آپ یوگ کے بڑے مُتلاشی ہیں۔ اِس لیے اُنھوں نے گورو صاحب کو اپنا عقیدہ اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ کہا جاتا ہے کہ گورو صاحب نے اُس وقت مندرجہ ذیل شبد سے اِس کا جواب دیا اور یوگیوں کو سمجھایا(33) کہ یوگ کا اصل راز باہری رسموں میں نہیں بلکہ دُنیاوی دِلفریبی کے درمیان رہتے ہوئے اُس سے غیر آلودہ رہنے میں ہے۔ آپ نے سمجھایا کہ سچا یوگ نہ تو گُدڑی، ڈنڈے، بھَسم (راکھ) کان بِیندھنے، مُندرا پہننے، یا سر مُنڈانے میں ہے اور نہ ہی سینگی بجانے یا شمشان و قبرستان میں چِلّے کاٹنے میں ہے۔ جگہ جگہ گھومنے اور بہت سے مُقدس مقامات کی زیارت و غسل سے بھی یوگ حاصل نہیں ہوتا۔ سچا یوگ (وِصالِ حق) زبانی جمع خرچ سے بھی نہیں ملتا۔ یہ تو ایک رُوحانی عمل ہے، جس میں کثرت و دوئی کو ترک کر کے مُکمل وَحدانیت میں ساکن ہونا پڑتا ہے۔ اِس سچے یوگ کا حصول مُرشد کی تعلیم کے مطابق جیتے جی مرنے کا طریق سیکھنے سے ہوتا ہے۔ متلوّن اور غیر ساکن مَن کو یکسُو کر کے، باطن میں کلمۂ الٰہی کی ندا سے جوڑنے پر ہی رُوحانی حالت، توازن کی کیفیت (سہج) اور سچا یوگ حاصل ہوتا ہے۔ کلمۂ الٰہی کی وہ نرالی پاکیزہ ندا کسی باہری ساز سے نہیں بجتی، وہ لطیف موسیقی رُوحانی توازن کی کیفیت (سہج اوستھا) میں آٹھوں پہر ہر ایک کے اندر بج رہی ہے۔ اُس ندائے شیریں میں جذب ہونے سے انسان کو باطن میں ہی حقیقت کا عِلم و عرفان ہو جاتا ہے اور اُسے دُنیا یا مایا میں رہتے ہوئے اِس سے غیر آلودہ رہنے کا طریق مِل جاتا ہے۔ رُوح کا کُل مالک میں اِس طرح سما کر ہم آہنگ ہو جانا اور دُنیا سے غیر آلودہ ہو جانا ہی سچا یوگ ہے۔

جوگ نہ کھنتھا جوگ نہ ڈنڈے جوگ نہ بھسم چڑھاتیے
جوگ نہ مُندری مُونڈ مونڈائیے جوگ نہ سنگی والیے
انجن ماہے نرنجن رہیے جوگ جُگت ایو پائیے
گلی جوگ نہ ہوئی
ایک درشٹ کر سمر جانے۔ جوگی کہیے سوئی
جوگ نہ باہر مڑھی مسانی جوگ نہ تاڑی لائیے
جوگ نہ دیس دیسنتر بھوئیے۔ جوگ نہ تیرتھ نہائیے
انجن ماہے نرنجن رہیے۔ جوگ جُگت ایو پائیے
ست گورُ بھیٹے تا سہہا تُٹے۔ دھاوت ورج رہائیے
نِجھر جھرے سہج دُھن لاگے۔ گھر ہی برچا پائیے
انجن ماہے نرنجن رہیئے۔ جوگ جُگت ایو پائیے
نانک جیوتیاں مَرر ہیئے ایسا جوگ کمائیے
واجے باجھوں سنگی واجے تَو نر بھو پَد پائیے
انجن ماہے نرنجن رہیے جوگ جُگت تو پائیے (سوہی محلہ ۱، صفحہ ۷۳۰)

یہ تعلیم و پیغام سُن کر سِدّھوں نے گورُو صاحب کے آگے با اَدب عزت و عقیدت سے سر جُھکا دیا۔ گورُو صاحب کی اِس تعلیم نے اِس علاقہ کے بہت سے لوگوں کو وہموں اور بھرموں سے نجات دے دی۔

گورُو صاحب گورکھ متّہ سے پریاگ (موجودہ الہ آباد) گئے جو دریائے گنگا اور جمنا کے اتصال (سنگم) پر واقع اور ہندوؤں کا مشہور مقدس مقام ہے۔ کُنبھ کا تہوار تھا اور بڑی تعداد میں زائرین و عقیدتمند دریا کے پاک پانی میں اشنان (غسل) کر رہے تھے۔ گورُو صاحب نے اِس وسیع مجمع میں بیٹھ کر اُس کُل مالک کی عظمت اور حمد و ثنا کا ایک شبد (نظم) پڑھا۔ کئی لوگ گورُو صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔ گورُو صاحب کی شیریں موسیقی کے جادو نے اُن کو گرویدہ بنالیا۔ ایک پانڈہ جو یہ منظر دیکھ رہا تھا،

جلدی سے گورُو صاحب کے پاس آیا اور بولا "کُنبھ کی نیک ساعت جارہی ہے۔ اور تم نے ابھی تک اسنان نہیں کیا۔ یہ موقعہ ہاتھ سے نہ نِکل جائے اور تمہارے گُناہ بغیر دُھلے نہ رہ جائیں" گورُو صاحب نے جوابًا پُوچھا "جسم کو دھونے سے گُناہ کیسے دُھل سکتے ہیں؟ جسم کو دھونے سے من کی غلاظت کیسے دور ہوسکتی ہے؟" پھر گورو صاحب نے ایک اور شبد ارشاد فرمایا جس میں اِن خیالات کا اِظہار کیا "جسم کو دھونے سے نفس (مَن) پاکیزہ نہیں ہوسکتا۔ دراصل وہی لوگ پاک و پارسا ہیں، جن کے دل میں وہ پاک پروردِگار بَس رہا ہے:۔

سُوچے ایہہ نہ آکھیئے بہن جو پِنڈا دھوے
سُوچے سیئی نانکا جن مَن وُسیا سُوے (آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۲)

گورُو صاحب کا اگلا اہم پڑاؤ بنارس (حال وارانسی) کے مُقدس شہر میں ہوا۔ گورُو صاحب نے دیکھا کہ یہاں کئی عالم و پنڈت مذہبی کُتب، گرنتھوں اور شاستروں کے مطالعہ میں محو ہیں۔ اور اُن کے چاروں طرف مُریدوں کے گروہ در گروہ جمع ہیں۔ گورُو صاحب نے بُت پرستی کرنے والے ویشنو اور دیگر کئی قسم کے ہٹھ یوگ میں مصرُوف ناگا (ننگے) سادھو بھی دیکھے کئی لوگ شمشانوں میں آسن جمائے بھی نظر آئے (۳۷)

گورُو صاحب کا لباس ہر ایک کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ کیونکہ وہ نہ تو پُورے طور پر دُنیا داروں کا لباس تھا اور نہ ہی فقیروں یا سادھوں کا۔ اُس زمانہ کا ایک عالم پنڈت جس کا نام چتر داس تھا، گورُو صاحب کے پاس آکر پُوچھنے لگا "اے بھلے مانس! تو کس مذہب کا پیروکار ہے؟ نہ تیرے گلے میں تُلسی (متبرک پودا) کی مالا ہے، نہ تیرے پاس پُوجا کے لیئے سالگرام (پُوجا جانے والا پتھر) ہے نہ تیرے ہاتھ میں مالا ہے نہ تیرے ماتھے پر تِلک ہے" گورُو صاحب نے ایک شبد میں یہ تعلیم و پیغام دیا کہ اے برہمن! تو خُدا کے نام کا سالگرام بنا اور نیک اعمال کی مالا گلے میں ڈال۔ خُدا سے رحمت و شفقت مانگ اور اُسی کو اپنی کشتی کا ناخُدا مان۔ تُو بنجر زمین کو پانی دینے اور ریت کی دیوار کھڑی کرنے میں کیوں وقت برباد کر رہا ہے؟ (مَن) نفس کو بیل بنا کر خُدا کی عبادت کے رہٹ کی مال سے اور نیک اعمال کے آبِ حیات سے زندگی کے کھیت کو سیراب کر، تب ہی باغبان (خدا) تیرے اعمال پر خوش ہو کر تجھے اپنا بنائے گا:۔

ساٹگرام بپ پوُج مناؤ سکرت تلسی مالا
رام نام جپ بیڑا باندھو۔ دیا کرو دیالا
کاہے کلرّا سینچو۔ جنم گنواؤ
کاچی ڈھہگ دِوال کاہے گچ لاؤ
کر ہرہٹ مال ٹنڈ پرودؤ تس بھیتر من جودؤ
امرت سینچو بھرو کیارے تو مالی کے ہو دؤ (بسنت، ہنڈول، محلہ ۱، صفحہ ۱۱۷۱)

چتر داس کو اب بھی اپنی علمیّت پر غرور تھا۔ اُس نے گورُو صاحب سے کہا کہ آپ بنارس میں رہ کر کئی قسم کی تعلیم حاصل کریں۔ گورُو صاحب نے جواب دیا کہ وصالِ خُدا کے لئے فقط کلمۂ الٰہی کی ہی اہمیت ہے۔ مجھے دیگر کسی قسم کے علم کی ضرورت نہیں۔ 'پُراتن جنم ساکھی' کے مُطابق گورُو صاحب نے اپنا مشہور طویل کلام 'دکھنی اونکار' بنارس میں ہی نظم بند کیا۔ 'دکھنی اونکار' کے ۵۴ بند ہیں۔ اِس میں خالق اور اُس کی تخلیق کی اصلیت کو تفصیل سے سمجھایا گیا ہے۔ اِس سے چتر داس کو نئی فہم ملی۔ وہ گورُو صاحب کے قدموں میں گر پڑا اور اُن کا پیروکار بن گیا۔

ایک روایت کے مُطابق گورُو نانک صاحب کی کبیر صاحب سے بھی مُلاقات ہوئی۔ مہربان کی جنم ساکھی' کے مُطابق یہ گورُو صاحب کے بنارس میں قیام کے دوران ہوئی۔ کبیر پنتھیوں کا خیال ہے کہ دونوں فقیر (سنت) ایک دوسرے سے واقف تھے۔ ایسی مُلاقات کے لیے بنارس ہی سب سے زیادہ مُناسب، موزوں و مُمکن مقام ہو سکتا ہے[35] یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ گورو صاحب، کبیر صاحب سے ۱۵۰۷ء میں پُوسا میں ملے[36] میکالف اِس بات سے مُتفق نہیں کہ دونوں کی کہیں ملاقات ہوئی ہو۔ اُس کا خیال ہے کہ گورو صاحب کے بنارس کے سفر کے وقت، حالانکہ کبیر صاحب وفات پا چکے تھے، مگر لوگ اُن کو بھُولے نہ تھے۔ اگرچہ اِس کا کوئی پکا ثبوت نہیں ملتا مگر گورو نانک اور کبیر صاحب کی آپسی ملاقات تاریخی اِعتبار سے نا مُمکن نہیں۔

بنارس کے بعد گورُو صاحب پٹنہ۔ ایودھیا۔ اور گیا گئے[37] ایودھیا میں گورُو صاحب کی وہاں کے بھگتوں اور پنڈتوں سے کافی لمبی بات چیت ہوئی۔ گورُو صاحب نے گیا میں

یہ پیغام دیا کہ ہندوؤں کے اپنے گذشتہ بزرگوں کے لیے کئے گئے کئی قسم کے شرادھ پنڈدان اور دیگر رسمی رسُوم سب بے معنی و بے سُود ہیں۔

اِس کے بعد جنم ساکھیاں[38] ہمیں گورُو دیا کو کاروُ مُلک میں لے جاتی ہیں جہاں ملکہ نُور شاہ کی حکومت تھی۔ اِس ملک میں عورتوں کا بول بالا تھا۔ اور وہ جادو ٹونے کے لیے خاص طور پر مشہور تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اِن جادوگرنیوں نے گورُو صاحب پر بھی اپنے کالے علم کا اِستعمال کیا۔ مگر گورو صاحب کی روحانی طاقت کے باعث اِس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر اُس ملک کی ملکہ اور تمام جادوگرنیاں گورو صاحب کی مُرید ہو گئیں۔ کورو مُلک کو عام طور پر کام رُوپ سے منسُوب کیا جاتا ہے جو مغربی آسام میں ہے۔ گورُو صاحب کے آسام کے سفر کی کہانی میں کافی وزن ہے حالانکہ واقعی' بعد کے عقیدتمند مُصنفوں نے کئی قسم کے بے جوڑ واقعات کو اِس میں شامل کر دیا ہے۔

گورُو صاحب کے پُوربی کے سفر یا دورے کا ذِکر ماسوا' پُراتن جنم ساکھی' کے' باقی تمام جنم ساکھیوں میں ملتا ہے۔ 'چیتنیہ بھاگوت' کے مُطابق یہاں گورو صاحب مشہور ویشنو سنت چیتنیہ مہاپربھو سے مِلے[39]۔ اور دونوں نے مل کر کیرتن کیا۔ 'چیتنیہ بھاگوت' کے مطابق اُن کا مُرید سارنگ بھی اُن کے ساتھ تھا۔ (ممکن ہے بنگالی مصنف کو مردانہ کا نام معلوم نہ ہو اور اُس نے سارنگی بجانے والے مردانہ کو ہی سارنگ کہہ دیا ہو) رُوپ اور سناتن دو بھائی اور جگائی اور مدھائی بھی اس کیرتن اور نرالے رُوحانی ناچ میں شامل ہوئے[40]۔

چیتنیہ بھاگوت' میں کیرتن میں حصّہ لینے والے کچھ اور لوگوں کے جو نام ہیں' اُن میں ناگر پُرشوتم' جانگلی' نندگی اور گوپال گورُو بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گوپال گورُو سے گورُو صاحب کی گہری محبت تھی۔ اُن میں نِتیا نند پربھو بھی تھا۔ جس کو بھگوان کرشن کے بھائی بلرام کا اوتار مانا جاتا تھا۔[41]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گورُو نانک اور چیتنیہ مہاپربھو میں ہوئی مُلاقات کا ویشنو مت کے عالموں پر گہرا اثر ہوا۔ 'شُم سِکند' کی بنگالی تنقید میں نیچے دیئے منگلا چرن سے اِس بات کی شہادت ملتی ہے کہ اِس ملاقات کی یاد سو سال بعد بھی قائم تھی:-

"میرا سجدہ ہے، گورُو نانک کو، جو سب مذہبی کُتب، گرنتھوں، شاستروں کا عالم اور واقفِ رازِ الٰہی ہے اور مُرشدوں کا مُرشد ہے" (42)

گورُو صاحب پُوری جاتے ہوئے یا پُوری سے پنجاب واپس آتے ہوئے اُڑیسہ کے بالاسُر ضلع میں بھی رُکے۔ ایک علاقائی روایت کے مُطابق گورُو صاحب اِس ضلع میں بھدرک نامی قصبے کے نزدیک 'سنگت' نام کے گاؤں میں گئے۔ گاؤں کے نام سے ہی اِشارہ ملتا ہے کہ گورو صاحب یہاں ضرور آئے ہوں گے۔

قیاس ہے کہ گورو صاحب پُوری سے روانہ ہونے کے جلد بعد 1510ء کے قریب واپس تلونڈی آ گئے۔ یہ امر تاریخی نُقطۂ نگاہ سے صحیح معلوم ہوتا ہے۔ 'پُراتن جنم ساکھی' میں پہلی اُداسی یعنی سفر کو بارہ سال کا لمبا عرصہ مانا گیا ہے۔ یہ اُس مدت سے مُطابقت کھاتا ہے مگر واپس آ کر گورو صاحب نہ تو اپنے گھر گئے اور نہ ہی اپنی بیوی سے مِلنے گئے۔ وہ مَردانہ کو ساتھ لے کر دوبارہ اپنے دَورہ پر نِکل پڑے۔ آپ نے اِس بار مُلک کے دُور دراز علاقوں کا دَورہ کرنے سے پہلے پنجاب کے کچھ حِصّوں میں گھُومنے کا فیصلہ کیا۔ گورُو صاحب دریائے راوی اور چناب کو پار کر کے پاک پٹن پُہنچے۔ کہاوت ہے کہ گورُو صاحب یہاں شیخ برہم (ابراہیم) سے مِلے۔ اور اپنا پیغامِ حق دیا۔ شیخ برہم (ابراہیم) شیخ فریدگنج شکر کی گدّی کا بارہواں جانشین پیر تھا (43)۔ بعد ازاں گورو صاحب دیپال پور، کنگن پور، قصُور، پٹی، گوندوال، سُلطان پُور، ویرووال، جلال آباد اور کڑی پٹھان دی، بھی گئے۔ 'کڑی پٹھان دی' میں کئی پٹھان آپ کے مُرید بن گئے۔ (44) اِس کے بعد گورُو صاحب بٹالہ گئے اور وہاں کچھ عرصہ رُک کر پسرور، سیالکوٹ، میٹھی کوٹ اور آخر میں لاہور پہنچے۔

لاہور گورُو صاحب کے پہلے دورے کا آخری پڑاؤ تھا۔ پُراتن جنم ساکھی' (حافظ آباد والی) کے مُطابق گورُو صاحب کچھ عرصہ دریائے راوی کے دائیں کنارے آباد 'کرتار پور' نام کے گاؤں میں ٹھہرے۔ یہ گاؤں ایک لکھ پتی اہلکار نے بسایا تھا (45)۔ کہا جاتا ہے کہ گورو صاحب پنجاب سے باہر اپنے دُوسرے لمبے دورے پر جانے سے پہلے، اپنے کُنبہ کی رہائش کا پُورا اِنتظام کر دینا چاہتے تھے۔ اب تک اُن کا کُنبہ اُن کی سسرال 'پاکھوکے' گاؤں میں ہی رہ

رہا تھا۔(46) یہاں پر ہی ایک بچہ گورُو صاحب کی صُحبت میں آیا جو بعد میں بابا بُڈھا کے نام سے مشہور ہوا۔ ممکن ہے کہ گورُو صاحب نے اپنے مشہور کلام ' بارہ ماہ ' کو یہاں ہی قلم بند کیا ہو۔

دُوسرا سفر

'پُراتن جنم ساکھی' کے مطابق گورُو صاحب کی دُوسری اُداسی جنوب کی جانب تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اِس سفر میں سیدو اور گھیو نامی دو جاٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جنم ساکھیوں کے مُصنفوں نے اِس سفر یا دَورہ کے ساتھ دکن کے دُوسرے علاقوں سے متعلقہ عجیب و غریب باتوں پر مبنی کئی فرضی و خیالی کہانیاں منسوب کی ہیں۔ کہاوت ہے کہ دھنا سری مُلک میں گورُو صاحب کی ملاقات مُسلم مذہبی کہانیوں کے خیالی درویش حضرت خواجہ خِضر سے بھی ہوئی یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دھنا سری مُلک کس علاقہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں گورو صاحب کی ملاقات ایک جین مُنی سے بھی ہوئی۔ اِس کے بعد گورو صاحب ایک جزیرہ میں گئے۔ جہاں کے ظالم بادشاہ نے گورُو صاحب کو گرم تیل کے تپتے ہوئے کڑاہے میں تلنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں گورُو صاحب کی مُلاقات ایک فریبی وڈھونگی مُسلمان پیر سے ہوئی جسے آپ نے پیغامِ حق دیا اور سمجھایا کہ یہ تمام ظاہری و باہری شریعت و رسم رواج بے مَعنی و بے سُود ہیں۔

مُمکن ہے اِن کہانیوں کی تاریخی نُقطۂ نگاہ سے کوئی قیمت نہ ہو، مگر یہ ناظرین کو اُس عجیب، مُتعصبانہ اور دُشمنانہ ماحول کا اندازہ ضرور کرا دیتی ہیں، جس میں سے گورُو صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو اُس وقت گذرنا پڑا تھا۔

لیکن گورُو صاحب کا لنکا کا سفر یقینی امر ہے(47) تب باہمت ہندوستانی تاجروں کے لیے لنکا کوئی انجانی جگہ نہ رہی تھی۔ گورُو صاحب کے دَورہ سے پہلے ایک ہندوستانی تاجر وہاں اپنا گھر بنا چکا تھا۔ اُس نے لنکا کے راجہ کے لیے گورُو صاحب کے ایک شبد کا وہاں کی مقامی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ گورُو صاحب کے لنکا کے دَورہ کے وقت دَھرم پرا کرم باہُو، وہاں کا راجہ تھا۔ بتھر پر کُندہ تحریروں سے اِس بات کا ثبوت مِلتا ہے کہ جنا چاریہ

نام کا دھرم پرچارک، مذہبی مبلغ راجہ سے ملا اور اُسے اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کی۔ راجہ نے کہا اگر تم سنگھ راج یعنی ملک کے شاہی پجاری (امام) دھرم کیرتی ستھ ویر کو مذہبی مباحثہ میں شکست دے دو تو میں تمہارے مذہب میں شامل ہو جاؤں گا۔

کہا جاتا ہے کہ خُدا کی حقیقت اور روح کے لافانی ہونے کے مضمون پر ہوئے اِس مذہبی مباحثہ میں جنا چاریہ کو سامعین کی اکثریت کی تائید ملی۔ اور اُس نے اپنے مخالف کو اِس مباحثہ میں مات دے دی۔ بعد ازاں برہمن لوگ کئی وجوہات کی بنا پر جنا چاریہ کے مُخالف ہو گئے۔ مگر جنا چاریہ خُدا کی وحدانیت پر ڈٹا رہا۔ اُس نے بُت پرستی کی مخالفت کی۔ اِس کے علاوہ اُس نے برہمنوں کا ذات پات کی بنا پر اونچا درجہ ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ آخر کار وہ دار لخلافہ (راجدھانی) چھوڑ کر چلا گیا۔ اور راجہ کے تبدیلئ مذہب کا سوال ہی ختم ہو گیا۔(۴۸)

یہ درُست ہے کہ پتھر پر کُندہ اِس تحریر میں گورُو نانک صاحب کے نام کا ذکر نہیں مگر اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ واقعہ گورُو صاحب کے دورۂ لنکا سے تعلق رکھتا ہے۔

گورُو صاحب مغربی گھاٹ کے کنارے کنارے واپس پنجاب آئے اور اِس کے ساتھ ہی اُن کا دوسرا دَورہ ختم ہو گیا۔ گورُو صاحب نے واپس آتے ہوئے کئی مقامات پر پیغامِ حق (ست سنگ) دیا۔ (۴۹) مہربان کی جنم ساکھی' میں ذکر ہے کہ گورُو صاحب اُجین۔ وِندھیا چَل پربت۔ نربداندی بیکانیر اور سوراشٹر کی طرف بھی گئے۔ لیکن دیگر جنم ساکھیاں بیکانیر کے علاوہ باقی تمام مقامات کے متعلق خاموش ہیں۔

تیسرا سفر

گورُو صاحب کا تیسرا دورہ شمال کی طرف تھا۔ گورُو صاحب کے ساتھ اِس سفر میں ہسّو لوہار اور کپڑا چھاپنے والا سیہان بھی تھے۔ میکالف کے مُطابق گورُو صاحب کے اِس سفر کا پہلا پڑاؤ اُچل بٹالہ تھا۔ جو موجودہ بٹالہ سے چار میل کے فاصلہ پر تھا یہاں گورُو صاحب کی یوگیوں سے کافی طویل گفت و شنید اور تبادلہ خیالات ہوا۔ آپ نے یہاں اپنے کلام

سِدّھ گوشٹ' کو قلمبند کیا (50) مگر بھائی گورداس کی 'واروں' سے اِس بات کی شہادت نہیں ملتی۔ کیونکہ اُن کے مُطابق یہ واقعہ بہت دیر بعد گورو صاحب کے مغرب کے دورہ کے بعد واقع ہوا۔

پُراتن جنم ساکھی کے مُطابق گورُو صاحب اَچل بٹالہ سے کشمیر میں سری نگر گئے۔ آپ نے وہاں کچھ دن قیام کیا۔ آپ کا پیغامِ حق سُن کر بہت سے لوگ آپ کی صُحبت میں آئے اور آپ کے مُرید بن گئے۔

گورُو صاحب سری نگر سے ہمالیہ پہاڑ میں بہت دُور تک چلے گئے۔ وہاں کی کئی اونچی چوٹیوں پر چڑھے۔ روایت مشہور ہے کہ آپ لداخ اور تبت تک پہنچے۔ مگر ابھی تک اِس کے ثبوت میں پتھر پر کُندہ کوئی تحریر نہیں ملی (51) پُراتن جنم ساکھی میں ذکر ہے کہ گورُو صاحب سمیرو پہاڑ پر گئے اور وہاں سِدّھوں سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ بھائی گورداس نے بھی اِس مُلاقات کو مُفصل بیان کیا ہے تمام مشہور جنم ساکھیوں میں گورُو صاحب کا سِدّھوں کے ساتھ مذاکرہ کا ذکر ملتا ہے۔ گو تفصیل میں اِختلاف نظر آتا ہے۔ اِن سب کے باوجود میکلوڈ نے اِس سے پُوری طرح اِنکار کیا ہے۔ وہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ سمیرو پہاڑ جیسا جُغرافیائی طور پر کوئی بھی مقام نہیں ہے۔ اور یہ بس خیالی و فرضی کہانیوں کا ہی حِصّہ ہے وہ سمیرو پربت کو کیلاش پربت یا کسی دوسری پہاڑی کے ساتھ مُطابقت دینے کو تیار نہیں۔ لیکن اُس نے اِس بات پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ بھائی گورداس یا جنم ساکھیوں کے دیگر مُصنفین سے ہمالیہ پہاڑ کے متعلق صحیح و مکمل جُغرافیائی عِلم کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

چوتھا سفر

گورُو صاحب کا چوتھا دورہ حسن ابدال (پنجہ صاحب، حال پاکستان) سے شروع ہوا۔ جہاں سے گورُو صاحب مغرب کی طرف گئے (52) روایت ہے کہ گورُو صاحب نے حسن ابدال میں پہاڑ پر سے لُڑھکتی آرہی چٹان کو ہاتھ دے کر روکا۔ یہ چٹان ایک مُسلمان فقیر نے غصّہ میں آکر نیچے کی طرف دھکیلی تھی۔ عقیدہ ہے کہ اِس چٹان پر گورُو صاحب کے پنجے کا نشان بن گیا

اور یہ جگہ 'پنجہ صاحب' کے نام سے مشہور ہو گئی۔ میکلوڈ نے اِس واقعہ کو یہ کہہ کر قطعی نامنظور کر دیا ہے کہ "اِس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی بنا پر اِسے سچ مانا جا سکے"۔ (53)

قریب ایک صدی تک گورُو صاحب کے عرب ممالک کے دورہ کے بیانات کو شک کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ مگر حال ہی میں ایسے ثبوت ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ گورُو صاحب واقعی گُرو نے زمین کے اِس حِصّہ کی سیاحت پر گئے۔ (54) بھائی گورداس نے گورُو صاحب کے بغداد۔ مکّہ اور مدینہ جانے کے اِشارات دیئے ہیں۔ (55) پُراتن جنم ساکھی اور مہربان کی جنم ساکھی میں مدینہ اور بغداد کا ذکر نہیں مگر مکّہ کے دورہ کا ذکر ضرور ملتا ہے لیکن 'گیان رتناولی' اور 'بھائی بالے کی جنم ساکھی' میں بغداد کا ذکر آتا ہے۔ میکالیف نے گورُو صاحب کے مکّہ۔ مدینہ اور بغداد تینوں مقامات پر جانے کی روائتی حکایت کو صحیح مانا ہے۔ (56)

بھائی گورداس کا اپنی پہلی 'وار' میں گورُو صاحب کے مکّہ کے سفر کا بیان جتنا مُصوّر اور پُر وضاحت ہے اِتنا ہی قابلِ یقین بھی ہے۔ اُن کے مُطابق گورُو صاحب مکّہ ایک مُسلمان فقیر کے لباس میں گئے۔ اُنھوں نے نیلا جامہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ اُن کے ایک ہاتھ میں عصا اور بغل میں کتاب تھی۔ دوسرے ہاتھ میں لوٹا تھا اور کندھے پر مصلےٰ تھا۔ گورُو صاحب نے مکّہ میں ایک مسجد میں قیام کیا۔ آپ نے رات کو سوتے وقت اپنے پاؤں محراب کی طرف کر لیے۔ ایک آدمی جس کا نام 'جیون' تھا* نے گورُو صاحب سے کہا کہ محراب کی طرف پاؤں کر کے سونا کفر ہے۔ کیونکہ اِس طرف کعبہ یعنی خُدا کا گھر ہے۔ گورُو صاحب نے فرمایا۔ "بھائی جس طرف خُدا نہیں رہتا۔ میری ٹانگیں اُس طرف کر دو"۔ سب لوگ گورُو صاحب کے اِن پُر معرفت الفاظ پر حیران رہ گئے۔ اُنھوں نے گورُو صاحب کو بہت عزّت و ادب سے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ بعد ازاں مُسلمان درویشوں نے گورُو صاحب سے کئی رُوحانی مسئلوں پر سوال پُوچھنے شروع کر دیے۔ گورُو صاحب سے ایک سوال یہ بھی پُوچھا گیا

---

* پُراتن جنم ساکھی کے مطابق رُکن الدین۔

"ہندُو بڑا ہے کہ مُسلمان؟" گورُو صاحب نے جواب دیا "نیک اعمال کے بغیر نہ ہندُو سچّا ہندُو ہے اور نہ مُسلمان اصل مُسلمان۔ بغیر نیک اعمال کے کسی کو بھی خدا کی درگاہ میں رسائی نہیں مل سکتی۔ مُسلمان اور ہندُو نادانی کے باعث ایک دُوسرے سے حسد کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ رام اور رحیم ایک ہی رب کے دو نام ہیں۔"

بھائی گورداس کے مُطابق گورُو صاحب مکّہ سے بغداد گئے۔ گورُو صاحب کی بغداد میں مصروفیات کا کوئی قابلِ یقین بیان نہیں ملتا۔ لیکن اِس سے گورو صاحب کی بغداد کی سیاحت کے متعلق شک نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی کچھ عرصے پہلے اِس بارہ میں پتھروں پر کندہ دو تحریریں ملی ہیں۔ اور دونوں سے ہی اس کے متعلق کافی قابلِ یقین شہادت ملتی ہے۔ ایک منبر یا چبوترے کی پُشت پر کھڑی دیوار پر کھدی ہوئی ایک تحریر کا ترجمہ یوں ہے:۔

"گورُو یعنی مُرشدِ کامل بابا نانک، فقرِ اولیا کی یاد میں، یہ عمارت سات درویشوں کی مدد سے دوبارہ بنائی گئی ہے (تاریخ کا ذکر) مُرید بخشندہ نے رحمت کا چشمہ بہا دیا ہے۔ سال ۹۲۷ ہجری" (۲۱-۱۵۲۰ء)(57)

پتھر پر کندہ دوسری تحریر سُوامی آنند آچاریہ کو بغداد سے باہر ایک مقبرہ پر ملی۔ اُنھوں نے اپنی ایک نظم کے ایک حصّہ میں اِس تحریر کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔

"یہاں ہندُو گورُو نانک نے فقیر بہلول کو اپنے قول سُنائے اور اِن ساٹھ سخت سردیوں میں جب سے گورُو ایران سے گیا، بہلول کی رُوح گورُو کے اقوال و فرمان پر اِس طرح ٹِکی رہی جس طرح شہد کی مکھی شفق کی لالی سے چمکتے شہد سے پُر، گلاب پر بیٹھتی ہے" (58)

مکّہ جانے سے مُراد عملی طور پر مدینہ جانا بھی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک مقدّس شہر کی زیارت کے بعد گورُو صاحب نے دوسرے مقدس شہر کی زیارت نہ کی ہو۔ بھائی گورداس نے اس طرف صرف اِتنا ہی اِشارہ کیا ہے:۔

"گڑھ بغداد نوائے کے مکّہ مدینہ سبھے نِوائیا" (وار۔ ۱۔ پوڑی ۳۷)

اِس سے زیادہ اور کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

گورُو صاحب اب اپنے سفر یا اُداسی کے تقریباً اختتام پر پہنچ چکے تھے۔ وہ کرتار پور

واپس آ گئے اور اپنا فقیرانہ لباس اُتار دیا۔

کئی لوگوں کا یقین ہے کہ ۱۵۲۰ء میں جب بابر نے سید پور (ایمن آباد) کو لوٹا اُس وقت گورو نانک اِس شہر میں موجود تھے۔ یہ خیال زیادہ تر گورو صاحب کے آدی گرنتھ میں شامل "بابر وانی"(۵۹) نام کے کلام پر مبنی ہے۔ بنی نوع اِنسان کے رنج و غم میں گہری ہمدردی اور غم خواری کے باعث گورو صاحب کے دِل سے دِل دوز کلام کا وہ پُرزور بہاؤ بہنے لگا، جس میں درد و غم کے گہرے جذبہ کے ساتھ ساتھ ہلکے شکایتی جذبات بھی نظر آتے ہیں(۶۰)

ایک شبد میں گورو صاحب فرماتے ہیں:۔

جِن سِر سوہن پٹیاں مانگی پائے سَندھور
سو سِر کاتی مُنیے، گل وِچ آوے دُھور
محلاں اندر ہوندیاں، ہُن بہن نہ مِلے ہدور
آدیس بابا آدیس
آد پُرکھ تیرا انت نہ پایا، کر کر دیکھے ویس — رہاؤ
جدوں سیاں ویاہیا، لاڑے سوہن پاس
ہنڈولی چڑھ آئیا، دند کھنڈ کیتے راس
اُپروں پانی واریئے، جھلے جھِمکن پاس
اِک لکھ لہن بیٹھیاں، لکھ لہن کھڑیاں
گری چھوہارے کھاندیاں، ماننن سیجڑیاں
تن گل سِلکا پائیا، تُٹن موتسریاں
دھن جوبن دوئے ویری ہوئے، جنہی رکھے رنگ لائے
دُوتاں نوں فرمائیا، لے چلے پت گوائے
جو تِس بھاوے دے وڈیائی، جے بھاوے دے سجائے
اگوں دے جے چیتیئے، تاں کاہِت مِلے سجائے
ساہاں سُرت گوائیا، رنگ تماسے چائے

بابر وانی پھر گئی، کوئیر نہ روٹی کھائے
اِکناں وخت کھُوآئیا، اِکناں پُوجا جائے
چوکے وِن ہندُوانیاں، کیُو ٹِکے کڈھے نائے
رام نہ کبہُو چیتیو، ہُن کہِن نہ مِلے خدلائے
اِک گھر آوے آپنے، اِک مِل مِل پُچھے سُکھ
اِکناں اِیہو لِکھیا، بہِہ بہِہ روَوے دُکھ
جو تِس بھاوے سو تھیسے، نانک کِیا مانُکھ (آسا محلہ۔۱۔ صفحہ ۴۱۷)

یہ بیان بابر کی بے دریغ لُوٹ اور خوفناک ظُلم کی اِتنی حقیقی اور جیتی جاگتی تصویر پیش کرتا ہے کہ اس سے متاثر ہو کر میکلوڈ کہہ اُٹھا "ظُلم و تباہی کے اِس بیان میں درد وغم کی وہ عکاسی اور جذبات میں وہ گہرائی ہے، جو صرف یکسر ذاتی تجربہ سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔" (61)

آخری سال

گورُو صاحب کی زندگی کا آخری دَور ۱۵۲۰ء سے ۱۵۳۹ء تک کا ہے۔ یہ سید پور کی قتل و غارت سے لے کر اُن کے اِس جہان سے رحلت فرمانے تک کا عرصہ ہے۔ آپ نے یہ تمام وقت دریائے راوی کے کنارے کرتار پور گاؤں میں بسر کیا۔ بھائی گورداس کے مطابق گورُو صاحب نے یہاں ایک عام دُنیادار (گرہستی) کے لباس میں رہتے ہوئے مُرشدِ کامل کی زندگی بسر کی اور حق کی تعلیم دی۔

پھر بابا آیا کرتار پور، بھیکھ اُداسی سگل اُتارا
پہر سنساری کپڑے، منجی بیٹھ کیا اوتارا (وار۔۱۔پوڑی ۳۸)

یہاں گورُو صاحب نے خُدا کے علمِ حقیقت و عِرفان کا کلام نظم فرمایا۔ جس سے لاعلمی کی تاریکی دُور ہوئی اور نوُرِ حقیقت کا ظہُور ہوا۔ آپ نے علمِ حقیقی کے وعظ (ست سنگ) اور خیالات کا سِلسلہ شرُوع کیا (62) اور اپنی صحبت میں آنے

والوں کو نغمۂ ربی (انحد شبد، کی مسلسل ندا کے راز سے) سے آگاہ کیا:

بانی مُکھوں اُچارتے، ہوئے رُشنائی مٹے اندھارا
گیان گوشٹ، چرچا سدا، انحد سبد اُٹھے دُھنکارا   وار ا۔ پوڑی ۲۸

گورُو صاحب کی دکھائی راہ پر چلنے والے لوگوں نے اُتھر وید کی تعلیم کا بوجھ اپنے دل سے اُتار دیا۔"(63)

گورُو صاحب اب سہج اوستھا* کی لا مثال زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

زندگی کے اِس آخری دور میں گورُو صاحب کی شروع کی گئی دو اہم رہنا کارانہ روائتوں کا ذکر از حد ضروری ہے۔ یہ "لنگر" یعنی مُشترکہ مفت کھانا اور 'سیوا' یعنی خِدمت ہیں۔ گورُو کا 'لنگر' یکسانیت، عاجزی اور بھائی چارہ کے جذبات کا لا مثال نمونہ تھا۔ کیونکہ لنگر میں سنگت (عوام) کی خدمت میں لگے سب لوگ ایک ساتھ، ذات پات، امارت و غُربت کے اِختلاف کو بھول کر، ایک ہی صف میں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ گورُو صاحب سے مُلاقات کے لیے آنے والے باہر کے لوگ بھی اِسی صف میں بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، جس سے رُوحانی خیالات کے سب لوگ ایک ہی برادری کا حِصّہ بن جاتے تھے۔ 'سیوا' یعنی خِدمت میں سنگت کے لیے کنوئیں سے پانی نکالنا، پانی لانا، اِیندھن لانا، آٹا پیسنا، کھانا پکانا، کھانا کھلانا، برتن صاف کرنا، جھاڑو دینا، صفائی کرنا وغیرہ کام شامل تھے۔ دُنیاوی نظریہ سے کسی کام کو جِتنا نیچا یا گھٹیا گِنا جاتا تھا رُوحانی نُقطۂ نِگاہ سے اُسے اُتنا ہی بُلند اور فائدہ مند مانا جاتا تھا۔

گورُو صاحب کی اِس گوشہ نشینی کی زندگی کے دوران کوئی ایسے غیر معمولی واقعات نہیں ہوئے جو جنم ساکھیوں کے مُصنفین کے لیے کسی کہانی کا سامان بن سکتے۔ جنم ساکھیوں کے مُصنفین نے اِس عرصہ کے فقط دو واقعات کو ہی قابلِ بیان سمجھا ہے۔ ایک تو

---

* 'سہج اوستھا' ایک پُر لُطف رُوحانی توازن کی کیفیت ہے۔ جو بالا ترین رُوحانی منزل پر پہنچ کر ہی حاصل ہوتی ہے۔

گورُو صاحب کے سچے اور وفادار ساتھی بھائی مردانہ کا اِنتقال اور دُوسرا کھڈُور کے بھائی لہنا کا گورُو صاحب کا محبوب مُرید بننا، جسے آخر میں آپ نے اپنی گدّی سونپی اور جانشین بنایا۔

مردانہ کی عمر ۷۶ برس ہو چُکی تھی۔ وہ بیماری سے اِتنا کمزور ہو گیا کہ اُس کے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ اُس کی پیدائش ایک مُسلم خاندان میں ہوئی تھی۔ گورُو صاحب نے اُس سے پُوچھا "تمہارے مُردہ جسم کی آخری رسم کیسے ادا کی جائے؟" اُس نے جواب دیا "جیسے بھی آپ مُناسب سمجھیں، ویسے ہی جسم کو ٹھِکانے لگا دیں۔" تب گورُو صاحب نے پُوچھا "کہو تو تیرا مقبرہ بنوا دیں تاکہ تمام دُنیا میں تیرا نام ہو۔" مردانہ نے کہا "جب مُرشد میری رُوح کو جسم کی قبر سے آزاد کر رہے ہیں تو میرے جسم کو کیوں پتھر کے مقبرہ میں قید کرنا چاہتے ہیں؟" اگلے دِن صُبح مردانہ کا اِنتقال ہو گیا۔ اور اُس کے جسم کو دریائے راوی میں بہا دیا گیا۔ (۶۴)

اِس طرح اُس رباّبی کی، جس نے اپنی زندگی کے سینتالیس سال کا لمبا عرصہ اپنے مُرشدِ عالی کی صُحبت وخِدمت میں گذارا اور دُنیا کے چاروں کونہ میں سایہ کی طرح اُن کے ساتھ رہا، شاندار زندگی کا اِختتام ہوا۔ وہ گورُو صاحب کے اِتنا قریب اور اِس قدر عزیز تھا کہ گورُو صاحب تلونڈی میں اپنے بہت نزدیکی رشتہ داروں یا ہمسایوں سے مِل کر اِتنا خوش نہیں ہوتے تھے، جتنا کہ مردانہ سے مِل کر۔ (۶۵)

گورُو نانک کے سِلسلہ کے پانچویں گورُو، ارجن دیو جی نے اُس کی اِس قدر عزت افزائی کی کہ اُس کے تین 'شبد' آدی گرنتھ' میں شامل کر دیئے۔ اِن میں سے ایک یوں ہے:

کال کلُو والی، کام مَد منو آ پیوَن ہار
کرودھ کٹوری موہ بھری پیلا دا آہنکار
مجلس کوڑے لَب کی۔ پی پی ہوئے خوار
کرنی لاہن، ست گُڑ۔ سچ سرا کر سار
گُڑ منڈے کر سِیل گھیئو۔ سرم ماس آہار
گورُمکھ پلئیے نانکا۔ کھادھے جائے وِکار

بہاگڑے کی وار مردانہ صفحہ ۵۵۳

بھا گرڑے کی وار مردانہ صفحہ ۵۵۳)*

بھائی لہنا کی کرتار پور میں آمد بڑی نیک ساعت میں ہوئی۔ بھائی لہنا کی پیدائش مُکتسر کے نزدیک سرائے ناگا گاؤں میں ہوئی۔ مگر وہ اوائل عُمر میں ہی اپنے خاندان کے ساتھ کھڈُور آ گئے۔ کھڈُور، کرتار پور سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں گورُو نانک صاحب کا ایک مُرید 'جودھا' رہتا تھا، جس کے لبوں سے سدا گورُو، گورُو، کی آواز نکلتی رہتی تھی۔ گاؤں کے لوگ دُرگا کے پجاری تھے اور جو بھا کی گورُو بھگتی (عشق مُرشد) کا ہمیشہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔(66) وہ ہر سال ہمالیہ کی ڈھلانوں میں جوالا مُکھی کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ ایک دن بھائی جودھا گورُو صاحب کے کلام کے کچھ بند (شبد) گا رہا تھا۔ بھائی لہنا پر اِن کا اِتنا گہرا اثر ہوا کہ اُس نے اپنے دل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جوالا مُکھی کی زیارت پر جاتے ہوئے راستہ میں کرتار پُور میں گورُو صاحب کے دیدار کرنے کا فیصلہ کیا۔

گورُو صاحب سے پہلی مُلاقات میں ہی بھائی لہنا کے تمام شک و شُبہات دور ہو گئے۔ اُن کو گورُو صاحب کی صُحبت میں وہ لا بیاں لُطف و سکُون حاصل ہوا جو پہلے کہیں اور نہیں مِلا تھا۔ اُن کی جُستجو ختم ہو گئی۔ اُن کا سفر منزل پر آ پہنچا۔ اُنھوں نے دیوی کے سامنے بجانے والی گھنٹیاں دُور پھینک دیں۔ گورُو صاحب نے پُوچھا "بھائی تیرا نام کیا ہے؟" جواب مِلا "جی میرا نام لہنا ہے۔" گورُو صاحب نے فرمایا "ہاں بھائی، تجھے ہم

---

* دورِ ظُلمات (کلی یُگ) کی کڑاہی میں نفس (کام) کی شراب نکالی جا رہی ہے اور مَن شرابی ہے غصہ کا پیالہ لگاؤ سے بھر بھر ہے اور خودی (ہومیں) پلا رہی ہے اور لالچ کی جھوٹی مجلس میں بیٹھ کر یہ نشہ پینے والا تباہ ہو رہا ہے۔

البتہ اگر کوئی مُرشد کی صُحبت میں جا کر نیک اعمال کر کڑاہی میں سچائی کا گُڑ ڈال کر، نامِ خُدا کی شراب نکال کر پیوے اور ساتھ نیکی کی روٹیاں، ضبط کا گھی، اور حلیمی کا گوشت کھائے تو نفس کی تمام غلاظتیں دُور ہو جائیں۔

سے کچھ لینا ہے، اِسی لیے کُل مالک نے تجھے ہمارے پاس بھیجا ہے۔" (67) پنجابی زبان میں لفظ 'لہنا' کے معنی 'لینا' ہے۔ بھائی لہنا نے گورُو صاحب سے وہ دولت پائی جو فقط اُن کے لیے ہی رکھی گئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد وہ گورُو صاحب کے جانشین بنے۔ جو گورُو نانک تھے وہی لہنا بن گئے۔ جیسا گورُو تھا ویسا ہی چیلا بن گیا (68) جیسا مُرشد تھا ویسا ہی مُرید ہوگیا۔

تھاپیا لہنا جیوندے ، گورُیائی سِر چھتر پھرایا
جوتی جوت مِلائے کے ، ستگور نانک رُوپ وٹایا
لکھ نہ کوئی سکیئی ، آچرجے آچرج دِکھایا
کائیا پلٹ سرُوپ بنایا (بھائی گورداس وار-۱۔ پوڑی ۴۵)

دُنیا سے رحلت

پُراتن جنم ساکھی، میں گورُو نانک صاحب کی اِس جہان سے رحلت کو بڑے پُرزور، موثر پیرائیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جب گورُو صاحب ضعیف العمری کو پہنچے تو آپ نے دُنیا سے رحلت کا ارادہ کر لیا۔ گورُو صاحب نے بھائی لہنا کو اپنا جانشین مُقرر کرکے اُن کو 'انگد' کے نام سے مُخاطب کیا۔ جس سے مُراد ہے کہ یہ میرا ہی 'انگ' (حِصّہ) ہے۔ (69) اِس سے ہر طرف یہ خبر پھیل گئی کہ مُرشدِ عالی آخری سفر کی تیاری میں ہیں۔ لوگ اُن کے آخری دیدار کے لیے جمع ہونے لگے۔

گورُو صاحب کی بیوی، تمام دوست، احباب اور مُرید ناقابلِ برداشت درد کا احساس کر رہے تھے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گورُو صاحب نے اُن کو صبر و تحمّل کی تلقین کی اور رونے دھونے سے منع کیا۔ اُس وقت آپ نے مندرجہ ذیل کلام کو نظم فرمایا اور 'سنگت' کو اِرشاد فرمایا کہ "وہ خُدائے پاک، کُل مالک خود ہی دُنیا کا خالق ہے اور خود ہی سب کو دُنیا میں بھیجنے اور واپس بُلانے والا ہے۔ ہم سب کو اِس دُنیا میں چار دن رہ کر چلے جانا ہے۔ سب کو واپس جاکر اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہوگا۔

لہذا اِس دُنیا میں آکر ہمیشہ اُس خُدائے پاک کے 'نام' میں محو رہنا چاہیے۔ کیونکہ فقط اُن ہی کا دُنیا میں آنا مُبارک ہے جو دِل و جان سے یکسو ہوکر اُس خُدائے پاک کی یاد میں محو رہتے ہیں۔ کسی کی موت پر رونا فضول ہے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے کُل مالک کی رضا و موج سے ہو رہا ہے۔ دراصل دُنیا کے ناسمجھ لوگ مایا یعنی خوش فہمی و خود فریبی کے زیرِ اثر روتے اور غمگین ہوتے ہیں۔ سچا رونا وہ ہے جو اُس خُدائے پاک کی جُدائی میں ہو' ورنہ باقی کسی قسم کے رونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں کسی بھی چیز کا غرور کرنا فضول ہے' کیونکہ جو بھی اِس دُنیا میں آیا ہے' اُسے یہاں سے یقیناً چلے جانا ہے۔ اِس لیے دل میں خُدا کی سچی عقیدت اور حقیقی ہجر و فراق ہونا چاہیے۔

دُھن سِرندا سچا پاتساہ ۔ جِن جگ دھندے لائیا
مُہلت پُنی پائی بھری ۔ جانیڑا گھت چلائیا
جانی گھت چلایا لِکھیا آئیا ۔ رُنے وِیر سبائے
کائیا ہنس تھیا وِچھوڑا ۔ جاں دِن پُنے میری مائے
جیہا لِکھیا تیہا پایا ' جیہا پُرب کمایا
دُھن سِرندا سچا پاتساہ' جِن جگ دھندے لایا
صاحب سِمرو میرے بھائیو' سبھناں ایہو پیآنا
ایتھے دھندا کُوڑا چار دِہیا' آگے سر پر جانا
آگے سر پر جانا جیو مہمانا کاہے گارب کیجئے
جِت سیویئے درگاہ سُکھ پائیے' نام تِسے کا لیجئے
آگے حُکم نہ چلے مُولے' سِر سِر کیا وِہانا
صاحب سِمرو میرے بھائیو' سبھنان ایہو پیانا
جو تِس بھاوے سمرتھ سو تھیسے' ہیلڑا ایہہ سنسارو
جَل تھل مہیّل رَو رہیا' ساچڑا سِرجن ہارو
ساچا سِرجن ہارو اَلکھ اپارو ، تا کا انت نہ پائیا

آیا تن کا سپھل بھیا ہے، اِک مَن جنہی دِھائیا
ڈھلئے ڈھاہ اُسارے آپے، حُکم سُوارن ہار و
جو تِس بھاوے سمرتھ سو بھیئے، ہیلڑا ایہہ سنسار و
نانک رُناں بابا جانیئے، جے رو دے لائے پیار و
وائیوے کارن بابا روئیے، رو وَن سگل بے کار و
رو وَن سگل بے کار و غافِل سنسار و، مایا کارن رو دے
چنگا مَندا کچھ سُو جھے ناہی، ایہہ تن ایویں کھو دے
ایتھے آیا سبھ کو جاسی، کُوڑ کر و اہنکار و
نانک رُناں بابا جانیئے، جے روو ے لائے پیار و

(وُڈ ہنس محلہ۔ ۱، صفحہ ۵۷۹۔۵۷۸)

گورُو صاحب کا یہ فرمان سُن کر سب مُرید اور احباب اُن کے کلام میں سے 'شبد' گانے لگے۔ سارا ماحول پاک گیتوں کی رُوحانی ندا اور رُوح پرور موسیقی سے گونج اُٹھا۔ 'پُراتن جنم ساکھی' کے مُطابق تب گورُو صاحب باطن میں محویت کے عالم میں چلے گئے اور کلام 'بارہ ماہ' کی تخلیق کی، جس میں رُوح کے خُدائے پاک سے وِصال کے لیے گہرے ہجر و فراق کو نظم کیا گیا ہے۔ سارے، 'بارہ ماہ' میں خصوصاً دُلھن کی اپنے خاوند کے لیے تڑپ اور بے قراری کی تمثیل اِستعمال کی گئی ہے۔ اِس میں رُوح کو بشکل فُرقت زدہ عورت اور خُدا کو بشکلِ خاوند پیش کر کے وِصال کی تڑپ کا بڑے جذباتی طور پر بیان کیا گیا ہے۔

جب 'شبدوں' کے گانے کا یہ سِلسلہ ختم ہوا تو گورُو صاحب نے اپنے کلام کی کتاب بھی گورُو انگد صاحب کے حوالے کر دی۔ اُس وقت رات کا آخری پہر ختم ہو چکا تھا اور صُبح ہونے والی تھی۔ جنم ساکھی میں گورُو صاحب کے آخری لمحات کو اِس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ٭ تب گورُو صاحب کے مُسلمان پیروکاروں نے کہا کہ ہم جسدِ خاکی کو دفنائیں گے

٭ تب ہندُو مُسلمان نادر دھریک لگے آکھن، مُسلمان لگے آکھن، اسی دبہیلے، اتے ہندُو لگے آکھن، جو اسی

اور ہندوؤں نے کہا کہ ہم اسے جلائیں گے۔ گورُو صاحب نے فرمایا تُم اپنے اپنے پھُول رکھ دو۔ کل اگر ہندوؤں کے پھُول تر و تازہ رہے تو جسم کو جلا دینا اور اگر مسلمانوں کے پھول تر و تازہ رہے تو اِسے دفنا دینا۔ تب گورُو صاحب نے سنگت کو بانی کا پاٹھ کیرتن کرنے کا حُکم دیا۔ ہدایت کے مُطابق سنگت اُن کے منظوم کلام سوہلے کا کیرتن کرنے لگی۔(۷۵)

جے گھر کیرت آکھیئے، کرتے کا ہوئے بچارو
تِت گھر گاوہُ سوہِلا، سورو سرجن ہارو
تم گاوہُ میرے نر بھو کا سوہِلا
ہوں واری جِت سوہلے، سدا سُکھ ہوئے — رہاؤ
نِت نِت جیئڑے سمائیئن، دیکھے گا دیکھن ہار
تیرے دانے قیمت نہ پوے، تِس داتے کوون سمار
سنبت ساہا لِکھیا، مِل کر پاوُ تیل
دے سجن اسیسڑیا، جے ہووے صاحب سیو میل
گھر گھر ایہو پاہُچا، سدڑے نِت پوون
سدن ہارا سِمریئے، نانک سے دیہہ آوون

(سوہِلا گوڑی، محلہ ا، صفحہ ۱۲)

جلایا جئے، تب بابے آکھیا، جو تُساں دوہیں وَل پھُل رکھو۔ جسکے پھلکے ہرے رہن گے۔ جے ہندُوواں دے ہرے رہے تاں جا لنگے اتے جو مُسلماناں کے ہرے رہن گے تاں دبینگے۔ تب بابے سنگت نوں حُکم کیتا "کیرتن پڑھو" تب سنگت لگی کیرتن پڑھن۔

۷۵ لفظ سوہلا پنجابی زبان کے لفظ سون ویلا' سونے کے وقت سے نِکلا ہے۔ جس کا مطلب سونے کا وقت ہے۔

ایم۔ اے میکالف۔ سکھ ریلیجن ۱: ۲۳۳۔ (فٹ نوٹ)

آخر میں 'جپ جی' کا آخری شلوک پڑھا گیا اور گورُو صاحب اپنے اُوپر چادر کھینچ کر لیٹ گئے۔ جنم ساکھی میں ذکر ہے:

جُب شلوک پڑھا گیا تو گورُو صاحب نے چادر اوڑھی اور لیٹ گئے۔ سنگت نے سجدہ کیا۔ چادر اُٹھائی گئی تو وہاں کچھُ نہ تھا، ماسوا پھُولوں کے۔ مگر ہندو اور مُسلمان دونوں کے پھُول تر و تازہ تھے۔ دونوں لپنے اپنے پھُول لے گئے۔ تمام سنگت قدموں میں گر پڑی۔ (71)

گورُو صاحب نے ۷ ستمبر ۱۵۳۹ء کو اپنے جسدِ خاکی کو الوداع کہا[۱۵۳]

گورُو صاحب کے پیروکاروں نے آپ کی یاد میں کئی عمارتیں تعمیر کیں۔ مگر اُن سب کو دریائے راوی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ گورُو صاحب کی منشا و رضا بھی یہی تھی۔ یہ دیکھ کر اُن کے پیروکاروں، خاندان کے لوگوں اور وارثوں نے دریائے راوی کے دوسرے کنارے پر 'ڈیرہ بابا نانک' نام کا قصبہ بسایا۔ اِس قصبے کو آباد کرنے والے لوگ ہی دراصل اِس کے موجُودہ باشندوں کے جدِاَمجد و بُزرگ تھے۔

---

۴ جب شلوک پڑھیا تب بابے چادر لدپر لے کر سُتا۔ سنگت متھا ٹیکیا۔ جب چادر اُٹھاون تاں کجھُ نا ہیں۔ قدموں پھُل دوہاں کے ہرے رہے۔ ہندو آپنے لے گئے، تے مسلمان آپنے لے گئے۔ سربت سنگت پیریں پیئی۔ (71)

[۱۵۳] یہ تاریخ آدی گرنتھ کی کرتار پوری بیڑ (جِلد ا) میں درج تاریخ سے مُطابقت رکھتی ہے۔ یہ گورُو ارجن دیو صاحب کی لکھوائی گئی اصل جِلد ہے۔ علاوہ ازیں ڈیرہ بابا نانک میں گورُو صاحب کے جیوتی جوت سمانے (رحلت فرمانے) کا تہوار اِسی دن منانے کا رواج چلا آرہا ہے۔ مُختلف جنم ساکھیوں میں گورُو صاحب کے واصل بحق ہونے کی مُختلف تاریخیں دی گئی ہیں۔ لیکن بالے کی جنم ساکھی' اور میکلوڈ نے بھی اپنی کتاب 'گورُو نانک اینڈ دی سِکھ رِیلیجن' (صفحہ ۱۰۱) میں ۷ ستمبر ۱۵۳۹ء کی تاریخ کو مانا ہے۔

تعلیم

اَکھیں با جھوں دیکھنا۔ وِن کَناں سُننا
پیراں با جھوں چَلنا۔ وِن ہتّھاں کَرنا
جیبھے با جھوں بولنا۔ ایو جیوت مَرنا
نانک حُکم پچھان کے۔ تَو خصمے مِلنا — سلوک محلہ ۲، صفحہ ۱۳۹

سَبد دھرتی سبد آگاس
سبدے سبد بھیا پرگاس
سگلی سِرشٹ سبد کے پاچھے
نانک سبد گھٹے گھٹ آچھے — پُراتن جنم ساکھی، صفحہ ۱۳۷

بِن ستگور کِنے نہ پائیو
بِن ستگور کِنے نہ پائیا — آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۶۶

شریعت کے خلاف بغاوت

جب یہ جہان لاعلمی کی تاریکی میں گُم اور ہوس و نفس کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوتا ہے تب پیر و اَولیا، سنت و مہاتما دُنیا کے لوگوں کو اِن مصائب و بدیوں سے نکالنے اور نجات دلانے کے لیے ظہور میں آتے ہیں۔ گورُو نانک صاحب کا ظہور ایسے وقت ہوا، جب حقیقی مذہب یہاں سے ختم ہونے کو تھا۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب ظاہری طریق، رسم و رواج، اور شریعت کو ہی اصل اور حقیقی مذہب سمجھنے لگے تھے۔ جنیو پہننا، ماتھے پر کیسر کا تِلک لگانا، بِنا سوچے سمجھے، بغیر عقیدت و اعتقاد اور شوق و جذبہ کے مشین کی طرح مالا و تسبیح پھیرنا، دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے جانوروں اور انسانوں کی قربانی دینے کو ہی مذہب کا نام دیا جانے لگا تھا۔ اور اُس قادرِ مُطلق، واحد لاشریک کی وحدانیت چھوٹے بڑے معبُودوں کی کثرت میں گُم ہو چکی تھی۔

گورو صاحب نے پُرزور الفاظ میں مورتی پوجا کی مخالفت کی۔ آپ نے سمجھایا کہ بُت پرستی کا کوئی روحانی فائدہ نہیں۔ بلکہ جاندار ذی رُوح کا بے جان پتھروں کی پرستش کرنا رُوح کو اُوپر اُٹھانے کی بجائے نیچے گرانے والا فعل ہے۔ گورو صاحب بڑے خوبصورت ڈھنگ سے سمجھاتے ہیں کہ اے پنڈے (برہمن)! تُو نے اپنے گھر میں اپنے معبود (اِشٹ) اور دیگر کئی دیوتاؤں کی مجلس مورتیوں کی شکل میں سجائی ہوئی ہے اور لاعلمی کے باعث اِن کو معبودِ حقیقی مان کر غُسل کراتا ہے، دُھوپ، پھول کیسر وغیرہ پیش کرتا ہے، اِن کو سجدہ کر کے خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اِس تمام کارگزاری کے باوجود تجھے روٹی کپڑے کے لیے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ یہ پتھر کے بُت نہ تو تجھے بھوک سے خلاصی دِلا سکتے ہیں اور نہ ہی موت سے نجات۔ البتہ تو اپنی اِن احمقانہ حرکتوں کے لیے سزا ضرور پائے گا۔ یہ تو اندھوں کی اندھی لڑائی ہے۔

گھر نارائن سبھا نال ۔ پُوجا کرے رکھے ناوال ۔
کنگو چنن پُھل چڑھائے ۔ پَیری پَے پَے بہُت منائے
مانُوآ منگ منگ پہنے کھائے ۔ اَندھی کمیں اَندھ سجائے
بھکھیاں دے نہ مَردیاں رکھے ۔ اَندھا جھگڑا اندھی سَتھے

سلوک، محلہ ۱، صفحہ ۱۲۴۰-۱۲۴۱

اُس زمانہ کے جین اور بودھ بھی اِس قسم کی رُوحانی پستی سے یکسر بَری نہ تھے۔ تب تقریباً تمام مذاہب کورِ یقینی، ڈھونگ، مکر و فریب اور دِکھاوے کی صُورت اختیار کر چکے تھے۔ دراصل لوگ مذہب کا مغز تو کھو چکے تھے اور اب اُس کے چھلکے پر ہی مطمئن ہو رہے تھے۔

گورو نانک صاحب اُن عظیم درویشوں اور فُقرائے کامل کے سِلسلہ میں سے ہیں، جنھوں نے کُل مالک، قادرِ مُطلق اللہ تعالےٰ کے عینی ذاتی تجربہ کو ہی حقیقی مذہب کا جوہر مانا ہے۔ گورو صاحب نے اپنے زمانہ کے مذاہب میں رائج ذات پات، مُلک و قوم وغیرہ کی تمام چھوٹی بڑی بندشوں کو توڑا اور کئی قسم کے رائج ظاہری و باہری رسوم

و طریق کی مذمت و مخالفت کی۔ دراصل گورو صاحب اِنسانی دل و دماغ سے کوریقینی، تعصّب اور تنگ نظری کے جالے اُتارنے کے لیے آئے تھے۔ یہاں تک ہی بس نہ تھی، آپ نے رائج عقیدوں کو فقط یکسر دلیل کی کسوٹی پر جانچ و پرکھ کی تعلیم نہیں دی۔ کیونکہ اِس سے اِنسان کا شک و شبہ کی اندھیری گلیوں میں گُم ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اُن کی تعلیم جامع تھی۔ اُن کا پیغام مُثبت تھا۔ اُنھوں نے عقل و دلیل کے ساتھ ساتھ اُمید اور سُرور کا پیغام دیا جس نے لاعلمی، بے یقینی اور شکوک و شبہات کی چاروں طرف پھیلی تاریکی کو مِٹا ڈالا۔

اِنسان کی فضیلت

گورو صاحب نے فرمایا کہ حیاتِ اِنسانی ایک خاص مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ملی ہے۔ آپ کی تعلیم نے حقیقی منزلِ مقصود کو پانے کے لیے سمت دکھائی۔ شاید یہ تعلیم یا راہ نئی نہ تھی کیونکہ ہندوستان کی قدیم مذہبی کتابوں میں بھی اِس کا ذکر ہے۔ لیکن صدیاں گُذرنے کے باعث لوگ اِس تعلیم یا طریق کو بھُلا چکے تھے۔ گورو صاحب نے ایسے خوبصورت طریقے سے اِسے دوبارہ زِندہ کیا کہ یہ تعلیم نہ صرف دِل پذیر بلکہ بہت پُراثر بھی معلوم ہونے لگی۔ آپ نے اُس وقت کے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ اِنسانی زندگی، جانوروں کی زندگی کی مانند بے مقصد نہیں۔ اِنسان صِرف اِس لیے دُنیا میں نہیں آیا کہ وہ جانوروں کی مانند پیدا ہو کر کھائے پیئے اور یہاں سے چلا جائے۔ چوراسی لاکھ جنموں کی لاانتہا وُسعت میں صِرف اِنسان کو ہی یہ شرف و فضیلت دی گئی ہے کہ وہ حیات و موت کے مُسلسل چکر کو توڑ کر اپنی رُوح کو اِس سے آزاد کرے۔ یہ کائنات چوراسی لاکھ زندگیوں کے بڑے جیل خانہ کی مانند ہے۔ جس میں سے باہر نکلنے کا فقط ایک ہی دروازہ ہے اور وہ دروازہ جامۂ اِنسانی ہے۔ صرف اِنسان کو ہی دُنیا کے جیل خانے سے رہائی پانے کی صلاحیت و طاقت دی گئی ہے۔ اِس نظریہ سے اِنسان کو تمام کائنات یا تخلیق سے افضل درجہ حاصل ہے۔ گورُو ارجن دیو صاحب

فرماتے ہیں۔

لکھ چوراسی جون سبھائی مانس کو پربھ دی وڈیائی
اس پوڑی تے جو نر چُوکے سو آئے جائے دُکھ پائیندا

مارو محلہ ۵۔ صفحہ ۱۰۷۵

کبیر صاحب کا فرمان ہے :

اِس دیہی کو سمرے دیو سو دیہی بھج ہر کی سیو

بھیرو کبیر صفحہ ۱۱۵۹

خُدا نہ صرف اِس اِنسانی وجُود میں موجُود ہے بلکہ وہ ظاہر بھی اِسی وجُود کے باطن میں ہوتا ہے۔ اِس طرح جامۂ اِنسان کو دوہری فضیلت و برتری حاصل ہے۔ کیونکہ خُدا جسمِ انسانی میں بیٹھا ہوا ہے اور مِلتا بھی اِسی میں ہے۔

گورُو امرداس جی فرماتے ہیں کہ خُدا جیسا بیش قیمت ہیرا اِنسانی قالب میں ہی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہ دُنیادی لوگ اِس حقیقت کو ماننے کو تیار نہیں کہ اِنسانی قالب ہی اصلی ہری مندر ہے۔

ہر مندر ایہہ سریر ہے گیان رتن پرگٹ ہوئے
من مُکھ مُول نہ جانئی مانس ہر مندر نہ ہوئے

پربھاتی محلہ ۳ صفحہ ۱۳۴۶

گورُو رام داس جی نے بھی فرمایا ہے کہ جسمِ اِنسان وہ خوبصُورت شہر ہے جس میں بیٹھ کر آبِ حیات (ہری رس) کا سودا کیا جا سکتا ہے :۔

کائیا نگر، نگر ہے نیکو وِچ سودا ہر رس لیجے

کلیان محلہ ۴ صفحہ ۱۳۲۳

باطن میں موجود اُس خدا کو باہر ڈھونڈنا لاعلمی بھی ہے اور احمق پَن بھی۔ باطن میں موجود خُدا کو باہر مندروں، مسجدوں، گرجا گھروں اور دریاؤں تالابوں، جنگلوں پہاڑوں، بیٹر پودوں، اور ہر ند و پرند وغیرہ میں تلاش کرنے کی کوشش ہمیشہ ناکام رہتی ہے۔ گورُو صاحب نے ایسی تمام کوششوں کی پُرزور مُخالفت کی ہے۔ گورو رام داس جی فرماتے ہیں کہ جو شخص اُس خدائے برتر کو اپنے باطن کی بجائے باہر تلاش کرتا پھرتا ہے

وہ بے وقوف اور جاہل ہے۔ وہ اُس ہرن کی مانند ہے جو اپنی ناف میں موجود مُشک کی جُستجُو میں باہر جھاڑیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

بن کا نِیا جِہ ہور ہتے دَھن کھوجدے نِسے مُوڑھ بے تالے
سے اُوجھڑ بھرم بھوائیے جیوں جھاڑ مِرگ بھالے

گوڑی کی وار، محلہ ۴، صفحہ ۳۰۹

گورُو نانک صاحب سمجھاتے ہیں کہ ہمارا جسم ہی خدا کے رہنے کا اصلی مندر ہے اور ہمارے جسم کے اندر ہی اِس مندر میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ یہ جسم ایک قلعہ یا محل ہے جس میں وہ مالکِ حقیقی اپنے سُلطانی تخت پر جلوہ افروز ہے۔ اِس جسم کے اندر ہی چودہ طبق اور سورج چاند وغیرہ ہیں اور اِس اِنسانی جسم کے اندر ہی خود خُدا اور اُس کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ جو لوگ مردانِ حق و فُقرائے کامل کے مشورے کے مطابق اندر جاتے ہیں، وہ مادیت کے ہر قسم کے زہر سے بچ جاتے ہیں اور اُن کو اپنے اندر ہی دولتِ حقیقی یعنی خُود خُدا مل جاتا ہے۔

گھر دَر مندر جانے سوئی ۔ جِس پُورے گُورتے سوجھی ہوئی
کائیا گڑھ محل، محلی پربھُو ساچا ۔ سچ ساچا تخت رچایا
چتر دس ہاٹ دیوے دوئے ساکھی ۔ سیوک پنچ ناہیں بِکھ چاکھی
انترِ وست انوپ نِرمولک ۔ گُور مِلئیے ہر دَھن پایا

مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۹

آپ سمجھاتے ہیں کہ ہمارا جسم ہی اعلیٰ ترین خانۂ خُدا ہے۔ اِس میں پانچ بڑے بڑے حِصّے یا طبق ہیں۔ اُن تمام طبق یا منازل سے اوپر وہ غیر مُجسم خُدا جلوہ افروز ہے۔ ہمارے جسم میں موجُود خُدا ہمیں نظر نہیں آتا کیونکہ ہمارا علم و نظر، پروازِ خیال، صرف جسم کے نو دروازوں تک ہی محدُود ہے۔ یہ نو دروازے دُنیاوی کاروبار کے لیے ہیں۔ وہ قادرِ مُطلق، خُدائے پاک حواس سے پرے اور غیر آلُود ہے۔ وہ اِن نو دروازوں اور نفس و عقل (من اور بُدھی) کے طبقات سے پرے اور اوپر ہے۔ جب ہم اُس کی

رحمت سے جسم کے اندر نقطۂ سویدا (دسویں دوار) میں داخل ہوجاتے ہیں تو اُس نادِید خُدائے برتر کے، اپنے باطن میں دیدار کر لیتے ہیں۔

دیہی نگری اُتم تھانا پنچ لوک وَسے پر دھانا
اُوپر ایکنکار نِرالم سُن سمادھ لگایا
دیہی نگری نَو درواجے سِر سِر کرنے ہارے ساجے
دَسویں پُرکھ اَتیت نِرالا آپے اَلکھ لکھایا۔

مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۹

نہ صرف گورُو نانک صاحب اور ہندوستان کے سنتوں مہاتماؤں یا اِس ملک کی مذہبی کتب نے ہی جامۂ اِنسان کی اِتنی تعریف و توصیف کی ہے بلکہ قُرآن شریف میں بھی اِنسان کو "اشرف المخلوقات" یا کائنات کی تمام تخلیق میں سب سے افضل مانا گیا ہے۔ انجیل میں بھی درج ہے "خُدا نے اِنسان کو اپنی شکل پر بنایا ہے" (جینی سِس ۱:۲۷) اِس طرح گورُو صاحب اُس حقیقت کو سطحِ عام پر لائے جس کا تذکرہ دُنیا کے قریب تمام بڑے مذاہب نے کیا ہے۔ مگر جو غالبًا کچھ عرصہ کے لیئے لوگوں کے دِلوں سے گُم ہو چکی تھی۔

تصوّف

گورُو نانک صاحب کی تعلیم کا مرکزی نکتۂ خیال یہ ہے کہ اِنسان اپنے اندر ہی خُدا کے دِیدار کا تجربہ کر سکتا ہے اور یہ ذاتی تجربہ تمام کوششوں اور خواہشات کی تکمیل و منزل ہے۔ اِس سے انسان وقت و مقام کی قید اور اُن سے وابستہ تمام خامیوں اور کمزوریوں سے اُوپر اُٹھ جاتا ہے۔ اِس کیفیت کو پاکر انسان ایک طرف حیات و موت، غم و آرام کے چکر سے آزاد ہو جاتا ہے اور دوسری طرف دائمی سرور، لاانتہا خوبصورتی اور اَبدی سکُون کو پا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت وقت کی زَد سے پرے اور لامحدُودیت کی علامت ہے۔ اِس لیئے اِس کا نہ کوئی آغاز ہے نہ انجام۔

نہ فروغ ہے نہ فنا۔ وقت کی قید سے آزاد ہونے کے باعث یہ حالت و کیفیت وجہ، عمل اور عمل یا قانونِ عمل اور اُن کے نتائج سے بھی بالا ہے۔ کیونکہ وجہ، عمل اور عمل یا اعمال اور اُن کے نتائج کا تعلق بھی وقت سے جُڑا ہوا ہے۔ اعمال اور نتائج (کرم اور پھل) کا اصل مطلب ہی یہ ہے کہ کسی وقت کا کیا ہوا عمل (کرم) وقت پا کر نتیجہ ضرور دیتا ہے۔ لیکن جو ذی رُوح وقت کی حد سے اُوپر اُٹھ جاتا ہے، وہ خود بخود اعمال اور اُن کے نتائج کی حدُود سے بھی بالا ہو جاتا ہے۔

خُدا کو اپنے باطن میں پانے کے اِس ذاتی تجربہ کو جسے عموماً رُوحانی تجربہ و رُوحانی عمل کہا گیا ہے، فلسفہ کی اصطلاح میں تصوف کا نام دیا گیا ہے۔ مگر تصوّف کا اصل مطلب کیا ہے؟ لفظ تصوّف کو کئی معنوں میں اِستعمال کیا گیا ہے جو غلط و مُہمل ہے۔ یہ حالت نہ فرضی ہے، نہ بناوٹی۔ نہ اِس کا تعلق نفسیات سے ہے، نہ رُوحانیت سے اور نہ علمِ ارواح (بھُوت پریت رُوحوں کا علم) سے ہے۔ یہ عقل و دلیل کے دائرہ سے بھی باہر ہے۔ یہ جذبات و خیالات سے پرے اور پار کا ایسا لا بیاں بیان ہے، جسے نہ کوئی زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ ہی جس کا باہری دُنیا کی کسی چیز یا حالت سے مُقابلہ کیا جا سکتا ہے یہ ایک ایسی کیفیت ہے، جِس میں تمام کائنات کی پُشت پر مُتحرک ایک ایسی اصلی وحدانیت کا زندہ تجربہ ہو جاتا ہے، جو حواس و نفس، عقل و دلیل سے پرے کی بات ہے۔

گورُو ارجن دیو صاحب فرماتے ہیں:

نانک ایکو رو رِ ہیا   دوسر ہوآ نہ ہوگ

گوڑی، محلہ ۵، صفحہ ۲۵۰

سنت نامدیو جی کہتے ہیں:

سبھ گوِبند ہے، سبھ گوبند ہے   گوبند بِن نہیں کوے

آسا نامدیو، صفحہ ۴۸۵

مولانا روم کا قول ہے:

ہم کوزہ، ہم کُوزہ گر و ہم گِل کُوزہ

مطلب: وہ خود ہی برتن ہے، خود ہی کُمہار اور خود ہی برتن کی مٹی ہے

دراصل یہ ایسی مُکمل لاشریک یا احدیت کی کیفیت ہے کہ اِس میں ناظر و منظر، عامل و معمول یا عابد و معبُود کی اِنفرادیت ختم ہو جاتی ہے۔ اِس کیفیت کے عالم میں لُطفِ دوام کو پا کر حیرت انگیز خوبصورتی اور ایک عجیب سُکون کا اِحساس ہوتا ہے۔ تمام مُرشدِ کامل کا کلام اِس طرف اِشارہ کرتا ہے۔ اِس بے مثال کیفیت و حالت میں رُوح ظاہری دُنیا کی کثرت سے سِمٹ کر غیر ظہُوری اصل حقیقت کی مُکمل وحدانیت میں سما جاتی ہے۔ اِس عظیم حقیقت کے حصُوں کے لُطفِ بے کراں میں محو ہو کر اُسی کی صُورت ہو جانا ہی اِس پُراسرار رُوحانی تجربہ کا اصل جوہر ہے۔

گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں۔

نانک بھگتا سُکھ سُلاہن، سچ نام آدھار

سدا آنند رہے دِن راتی، گُن وِنتیا پا چھار — آسا، محلہ ا، صفحہ ۴۶۶

پھر فرماتے ہیں:-

تِلمے رلتے اَن دِن ماتے ، نامے تے سُکھ ہوئی

سِدھ گوشٹ، محلہ ا، صفحہ ۹۴۶

رُوحانیت کا یہ اِلٰہی لُطف حواس کا مضمُون نہیں۔ یہ حواس کے محدُود رنج و راحت سے مُختلف، اور کمی بیشی، نشیب و فراز، آغاز و انجام سے پرے اور بالا ہے۔ یہ ایسا لافانی، جاوید اور لاانتہا تجربہ ہے، جو وقت و مقام سے پیدا تبدیلیوں سے مُبرا ہے۔ اِس کیفیت و حالت میں پہنچ کر حیات و موت کا چکر اور آواگون کی تمام بندشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی شاذ و نادر خُوش قسمت رُوح ہی مُرشدِ کامل کی راہ پر چل کر اِس منزل تک پہنچتی ہے۔

گورمُکھ کوئی سچ کماوے آون جانا ٹھاک رہاوے — پربھاتی، محلہ ا، صفحہ ۱۳۴۴

اکتھ کہانی پدَ نِربانی ، کو وِرلا گورُمکھ بُو جھے — بلاول، محلہ ۱، صفحہ ۸۴۴

اِس عالم میں پُہنچ کر ہی عامل کو حقیقی حیات کے حصول کا اِحساس ہوتا ہے۔ اُسے پتہ چلتا ہے کہ نفس و حواس کی دُنیا اور وقت و مقام کے جہان کی دراصل اپنی کوئی ہستی نہیں ہے یہ کسی غیر ظہوری اصلیّت کا سایہ اور مادّیت کا چھلاوہ ہی ہے۔ گورُو صاحب اِسے یوں بیان کرتے ہیں۔

سو جیو یا جس مَن وَسیا سوئے   نانک اَور نہ جیوے کوے

ماجھ، محلہ ۱، صفحہ ۱۴۲

ایتھے گوئیلڑا دِن چار رے   کھیل تماسا دُھندوکار رے
باجی کھیل گئے باجی گر   جیوں نِس سُپنے بھکھ لائی ہے

مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۲۳

جو لوگ مُرشد کی دکھائی راہ پر چل کر اُس پُرسکون منزل کو پا لیتے ہیں، وہ مادّیت کے ڈھلتے سایہ اور مکر و فریب کے دائرہ سے ہمیشہ کے لیے نِکل جاتے ہیں۔

ساچ محل گرُ اَلکھ لکھایا   نہچل محل نہیں چھایا مایا

گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۲۸

اِس منزل کو پانے کا راستہ بہت دُشوار ہے۔ کئی مُفکّروں، فلسفیوں اور فُقرائے کامل نے اِسے تلوار کی دھار جیسا راستہ کہا ہے۔ لیکن جب منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو ثمرہ بھی بیش بہا ملتا ہے اور برداشت کئے ہوئے تمام مصائب کا پُورا معاوضہ مِل جاتا ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اِس منزل یا کیفیت کو پا کر نفس کی تمام بدیاں اور بندشیں دُور ہو جاتی ہیں اور رُوح صاف و پاک ہو جاتی ہے۔

پرپنچ تَسکر دھاوت راکھے، چُوکا مَن ابھیمان
دِسٹ بِکاری دُرمت بھاگی، ایسا برہم گیان

پربھاتی، محلہ ۱، صفحہ ۱۳۲۹

رُوح کو اِس حقیقت کا حصول باطن میں ہی ہوتا ہے اور اِس باطنی تجربہ کا حصول

ہی حقیقی مذہب یا حقیقی رُوحانیت کا اصل جوہر ہے۔ مشہور صُوفی مولانا روم فرماتے ہیں کہ باہری دُنیا کی طرف کھُلنے والے حواس کے دَر بند کرنے سے باطن میں ہی رازِ حقیقت مل جاتا ہے۔ وہ دعوے کرتے ہیں کہ اگر جسم کے نو دروازے بند کرنے سے بھی حق یعنی خُدا کا راز ظاہر نہ ہو تو جو چاہو مجھے کہہ لو:۔

چشم بند و گوش بند و لب ببَند
گر نہ بینی سِرّ حق بر مَن بخند

گورُو رامداس جی نے بھی اِشارہ کیا ہے کہ جب جسم کے نو دروازے بند کر کے دسویں دروازے میں داخل ہو جاتے ہیں تو حواس کے تمام لُطف پھیکے لگنے لگتے ہیں اور اندر ایسا پُر لطف آبِ حیات مِل جاتا ہے، جسے پاکر نفس و رُوح ہمیشہ کے لیے مُطمئن ہو جاتے ہیں۔

نو دروازے نویں دَر پھیکے ، رَس امرت دسویں چو ویجے کلیان، محلہ ۴، صفحہ ۱۳۲۳

رُوحانی حصُول اور نیک اخلاق

اِخلاق یا چال چلن میں نیک و بد، بھلے بُرے کا سوال اُٹھایا جاتا ہے۔ لیکن خُدا میں جذب ہو کر اُسی کی صُورت ہو چکا اِنسان اِس شرک یا اِنفرادیت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ گورُو امرداس جی فرماتے ہیں کہ جب سب جانداروں کا خالق ایک خُدا ہے تو اچھا کِسے کہا جائے اور بُرا کِسے۔

"جیو جَنت سبھ تِس دے، سبھناں کا سوئی
مَندا کِس نوں آکھیئے، جے دُوجا ہوئی" آسا، محلہ ۳، صفحہ ۴۲۵

اِسی طرح اِخلاق پر مضبُوطی سے قائم رہنے والے لوگ نیکی اور محبت کے نیک اوصاف پر زور دیتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے مگر خُدا کے بندے اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام نیکی، رحمت اور عشقِ حقیقی کا منبع و مخزن وہ کُل مالک اللہ تعالےٰ ہے۔ اُن کا قول ہے کہ اخلاق کے نیک اوصاف ضرور اختیار کرنا چاہیئے مگر جب تک انسان نیک و بد اور

محبت و حسد کے شرک سے آزاد نہیں ہو جاتا، نہ تو وہ صحیح معنوں میں اصل نیکی کا مجسّم بن سکتا ہے اور نہ ہی عشقِ حقیقی کا۔ تمام بُرائی کی جڑ شرک، انانیت، خُودی یا غرور ہے۔ جو انسان اپنے اندر اِس بدی کی جڑ کو کاٹ لیتا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے بدی کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور وہ نیکی کی ہُو بہُو تصویر بن جاتا ہے۔ جب 'ہومیں' یعنی انانیت کو دُور کرنے سے علیحدہ پن کا خیال ہی ختم ہو جاتا ہے تو وہ بُرائی کِس سے کر سکتا ہے؟ گورُو صاحب بڑے خوبصورت طریقے سے سمجھاتے ہیں:-

ہَوں ہَوں، ہیں ہیں، وِچوں کھووے   دُوجا مِٹیے ایکو ہووے

رام کلی، محلہ ۱ صفحہ ۹۴۳

نانک ساسوہاگن کنتی پِر کے انک سماوے   مُتکھاری، محلہ ۱، صفحہ ۱۱۰۸

پریم پدارتھ پائیے۔ گورُمکھ تت ویچار

سادھن آپ گنوائیا گوُر کے سبد سیگار   سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۶۱

اِسی طرح جب رُوح اُس رحمان الرحیم میں محو و جذب ہو جاتی ہے تو وہ خُود بھی مُجسم محبّت ہو جاتی ہے اور اس کے اندر دوسروں کے لیے بھی محبت اُمڈنے لگتی ہے۔ گورُو صاحب اور دیگر فُقرائے کامل نے رُوح اور خُدا کے عِشق کو سمجھانے کے لیے عورت اور مرد کے اِستعارہ کا اِستعمال کیا ہے۔ گرچہ یہ اِس لاانتہا عِشق کا ایک دُھندلا سا عکس ہی پیش کر سکتا ہے مگر اِس سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ رُوح بشکلِ عورت کو حقیقی لُطف و سکُون فقط خُدا بشکل خاوند کے وصال سے ہی مل سکتا ہے جب رُوح اُس محبُوب کے عِشق میں ڈوب کر 'سہج اوستھا' یعنی رُوحانی عالمِ توازن حاصل کر لیتی ہے تو وہ آٹھوں پہر، دن رات اُس عشق کے سُرور میں مسُرور و محو رہتی ہے۔ تبھی وہ اپنے محبُوب کی مخلُوق سے مُحبت کے قابل ہو سکتی ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں:-

اپنے کنت پیاری ساسوہاگن ، نانک سا سبھرائی

ایسے رنگ راتی سہج کی ماتی ، اہنس بھائے سمائی

سُندر سائے سروپ بچھکّن کہیئے سا سیانی (تلنگ، محلہ ۱، صفحہ ۷۲۲)

پِر چھوڈِیڑی جیو کوَن مِلاوے

رس پریم ملی جیو سبد سُہاوے (گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۴۳)

مندرجہ بالا بیان سے ہی اِس سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ ایسے رُوحانی تجربہ کا دُنیا میں نیک پاک زندگی بسر کرنے پر کیا اثر ہوتا ہے۔ کئی بار یہ اِلزام لگایا جاتا ہے کہ اِس طرح کا روحانی تجربہ دُنیاوی ذمّہ داریوں اور دوسرے فرائض سے مُنہ موڑ کر ایک طرح خود غرضانہ آرام یا سکُون میں محو رہنے کے برابر ہے۔ مغربی مُمالک کے کئی تنقید کاروں نے ہندوستان کے سنتوں و فُقرا پر خاص طور پر یہ اِلزام لگایا ہے کہ وہ زندگی اور اُس کے ضروری کاموں سے فرار کے مُلزم ہیں۔ ہم اوپر دیکھ چُکے ہیں کہ اُس عظیم حقیقت میں محو شخص ہی صحیح معنوں میں نیک و پاک زندگی بسر کر سکتا ہے اور دراصل وہی حقیقی عشق، حقیقی مہر و کرم اور حقیقی فلاح کا مُجسّم ہوتا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں ایک مُرشدِ کامل دُنیا کو الوِداع کہتے وقت اپنا کام اپنے جانشین کے حوالے کر جاتا ہے۔ اِس طرح حقیقی نیکی، حقیقی عشق، حقیقی خدمت اور حقیقی ترک کا چراغ آگے سے آگے جلتا و چلتا رہتا ہے۔ کوئی بھی مُرشدِ کامل دُوسروں کے مصائب سے لاپرواہ نہیں رہتا۔ وہ ترکِ دنیا نہیں کرتا اور صرف اپنی ہی نجات اور ذاتی رُوحانی حصُول سے ہی مُطمئن نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اہلِ دُنیا کو بھی مُشکلات و مصائب سے رہائی کی صحیح راہ دکھاتا ہے۔ اُسے خود غرض نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ جس رُوحانی راہ کو بہترین سمجھتا ہے، دُنیا کو بھی اُسی راہ کا پیغام دیتا ہے مُرشدِ کامل کا زندگی کے تئیں ایک خاص نظریہ ہوتا ہے۔ وہ حقیقی رُوحانیت کے حصُول کو دُنیاوی ضرُوریات کی تکمیل یا دُنیاوی مُشکلات سے نجات سے کہیں زیادہ ضروری سمجھتا ہے۔ مُرشدانِ کامل لوگوں کو رُوحانیت کی حقیقی راہ دکھانا ہی سب سے اعلیٰ بھلائی کا کام اور افضل ترین خِدمت مانتے ہیں۔

مادی نُقطۂ نِگاہ کے لوگوں کے نظریہ اور فُقرائے کامل کے اندازِ فکر میں بُنیادی فرق یہ ہے کہ مادّیت پرَست سمجھتے ہیں کہ اِس دنیا کو کافی حد تک 'سُکھوں کی نگری' بنایا

جاسکتا ہے۔ اور مُعاشرتی بھلائی کے لیئے منصوبے لاگو کیئے جاسکتے ہیں جن سے دُنیا کی حالت بہتر ہوجائے لیکن اِس کے برعکس گوُرو نانک، مہاتما بدھ اور دیگر سنت و فقرائے کامل جانتے ہیں کہ دُکھ دُنیا کی بُنیاد یا جڑ میں ہے۔ اِس دُکھ کی اصل وجہ رُوح کی 'ہومیں' خودی یا خُدا سے علیحدگی ہے۔ جب تک رُوح خُودی کا شکار ہے اور خُدا سے اپنی علیحدہ ہستی بنائے ہوئے ہے، اِس کے غم و آلام ختم نہیں ہوسکتے۔ گوُرو نانک صاحب فرماتے ہیں۔

ہومیں بِکھ پائے جگت اُپایا، سبد وَسے بِکھ جائے　　　مارو محلہ ۱، صفحہ ۱۰۰۹

مطلب: ہومیں، خُودی یا دُکھ دُنیا کی جڑ میں ہے۔ فقط کلمۂ الٰہی یا 'نام' میں محو ہونے سے ہی رُوح اِس غم و آلام سے چھٹکارا پاسکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تمام دُنیا رنج و غم کی چکی میں بُری طرح پِس رہی ہے۔

نانک دُکھیا سب سنسار　　　رام کلی دی وار، محلہ ۳، سلوک محلہ ۱، صفحہ ۹۵۴

یہ دُنیا دُکھوں کا گھر ہے۔ لیکن جو لوگ نام یا کلمۂ الٰہی کے ساتھ ربط قائم کر لیتے ہیں وہ دائمی سکون پا لیتے ہیں:۔

نانک نام رتے سدا سُکھ ہوئے　　　رام کلی، سِدّھ گوشٹ محلہ ۱، صفحہ ۹۴۱

گوُرو صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

بابا جگ پھا تھا مہا جال
گور پرسادی اُبرے سچا نام سمہال　　　مارو محلہ ۱، صفحہ ۱۰۰۹

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

نانک ہومے روگ بُرے
جہہ دیکھاں تے ایکا بیدن۔ آپے بخشے سبد دُھرے　　　بھیرو محلہ ۱، صفحہ ۱۱۵۳

جب تک رُوح، خُدا یعنی وحدانیت سے علیحدہ ہوکر شیطان، نفس اور مادّیت کی پیدا کردہ وقت و مقام کی کثرت، خودی یا 'ہومیں' کا شکار ہے، اُسے کبھی بھی سچّا سکون نہیں مل سکتا۔ جب تک خودی یا 'ہومیں' ہے رنج و غم کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک محدود، لامحدود میں جذب نہیں ہوتا اُس کے غم و آلام کا خاتمہ ممکن نہیں۔ اِس لیے

سنت یا فُقرائے کامل سچے خیر خواہ بن کر رُوحوں کو اِس حقیقت سے آگاہ و آشنا کرتے ہیں۔ وہ رنج و غم کی اِس دُنیا سے نِکلنے کی راہ دکھاتے ہیں اور اِس راہ پر چلنے میں اُن کی اِمداد بھی کرتے ہیں۔ جو لوگ فُقرائے کامل کی اِس حقیقی رُوحانیت کی راہ کو خود غرضی یا بُزدِلی سمجھتے ہیں، دراصل اُن لوگوں نے فُقرائے کامل کی زندگی اور اُن کے رُوحانی پیغام کو سمجھنے کی پُوری کوشش ہی نہیں کی۔

رُوحانیت اور مذہب

عموماً رُوحانیت کو مذہب کا مظہر مانا جاتا ہے۔ اگر مذہب کا مقصد اللہ تعالےٰ سے وصال ہے تو رُوحانیت واقعی مذہبی کام ہے۔ فُقرائے کامل اُس ازلی و ابدی حقیقت کی بات کرتے ہیں جس سے وہ خود وِصال کر چکے ہیں۔ اپنے ذاتی تجربات سے اُن کو عِلم ہوا کہ وہ خُدا یعنی حق بے حد پاکیزہ اور عظیم بیداری ہے۔ وہ نیکی و مُحبت کا مُجسّم ہے۔ وہ ابدی ولافانی ہے اور ہر قسم کے تغیر و تبدل، خودی، نااُمیدی، اور فکر و آلام سے بالا ہے۔ حقیقی رُوحانیت کو اختیار کرنے والے عامل کو اِس حقیقت میں جذب ہو کر ایسی عجیب کیفیت حاصل ہو جاتی ہے جس کا عقل و تخیل سے اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ اگر اِس نظریہ سے رُوحانیت کو مذہب کا بُنیادی عنصر کہا جائے تو بالکل صحیح ہو گا۔ ہاں، اگر کسی خاص مِلّت، اِعتقاد، عقیدہ، کُٹ یا فِرقے کو مذہب مانا جاتا ہے تو رُوحانیت یا رُوحانی تجربات مذہب میں شامل نہیں۔ حقیقی رُوحانیت دُنیا کے کسی خاص مذہب کی حمایت یا مخالفت میں نہیں ہے۔ درحقیقت بجائے اِس سوال کے کہ آیا روحانیت مذہبی کام ہے یا نہیں، سوال یہ ہونا چاہیے کہ کیا رُوحانیت ہی مذہب کی اصل بُنیاد نہیں؟ بِلاشُبہ اِس سوال کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ دُنیا کے زیادہ تر مذہب اور ہندوستان کے تمام مُروجہ مذہب بُنیادی طور پر رُوحانیت اور باطنی تجربات پر مبنی ہیں۔ رُوحانی تجربات یا رُوبرُو و باطنی عِلم، تمام مذاہب کی رُوح ہے۔ قیاس ہے کہ تمام مذہب آغاز میں ایک ہی رُوحانیت یا ایک ہی رُوحانی اندازِ فکر سے اخذ ہوئے تھے۔ مگر وقت گُذرنے کے ساتھ ہر مذہب میں

رُوح کا باطن میں کُل مالک سے وصال کیے ہوئے یعنی خُدا رسیدہ عارف سنت وفقرائے کامل ختم ہوتے گئے اور اُن کے جاتے ہی باطنی رُوحانی عمل کا بھی خاتمہ ہوتا گیا۔

گورُو نانک صاحب کے ظہُور سے ہندوستان میں حقیقی مذہب کا جذبہ پھر سے اُبھرا۔ گورُو صاحب کی آمد سے پہلے لوگ حقیقی رُوحانیت کو بھُول کر بے جان شرعی کاموں اور رسم رواج میں بُری طرح پھنس چکے تھے۔ وہ کئی طرح کے عقائد واِعتقادات میں بندھ کر بہت سے چھوٹے چھوٹے فرقوں اور عقیدوں کے قیدی بن چکے تھے اور اُن میں اِختلاف پیدا ہو چکے تھے۔ مذہب سے اُمید تو یہ کی جاتی تھی کہ وہ اِنسان کے اصلی جوہر کو اُبھار کر اُسے نیکی محبت خِدمت اور قُربانی کا پُتلا بنائے مگر نتیجہ اِس کے بالکل برعکس نِکلا۔ یہ تعجب کی بات نہیں کہ تب لوگ اگر مذہب سے نفرت نہیں کرتے تھے تو وہ اِس میں عقیدت بھی یقیناً کھو چکے تھے۔ مگر گورُو نانک صاحب نے لوگوں کو رُوحانی عمل کا ایسا پاکیزہ طریق بتایا اور ایک ایسی تعلیم دی، جو ہر قسم کے بناوٹی رسوم، شریعت اور رسم ورواج سے پاک تھی اور جس کا نصب العین وصالِ حق تھا۔ اِس لیے اِس کا کسی باہری گروہ بندی اور کور یقینی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ اندرونی طریق ہر قسم کے باہری تعصب سے اوپر تھا۔ اِس طرح گورُو صاحب نے انسان کو نیک عقیدہ اور نیک اعمال کی راہ دکھائی۔ یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا کہ گورُو صاحب فقط انسان اور اللہ تعالےٰ کے درمیان گُم شُدہ رابطہ، رشتہ واعتقاد کو از سر نو بیدار و اُستوار کرنے کے لیے ہی دُنیا میں آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گورُو صاحب نے رُوحوں کو اُس زمانے کے مروجہ بے شمار طریقوں مثلاً کرم یوگ، اَپاسنا یوگ، لَے یوگ، راج یوگ، ہٹھ یوگ، گیان یوگ، بھگتی یوگ و دیگر لاتعداد قسم کی عبادت ریاضت، پُوجا پرستِش، بناوٹی رسموں وغیرہ کی بھُول بھلیاں سے نِکالا۔ آپ نے لوگوں کو زمانۂ قدیم کے کامل فُقرا کا وصالِ حق کے لیے اختیار کیا گیا وہ قدیم طریق بتلایا، جو خُود خُدا نے رُوح کی نجات کے لیے اُس کے باطن میں تخلیق کیا ہوا ہے۔ یہ طریق رُوح کو باطن میں کلمۂ الٰہی سے جوڑنے اور جیتے جی حقیقی نجات حاصل کرنے کی راہ ہے۔

رُوحانی تعلیم

گورُو نانک صاحب سے منسُوب کئے گئے رُوحانی عمل کو 'سُرت شبد یوگ' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اِس عمل کو 'شبد یوگ' 'سہج یوگ' یا 'شبد ابھیاس' بھی کہا گیا ہے۔ مُسلمان فُقرا نے اِسے 'سُلطان الاذکار' کہا ہے۔ اِس عمل میں عامل اپنی توجہ اور رُوح (سُرت) کی رَو سارے جسم سے پُوری طرح سمیٹ کر آنکھوں کے پیچھے ایک نُقطہ پر یکسُو یا مرکوز کرتا ہے۔ اِس نُقطۂ کو رُوحانیت کی زبان میں تیسری آنکھ کہا گیا ہے۔ *

اِس رُوحانی عمل میں عامل کو دُنیا کی طرف کھُلنے والے جسمانی نو دروازے بند کر کے، رُوح کو پُوری طرح 'تیسری آنکھ' میں یکسُو کرنا پڑتا ہے۔ عالمِ بیداری میں رُوح کا یہی اصل جائے قیام و صدر مقام ہے۔ رُوح کو مُسلسل مشق سے اِس نُقطہ یا مرکز پر یکسُو کرنے سے مراقبہ (سمادھی) کی حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ لطیف بیداری کی حالت ہے، جس میں حقیقی لُطف و حقیقی سکُون حاصل ہوتا ہے۔ 'شری آدی گرنتھ' میں رُوح کو دسویں دروازے یعنی آنکھوں کے مرکز، میں سے گُزار کر، نفس و رُوح یعنی مادّیت اور بیداری (ساکن و مُتحرک) کی گانٹھ کھولنے کے طریق کا کئی جگہ پر ذکر آیا ہے۔ گورُو صاحبان اور بھائی گورداس نے آنکھوں کے مرکز کو کئی الفاظ سے بیان کیا ہے۔ دوسرے الفاظ کے علاوہ

---

* اِس کا ذکر کئی دیگر ناموں سے بھی کیا گیا ہے۔ اِس کو 'اندرونی آنکھ' 'ایک آنکھ' یا 'آنکھ' بھی کہا گیا ہے تُلسی صاحب نے اِس کو 'خشخاش کا دانہ' 'سوئی دوار' 'دُور بین' 'مہین دانہ' 'مُکر (شیشہ)' 'تِل' وغیرہ بھی کہا ہے۔ ہندو مہاتما اِسے 'شو نیتر' 'دِویہ چکشو' یا 'تیسرا تِل' کہتے ہیں۔ مُسلمان فُقرا نے اِسے 'نقطۂ سویدا' کہا ہے۔ شاید فرانسیسی مُفکّر رینے ڈیکارٹ (René Descartes) کی پینیل گلینڈ (Pineal gland) سے یہی مُراد ہے۔

اُنھوں نے اِس کو 'دسواں' 'تِل گھر'۔ 'گھر مندر' 'گھر' 'دِوِیہ دِرشٹی'۔ 'تِل' 'دگھر دَر'۔ 'دَر گھر' 'دَر' 'سو دَر' 'مُکت دَوار'۔ وغیرہ کئی ناموں سے یاد کیا ہے۔ گورو امرداس جی فرماتے ہیں :۔

۱۔ نو دَر ٹھاکے دھاوت رہائے　　دَسویں نِج گھر واسا پائے
اوتھے انحد سبد وجے دن راتی　　گور متی سبد سُنا ونیا

ماجھ، محلہ ۳۔ صفحہ ۱۲۴

۲۔ ہر جیو گپھا اندر رکھ کے، واجا پَون وَجایا
وَجایا واجا پَون، نو دوارے پرگٹ کیے، دَسواں گُپت رکھایا
گور دوارے لائے بھاونی، اِکناں دَسواں دوار دِکھایا
تہہ انیک رُوپ ناؤ نَو نِدھ، تِس دا انت نہ جائی پایا

رام کلی، آنند، محلہ ۳، صفحہ ۹۲۲

شری آدی گرنتھ میں کئی جگہ 'گھر مندر'۔ 'تِل گھر' یا صرف 'گھر' کہہ کر بھی اِس کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ مَن کھِن کھِن بھرم۔ بھرم بہُہ دھاوے، تِل گھر نہیں واسا پائیے
گور انکس سبد دارُو سِر دھاریو، گھر مندر آن وسائیے

بسنت ہنڈول، محلہ ۴، صفحہ ۱۱۷۹

۲۔ گھر رہو رے مَن مُگدھ ایانے
رام جپو انتر گَت دِھیانے　　ماروُ محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۰

کہاں چلو مَن رہو گھرے
گورمکھ رام نام ترپتاسے، کھوجت پاوَو سہج ہرے　　آسا محلہ ۱، صفحہ ۴۱۴

مَن بیراگی گھر وَسے، سَچ بھے راتا ہوئے
گیان مہارس بھوگوے، بہُر بھوکھ نہ ہوئے　　سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۲۱

شری آدی گرنتھ میں اِس کو دیگر کئی جگہ 'دِوِیہ دِرشٹی'، 'گھر دَر'، یا 'مُکت دوار' بھی کہا گیا ہے۔

ہر کا گاہک ہووے سو لئے، پائے رتن ویچارا
اندر کھولے دِب دِسٹ، دیکھے مُکت بھنڈارا — آسا محلہ ۳ صفحہ ۴۲۵

دِب درِسٹ جاگے بھرم مُچکائے
گور پرساد پرم پد پائے — مارو محلہ ۳ صفحہ ۱۰۱۶

رام رسائین گورمکھ چاکھے، در گھر محلیں ہر پت راکھے — آسا محلہ ۱ صفحہ ۴۱۵

جِت در دَسے کوَن در کہیئے، درا بھیتر در کون لہے
جِس در کارن پھراں اُداسی، سو در کوئی آئے کہے

رام کلی محلہ ۱ صفحہ ۸۷۷

گھر در مندر جانے سوئی، جِس پورے گور تے سوجھی ہوئی

مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۳۹

نانک مُکت دوارا اَت نِیکا، نانا ہوئے سو جائے
ہومے مَن اَستھول ہے، کیونکر وِچدے جائے

گجری کی وار محلہ ۳ صفحہ ۵۰۹

بھائی گورداس، جن کے کلام کو 'آدی گرنتھ' کی کُنجی کہا جاتا ہے، اس سلسلہ میں مُفصل بیان کرتے ہیں۔ آپ کی دو نظمیں بمعہ پنڈت نارائن سنگھ گیانی کی تشریح ذیل میں درج ہیں:-

رکھت کٹاچھ کر پا ہدن انوپ رُوپ
اَت اسچرج سے نائیکا کہائی ہے
جو جن کی پِتری میں تنک تار کا سیام
تاکو پُرتی بنب تِل بنتا بنائی ہے
کوٹن کوٹان چھب تِل چھپت چھاہ
کوٹن کوٹان سو بھ لو بھ للچائی ہے
کوٹ بر ہمنڈ کے نانک کی نائیکا بھئی
تِل کے تِلک سرب نائیکا مٹائی ہے — کبت ۲۰۴

مطلب: جب رُوح نے، جو نفس اور حواس کی صحبت سے ناپاک ہو گئی تھی، اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور 'تِل' میں پہنچ کر کلمۂ الٰہی کو اپنا مالک بنا لیا تو اُس نے چکا چوند کر دینے والی خوبصورتی حاصل کر لی۔ جس طرح ایک شادی شدہ (سہاگن) عورت اپنے ماتھے پر سندور کی بِندیا لگاتی ہے، اُسی طرح رُوح، جو نو دروازوں سے سِمٹ کر اپنے مالک سے وِصال کے لیے دسویں دوار میں داخل ہوتی ہے، اپنی پیشانی پر خوش قسمتی کی بِندیا لگا لیتی ہے۔ بالفاظِ دیگر رُوح تیسری آنکھ میں داخل ہو جاتی ہے۔ اِس آنکھ کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے۔ کروڑوں مُنوّر تابناک روشنیاں، 'تِل' کے پردے میں جو پوشیدہ ہیں۔ وہ کروڑہا برہمانڈوں (جہانوں) کے مالک کی دُلہن بن جاتی ہے۔ اُس کی پیشانی کی بِندیا کی آب و تاب اِس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اُس کے مُقابلہ میں دوسری تمام عورتوں (رُوحوں) کی چمک بالکل ماند پڑ جاتی ہے۔

پر یتم کی پُتری بیں تنک تار کا سیام
تا کو پرتی بِنب تِل تلک ترلوک کو
بنتا بدن پر پرگٹ بنائے راکھیو
کام دیو کوٹ لوٹ پوٹ اَولوک کو
کوٹن کوٹان رُوپ کی انُوپ رُوپ چھَب
سَکل شِنگار کو شِنگار سرب تھوک کو
کبِجَت کتا چھ کر پا تِل کی اَتُل شوبھا
سُرسُری کوٹ مان بھنگ دھیان کوک کو
کبت ۲۱۳

مطلب:۔ نُقطۂ سویدا (تِل) از حد پاک اور بے حد پُرکشش ہے۔ اِس میں داخل ہونے کے بعد رُوح کو کلمۂ الٰہی کے زیور سے آراستہ ہونے پر جو خوبصورتی مِلتی ہے۔ وہ لا بیان ہے۔ اِس 'تِل' کی پاکیزگی کروڑوں 'گنگا اسنان' کے ثواب سے بھی زیادہ ہے۔ لاتعداد مہتابوں کی روشنی اِس کی چمک دمک اور نُور کے سامنے ماند معلوم ہوتی ہے۔ نُقطۂ سویدا

کی خوبصورتی کی یہی مقناطیسی قوّتِ کشش رُوح کو فوراً اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب وہ رُوحانی عمل سے نو دروازوں کو خالی کر کے، دسویں دوار میں داخل ہو جاتی ہے۔

شبد یعنی کلمۂ اِلٰہی

گورُو نانک صاحب کے کلام میں بار بار آئے لفظ 'شبد' کا کیا مطلب لیا جائے؟ شبد کا لفظی مطلب' لفظ یا آواز ہے۔ کسی مذہبی گیت یا حمد کو بھی 'شبد' کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن فُقرائے کامل و سنتوں کی 'شبد' سے مُراد ایک اعلیٰ ترین شعور و بالاترین حقیقت ہے یہ وہ لا بیاں بیان ہے جسے "زبان ادا نہیں کر سکتی، کان سُن نہیں سکتے، قلم لکھ نہیں سکتا اور بولی یا زبان بیان کرنے سے قاصر ہے"۔ یہ اِنسانی فہم و ادراک سے پرے کی حقیقت ہے۔ یہ ہر قسم کی دُوئی، رِشتہ اور تعلق سے بعید وہ حقیقت ہے جو کائنات کے ذرہ ذرہ اور ہر جاندار کے اندر موجُود ہے۔ گورُو نانک صاحب سمجھاتے ہیں کہ کلمۂ اِلٰہی کے بغیر ہمارے اندر تاریکی ہی تاریکی ہے۔ بغیر کلمۂ اِلٰہی کے نہ تو قالب کی قید ختم ہو سکتی ہے اور نہ آواگون سے نجات ملتی ہے۔ گورُو صاحب سے سِدّھ سوال کرتے ہیں کہ بحرِ ظُلمات سے پار لگانے والا کلمۂ اِلٰہی کہاں رہتا ہے؟ دس قِسم کی ہوا (پَوَن) میں سے وہ کِس کے سہارے ٹِکا ہوا ہے؟

سو سبد کا کہاں واس کتھی اُلے۔ جِت تریئے بھوجل سنسارد
ترے ست انگل وائی کہیئے۔ تِس کہہ کوَن اُدھارد

رام کلی' سِدّھ گوشٹ' محلہ ا، صفحہ ۹۴۴

گورُو صاحب جواب میں فرماتے ہیں کہ کلمۂ اِلٰہی (شبد) ہر ایک کے اپنے اندر ہی ہے۔ یہ حاضر و ناظر ہے۔ جدھر نگاہ ڈالیں کلمہ ہی کلمہ ہے۔ 'شبد' ہی 'شبد' ہے کلمۂ یا 'شبد' ایک ایسی خُود مُختار مکمّل حقیقت ہے' جو خُود اپنی ہی بُنیاد پر کھڑی ہے' کسی پر مُنحصر نہیں ہے۔

سو سبد کو نرنتر واس الکھنگ ، جہاں دیکھاں تہاں سوئی
پون کا واسا سُن نِواسا ، اُکل کلا دھر سوئی

رام کلی سِدھ گوشٹ، محلہ ۱، صفحہ ۹۴۴

شری آدی گرنتھ، میں، شبد کا ذِکر نام (۱) اور بانی وغیرہ دیگر کئی لفظوں میں بھی کیا گیا ہے۔ گورُو امر داس جی کہتے ہیں کہ صدیوں سے چلی آ رہی ندا (بانی) ہی 'شبد' کی شکل میں پہچانی جاتی ہے۔ وہی شیریں اور پیارا 'نام' ہے:۔

جُگ جُگ بانی سبد پچھانی ناؤ میٹھا منہ پیارا — سورٹھ، محلہ ۳، صفحہ ۶۰۲

اسی کو گورُو صاحب نے 'حکم' بھی کہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں تیرا حکم اصل حقیقت ہے جس کا پتہ مُرشد سے مِلتا ہے۔ مُرشد کی راہنُمائی میں چل کر خودی کو دُور کرنے سے اِس حقیقت کا عِلم ہوتا ہے۔

سچا تیرا حکم گورمکھ جانیا
گورمتی آپ گوائے سچ پچھانیا — رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۱۴۴

اِسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ اے مالک! تیرا حکم، تیرا نام، تمام عالم اور پاتال کے بھی چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ وہ کلمۂ اِلٰہی ہی مالکِ حقیقی بن کر ہر جگہ موجود ہے، حاضر و ناظر ہو رہا ہے۔ تیری رحمت سے ہی ہم اُس کلمۂ اِلٰہی کو پا سکتے ہیں۔

چھوں دِس حکم ورتے پربھ تیرا ، چھوں دس نام پتالنگ
سب مہہ سبد ورتے پربھ ساچا، کرم مِلے بیاآ لنگ

ملار محلہ ۱، صفحہ ۱۲۷۵

صاف ظاہر ہے کہ گورُو صاحب نہ صرف کلمۂ اِلٰہی (شبد) اور حکم کا ہی بلکہ حق

---

(۱) شری گورُو گرنتھ صاحب، میں 'شبد' خاص طور پر 'نام' کے معنے میں آیا ہے۔ گورُو گرنتھ صاحب میں جو 'نام' کا مطلب ہے، وہی مطلب 'شبد' کا ہے۔

شری گورُو گرنتھ کوش صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۵

یا خُدا کا بھی ایک ہی معنی میں اِستعمال کر رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل شعر (پَد) میں بھی آپ 'ناد'، 'شبد'، 'دُھن'، 'سچ'، 'رام اور' نام' کا ایک ہی معنی میں اِستعمال کر رہے ہیں:

نانک نِرمل ناد سبد دُھن ، سچ رامے نام سمائیدا   مارُو محلہ ا صفحہ ۱۰۳۸

انجیل میں اِس طاقت کو 'ورڈ' کہا گیا ہے۔ سینٹ جان کے مُطابق "آغاز میں ورڈ تھا۔ ورڈ خُدا کے ساتھ تھا۔ اور ورڈ ہی خُدا تھا۔" ویدوں میں اِس کو 'ناد' یا 'آکاش وانی' کہا گیا ہے۔ مُسلمان فقرا نے اِسے کلمہ (شبد) 'ندائے آسمانی' (آکاش وانی)، بانگِ آسمانی (آکاش کی آواز) اِسمِ اعظم (سب سے بڑا نام) یا سُلطان الاذکار (سِمرن کا بادشاہ) کہا ہے۔

گورُو صاحب کے اقوال سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلمہ کے دو پہلو ہیں، آواز اور روشنی۔ ندا و نور :۔

۱۔ انتر جوت نِرنتر بانی ، ساچے صاحب سیوں لِو لائی

سورٹھ، محلہ ا، صفحہ ۶۳۴

۲۔ انتر جوت سبد دُھن جاگے، ستگورُ جھگر نبیرے

گوُجری، محلہ ا، صفحہ ۴۸۹

۳۔ سِنگی سُرت اناحد واجے، گھٹ گھٹ جوت تُمہاری

رام کلی، محلہ ا، صفحہ ۹۰۷

سب سے بالائی رُوحانی منزل پر پہنچنے کے لیے عامل کی راہ میں آواز و روشنی دونوں کا ہونا لازمی ہے۔ جیسے راہ گم کردہ اِنسان تاریکی میں کہیں دُور سے آتی ہوئی آواز کو سُن کر اپنا رُخ قائم کر لیتا ہے اِسی طرح کلمۂ اِلٰہی عامل کی رُوح کو اپنے اصل کی طرف کھینچتا ہے۔ جِس طرح باہر کی روشنی راستے کے نشیب و فراز سے بچاتے ہوئے، سفر طے کرنے میں اِمداد کرتی ہے، اُسی طرح کلمۂ اِلٰہی کا اندرونی نُور عامل کو بے شمار رُوحانی رُکاوٹوں سے بچاتا ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں: اے مالک! تیرے نُور کی کرنیں باطن میں ہر طرف پھیل رہی ہیں اور نغمۂ ربّی (انحد شبد) کی شیریں نے اندر سُنائی دے رہی ہے۔

پسری کرن جوت اُجیالا۔ کر کر دیکھے آپ دیالا
انحد رُنجھنکار سدا دُھن نربھو کے گھر وائیدا
مارو، دکھنی، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۳

کلمۂ الٰہی کی شیریں آواز اُس کُل مالک، قادرِ مُطلق میں سے ظہور پاکر، تمام کائنات کی تخلیق کرکے، اُن کی بنا ہی ہوئی ہے۔ اِسے یوں کہا جائے کہ وہ کُل مالک رُوحانیت کا بحرِ بے کراں ہے اور رُوح اُس سمندر کا ہی ایک قطرہ ہے تو کلمۂ الٰہی اُس سمندر سے نکل رہا ایسا بڑا دریا ہے جو تمام نچلے طبقات کی زندگی کی رَو کا اِنحصار یا بُنیاد بنا ہوا ہے۔

کلمہ ہی کُل مالک کی ذاتی صورت ہے اور کلمہ ہی حقیقی جوہرِ اعظم ہے۔ کلمۂ الٰہی کی ندا ہی تمام کائنات میں گونج رہی ہے۔ یہی زندگی اور آگاہی کا اصل منبع ہے۔ اِس کلمۂ الٰہی کو خُدا کی حاضر ناظر، صورت کہہ سکتے ہیں یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ قادرِ مُطلق خُدا، کلمہ کی صورت میں، ہی حاضر و ناظر ہے۔ اور رُوح اور کلمہ کی ذات یا جوہر ایک ہی ہے۔ اِس لیے جس طرح مقناطیس سوئی کو اپنی طرف کھینچتا ہے، کلمہ بھی پُوری طاقت سے رُوح کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اِسی لیے اِس رُوحانی عمل کو سُرت شبد یوگ، کہا جاتا ہے یعنی اِس میں سُرت یا رُوح کو بالائی طبقات سے آرہے کلمۂ الٰہی کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔

اِسی رُوحانی عمل کا ذکر کرتے ہوئے گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ ہم رُوح کو کلمۂ الٰہی سے جوڑ کر دُنیا کے بحرِ ظلمات سے پار اُتر سکتے ہیں:

سُرت سبد بھو ساگر تریئے۔ نانک نام بکھانے
رام کلی، سِدّھ گوشٹ، محلہ ۱، صفحہ ۹۳۸

مزید فرماتے ہیں کہ دُنیادار لوگ رُوح کو کلمۂ الٰہی سے جوڑنے (سُرت شبد یوگ) کا طریق بنا مُرشد کے کیسے جان سکتے ہیں؟ اور بغیر اِس طریق کی جانکاری کے وہ حیات و موت کے چکر سے نکل نہیں سکتے۔:

ساکت نر سبد سُرت کِو پائے
سبد سُرت بن آئیے جائیے
مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۴۲

مُسلمان فُقرا نے بھی اِس خیال کا اِسی طرح اِظہار کیا ہے۔ صُوفی فقیر شاہ نیاز فرماتے ہیں کہ تو اُس ازلی وابدی کلام یعنی کلمۂ اِلٰہی کو سُن، جس کا نہ کوئی آغاز ہے نہ انجام۔ وہ کلام سُن کر تُو حیات و موت کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔

بِشنو یک کلامِ لا مَقطُوع
از حدوث و فنا بُود مَرفوع

مولانا روم بھی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں: اے بہادر! تُو آسمان اپنے پاؤں کے نیچے لے آ اور آسمان سے آ رہی ندا کو سُن:۔

چرخ را در زیرِ پا آر اے شُجاع
بِشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع

مزید برآں مولانا روم اِس کلمۂ الٰہی کے رُوحانی تجربہ کا اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جب کئی قسم کی شیریں و دلاویز موسیقی سُنی تو مجھے مندر و مسجد دونوں ہی کافر معلُوم ہونے لگے یعنی میرے لیے اِس کلمۂ اِلٰہی میں محو ہونا ہی حقیقی مذہب بن گیا اور مجھے کِسی قسم کے باہری مندر مسجد اور اُن سے متعلقہ مذہبی رسُوم کی ضرورت نہ رہی:۔

نغمہ ہا نیک شُنیدم و ندا با وافر
کعبہ و بُت خانہ بنظرم شُدہ ہر دو کافر

جیتے جی مرنا

ہندوستان میں عوام کا اِعتقاد ہے کہ اگر ہم زندگی میں نیک کام کرتے رہیں تو موت کے بعد نجات مل جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم دورانِ حیات نجات کی اونچی اور پاک حالت و کیفیت حاصل نہیں کر سکتے؟ کیا ہم جیتے جی موت کی دہلیز سے پار نہیں جا سکتے؟ حالانکہ دُنیا کا کہنا ہے 'نہیں، نہیں' تاہم گورُو صاحب یقین دِلاتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ اُنھوں نے خود جیتے جی یہ کیفیت حاصل کی اور ہمیں بھی اِسے پانے کا طریق سکھلاتے ہیں۔ اگر ہم دورانِ حیات نجات حاصل نہیں کر پائینگے تو اِس بات کا کیا

یقین کر بعد از مرگ ضرور نجات پالیں گے۔

گورُو صاحب کے کلام سے اِس بات کے ثبوت مِلتے ہیں کہ آپ حسبِ خواہش جب چاہتے موت کے دروازے سے پار جاسکتے تھے۔ اور جب چاہتے واپس آسکتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

رِنت رِنت مراں تے رِنت رِنت جیواں
گور ایسی جُگت بتائی ہے — پران سنگلی

حقیقی رُوحانیت کی تعلیم دینے والے تمام مذاہب میں موت کے دروازے کو پار کرنے کے عمل کا ذکر ملتا ہے۔ اُپنیشدوں سمیت ہندوستان کی تمام قدیمی مذہبی کُتب (گرنتھوں) میں اِس بات کی شہادت موجود ہے۔ کٹھ اُپنشد (۴-۲) میں ذکر ہے کہ جو اِنسان جیتے جی اپنی پہچان نہیں کرتا اُس کو بار بار زندگی و موت کے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ اِسی اُپنشد (۱۳-۶) میں کہا گیا ہے کہ جو شخص زندگی کے دوران اپنے آپ کی پہچان نہیں کرتا، وہ اِس بات کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا کہ بعد از مرگ اُسے کتنی تکلیفات کا سامنا کرنا ہوگا۔

مُسلم مذہبی کُتب میں درج ہے کہ موت سے پہلے مَرو، "موتو قبل ان تو موتو"۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ اے رُوح! تو موت سے پہلے اوپر اُٹھ اور پیش از مرگ اُس درگاہ ایزدی اور مقامِ ابدی کے دیدار کرلے۔

خیزبر ایستاں، بیا پیش از اجل — دَر نگار شاہی و مُلکِ بے خلل

اپنے باطن میں یہ بالائی رُوحانی تجربہ حاصل کرنا، زِندہ مَرنے کے طریقِ عمل کے برابر ہے۔ اِسی لیے گورُو صاحب نے اِسے 'جیتے جی مرنا' کہا ہے۔ موت کے وقت رُوح کی رَو آہستہ آہستہ جسم کے نِچلے حِصّہ سے اوپر کی طرف سِمٹتی جاتی ہے۔ فُقرائے کامل رُوحانی عمل کے دوران رُوح کو جسم کے تمام نِچلے حِصّوں سے سمیٹ کر باطن میں (تیسری آنکھ) نُقطۂ سویدا پر مرکوز کرنے کا عمل کرتے ہیں۔ عام آدمی کا موت پر کوئی زور نہیں چلتا وہ موت کے وقت مَرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن اِس رُوحانی عمل کا عامل اپنی مرضی سے

رُوح کو جسم میں سے سمیٹتا ہے۔ علاوہ ازیں عام اِنسان کے لیے موت بہت تکلیف دِہ ہوتی ہے۔ اور وہ جسم میں واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، سُلطان الاّذکار (سُرت شبد یوگ) کا عامل، جو موت پر فتح پا چکا ہے، جب چاہے جسم کو خالی کر سکتا ہے اور جب چاہے اِس میں واپس آ سکتا ہے۔ گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جِس گھر میں مرکر جانا ہے اُسے جیتے جی مرکر جیت لینا چاہیئے :۔

موئیا جِت گھر جائیے تِت جِیوندیاں مَر مار سری راگ محلہ ا صفحہ ۲۱

آپ فرماتے ہیں کہ ایسے یوگ کی مشق کرنی چاہیے، جس سے جیتے جی مرنے کا طریق آجائے۔

نانک جیوتا مر رہیئے۔ ایسا جوگ کمائیے سوہی، محلہ ا صفحہ ۷۳۰

اِس طرح حسب خواہش جیتے جی مرنے کا عمل کرنے سے رُوح کی بالائی رُوحانی منزلوں میں رسائی ہوجاتی ہے اور تمام غم و آلام، حیات و موت کی قید و بند سے رہائی مل جاتی ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی ہستی کو کلمۂ اِلٰہی میں فنا و جذب کر دیتا ہے، اُس کو اِس دارِ فانی سے دائمی نجات مِل جاتی ہے۔ وہ دوبارہ زندگی اور موت کے چکر میں نہیں آتا :۔

سبد مرے سو مَر رہے پھر مرے نہ دُوجی وار

سری راگ، محلہ ا صفحہ ۵۸

گورُو نانک صاحب نے ہی نہیں، بیرونی فُقرائے کامل و سنتوں نے بھی اِس حقیقت کا ذکر بڑے زور دار الفاظ میں کیا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مرنے میں، یہ راز پوشیدہ ہے۔ کہ اِس طرح مرنے سے اُس رحمان الرحیم کا لا اِنتہا فضل و کرم مِل جاتا ہے :

سِرّ موت را قبل از موت این بود کز پائے مُردن غنیمتہا رسد

سائیں بُلھے شاہ بھی اپنی کافیوں میں فرماتے ہیں کہ اگر تو مرنے سے پہلے مرجائے تو تجھے ثمرہ حاصل ہوجائے گا :۔

جے توں مریں مرن توں پہلوں مرنے دا مُل پا دیں گا

جیتے جی مرنے یعنی زندہ مرنے کی یہ تعلیم فقط مشرق کے فُقرا و سنتوں نے ہی نہیں دی، بلکہ حضرت عیسٰے بھی فرماتے ہیں کہ خُدا کی درگاہ میں داخل ہونے کے لیئے اِس زندگی میں دوبارہ جنم لینا، ضروری ہے (جان ۳-۳-۱) حضرت عیسٰے اپنے متعلق فرماتے ہیں: "کوئی بھی مجھ سے میری زندگی نہیں چھین سکتا۔ کیونکہ میں اپنی مرضی سے زندگی کو ترک کرتا ہوں۔ مجھے یہ قوت و صلاحیت حاصل ہے کہ جب چاہوں مَرجاؤں اور جب چاہوں زِندہ ہو جاؤں یہ حکم یا طاقت مجھے میرے باپ سے مِلی ہے۔" (جان ۱۸-۷)۔

سُقراط نے بھی اپنے اقوال میں فرمایا ہے کہ میں جب چاہوں، جسم کے اندر جا سکتا ہوں اور جب چاہوں اِس سے باہر آسکتا ہوں۔ بالکل اُسی طرح جیسے کوئی شخص اپنے گھر کے اندر باہر آتا جاتا ہے۔ اِس سے مجھے دائمی سرور اور گہرا سکون مِلتا ہے۔

خُدا باطن میں ہے

وہ لامحدود خدا، محدود ذی روح میں سمایا ہوا ہے۔ وہ غیر مجسم کُل مالک گوشت پوست کے پردے میں پنہاں ہے۔ وہ قادرِ مطلق جامۂ اِنسان میں پوشیدہ ہے۔ گورو نانک صاحب نے بار بار اِس حقیقت پر زور دیا ہے :-

ساجو دُور نہ جانیئے۔ انتر ہے سوئی آسا محلہ ۱، صفحہ ۴۱۱

گھٹ گھٹ انتر برہم لُکایا گھٹ گھٹ جوت سبائی

سورٹھ محلہ ۱، صفحہ ۵۹۷

گورو صاحب جب یہ فرماتے ہیں کہ وہ کُل مالک جامۂ اِنسان میں ہے تو اُن کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ خدا اِس مادّی و کثیف جسم کا ہی حصّہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ڈاکٹر لوگ جسم کی چیر پھاڑ کر کے اُسے یقیناً ڈھونڈ نکالتے۔ وہ خدائے برتر، لطیف و نور ہے۔ اِس لیے بلاشبہ گو وہ ہمارے اندر ہے مگر جسم کو مارنے سے ہم اُسے، نہیں مار سکتے۔ وہ جسم، نفس اور حواس سے بعید ہے۔ اِس لیے فانی جسم کی موت کا اُس پر کوئی اثر نہیں

ہوتا۔ دراصل خُدا نہ تو مادّی جسم کا حصّہ ہے اور نہ ہی اِس میں بل سکتا ہے۔ گورُو صاحب کے اِس قول کا کہ خُدا ہمارے اندر ہے، حقیقی رُوحانی مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی رُوح کو اندر یکسُو کر کے باطن میں اُس خُدا کو پا سکتے ہیں۔ اِس بارہ میں گورُو صاحبان کے قول قابلِ غور ہیں:۔

کائیا اندر آپے وَسے، اَلکھ نہ لکھیا جائی
مَن مُکھ مُگدھ بُوجھے ناہیں، باہر بھالن جائی
سوہی، محلہ ۳، صفحہ ۷۵۴

پُہپ مَدھ جیوں باس بَست ہے، مُکر ماہیں جیسے چھائی
تَیسے ہی ہَر بَسے نِرنتر، گھٹ ہی کھوجو بھائی
دھناسری، محلہ ۹، صفحہ ۶۸۴

گورُ پَرسادی دیکھ تُوں ہَر مَندر تیرے نال
پربھاتی، محلہ ۳، صفحہ ۱۳۴۶

نفسیات کا مشہور اصُول ہے کہ طالبِ علم میں مُتعلقہ چیز یا شے کا عِلم حاصل کرنے کی صلاحیت ہونا چاہیے، مثلاً ہماری آنکھیں اپنی قوت سے زیادہ یا کم روشنی والی جگہ میں نہیں دیکھ سکتیں۔ اِسی طرح کان اپنی طاقت سے اونچی یا نیچی آواز نہیں سُن سکتے۔ جو آوازیں کانوں کی قوتِ سماع کے دائرے سے پرے ہیں اُن کو سُننے کے قابل بننے کے لیے ہم کئی طرح کے سائنسی آلہ جات کا استعمال کرتے ہیں۔ اِسی طرح بہت چھوٹی یا دُور والی اشیا کو دیکھنے کے لیے ہم خُورد بین یا دُور بین کا اِستعمال کرتے ہیں۔ یہی اصُول تمام مادّی دُنیا کے ایک سطح پر موجود اِنسانوں اور اشیا پر یکساں طور پر عائد ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم لطیف طبق کی کوئی چیز دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں لطیف بننا پڑے گا۔ وہ حقِ اعظم لطیف سے لطیف تر ہے۔ اِس لیئے اُس سے باخبر ہونے یا اُس کا رُوبرُو دیدار پانے کے لیے ہمیں بھی اپنی لطیف ہستی میں جانا ہوگا۔

گورُو نانک صاحب سمجھاتے ہیں کہ مادّی دُنیا کے متواتر بدلتے رہنے والے مناظر ہمارے سامنے حقیقت پر پَردہ ڈال دیتے ہیں۔ اُپنشد اِس امر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مادیّت (مایا)، حقیقت پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ اِس لیے وہ ہمیں نظر نہیں

آتی۔ اِس مادّیت کے پردہ کو چیر کر ہی ہم اُس کے پیچھے پوشیدہ حق و حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں۔

مزید برآں گورُو صاحب کا "خُدا اندر ہے" کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خُدا باہر نہیں ہے گورُو صاحب کا فقط اِتنا ہی مطلب ہے کہ جب تک ہم خُدا کے دِیدار اندر نہیں کر لیتے، ہم کبھی باہر بھی اُس کے دِیدار نہیں کر سکتے۔ اِس لیئے مغربی مُفکرین کا اِس زُمرہ میں یہ سمجھنا کہ باطنی اور باہری تجربات ایک دوسرے سے بالکل مُنفرد، آزاد یا علیحدہ ہوتے ہیں، اصلیت کو دیکھنے کا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خُدا کا جلوہ باہر دیکھ سکنے کا اِمکان، اندر اُس کے باطنی دِیدار پر مُنحصر ہے۔ اِس لیے باطنی رُوحانی تجربہ کو پہلا درجہ حاصل ہے اور باہر خُدا کا جلوہ دیکھنے کی بات بعد ازاں آتی ہے۔

مُرشدِ کامل

فُقرا کا رُوحانیت کو بیان کرنے کی تشریح و تفصیل میں تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے مگر تمام فُقرائے کامل نے رُوحانی ترقی کے لئے مُرشدِ کامل اور اُس کی راہ نمائی کی ضرورت پر برابر زور دیا ہے۔ وہ سب اِس بات پر مُتفق ہیں کہ رُوحانی ترقی کر کے وصالِ حق کے لیے مُرشدِ کامل از حد لازمی ہے۔ اُس کی اِمداد کے بغیر اِس مقصد میں کامیابی حاصل کر پانا ناممکن ہے۔ دراصل رُوحانیت کے کسی بھی نظریہ یا اندازِ فکر کو صرف اُس کے قاعدے قانون اور اُصول کی بِنا پر ہی جانچا نہیں جا سکتا۔ قابلِ غور بات تو یہ ہے کہ اُس راہ نما کی رسائی یا پہنچ کہاں تک ہے؟

کسی بھی ہُنر کو سیکھنے کے لیے دو امر نہایت لازمی ہیں۔ کوشش اور طریق ــــ بغیر چلے نہ تو سفر ختم ہوتا ہے اور نہ ہی منزل پر پہنچا جا سکتا ہے۔ بغیر مشق کسی بھی ہُنر میں مہارت نہیں ملتی۔ یہی اُصول رُوحانی سفر پر بھی عائد ہوتا ہے۔ کوشش اور مشق کے بغیر بالائی رُوحانی تجربہ ہونا ممکن نہیں۔

لیکن صرف کوشش اور محنت ہی کافی نہیں۔ جب تک ہماری کوشش کا رُخ

ٹھیک نہیں اور ہم صحیح راہ پر نہیں چلتے، تب تک فائدہ ہونا تو درکنار نقصان کا ہی اندیشہ بنا رہے گا۔ اگر ہم کسی ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے کے لیے بڑی چستی اور تیزی سے چلیں مگر اپنا مُنہ مخالف سمت کو کریں تو جتنا زیادہ دوڑتے جائیں گے اُتنا ہی منزل سے دور ہوتے جائیں گے۔ کئی مُتلاشیانِ حق کے دل میں اُس عظیم حقیقت کو جاننے کی شدید طلب و تمنا اور سچی تڑپ تو ہے مگر اُسے پانے کے اصل طریق کا علم نہیں ہے گورُو امرداس جی فرماتے ہیں کہ وصالِ حق کے لیے پرستش تو سب کرتے ہیں مگر اُن کو عبادت کے صحیح طریق کا عِلم نہیں :-

پُوجا کرے پر بدھ نہیں جانے (رام کلی، محلہ ۳، صفحہ ۹۱۰)

جب دُنیا کے کسی معمُولی کام کو سیکھنے کے لیے بھی اُستاد کی ضرورت ہے تو رُوحانی راہ پر چلنے کے لیے تو راہ کے واقفکار راہبر کی کہیں زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اِس سفر کا مُسافر نہ تو اِس راہ سے واقف ہے اور نہ ہی اِس پر اکیلے چلنا خطرہ سے خالی ہے۔ یہ راہ کئی قسم کی دُشواریوں، آفات و خطرات سے پُر ہے۔ خواجہ حافظ شیرازی کا قول ہے کہ اگر مُرشد مصلے کو شراب میں رنگنے کے لیے فرمائے تو اُس کے حُکم کی تعمیل کر کیونکہ جس راہ پر وہ خود چل چُکا ہے وہ اُس کے نشیب و فراز و راہ و رسم سے بےخبر نہیں:

بمے سجّادہ رنگیں کن گرت پیرِ مُغاں گوید
کہ سالک بےخبر نہ بوَد زِ راہ و رسمِ منزلہا

مولانا روم مزید تفصیل سے فرماتے ہیں کہ تیرا سفر کئی مُشکلات و خطرات سے پُر ہے۔ اس لیئے تُو راہ کے واقفکار و جانکار کو ضرور ساتھ لے۔ جو کوئی بھی بغیر مُرشدِ کامل کے اِس راہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، شیطانی قوتیں اُسے گمراہ کر کے غم و آلام کے کنویں میں پھینک دیتی ہیں۔ اگر تیرے سر پہ مُرشدِ کامل کا ہاتھ نہیں تو شیطان ہمیشہ تیرے اندر وہم، شکوک اور شبہات پیدا کرتا رہے گا۔ تُم سے پیشتر تم سے کہیں زیادہ عقلمند لوگ اکیلے سفر کرنے کی بےوقوفی کے باعث شیطان کے ہاتھوں بہت نقصان اُٹھا چکے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔ مُرشد کی تلاش کر کہ مُرشد کے بغیر یہ سفر خوف و خطر سے پُر ہے۔ وہ راہ جو تُو نے نہیں دیکھی دیکھ! اُس پر بغیر راہبر کے تنہا مت چل۔ جو کوئی بھی بغیر مُرشد اِس راہ پر گیا ہے، اُسے شیطانی قوتوں نے گمراہ کر کے کنویں میں ڈال دیا ہے۔ اے راہرو، اگر تجھ پہ مُرشد کا سایہ نہ ہوگا تو تجھے یہ شیطانی قوتوں کی آوازیں ہراساں و پریشاں کریں گی۔ یہ شیطانی طاقتیں تجھے گمراہ کر کے آفات میں ڈال دیں گی اور تیری کاہلی کے باعث تجھے اِسی راہ میں ڈالے رکھیں گی:

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست از پُر آفت و خوف و خطر
آں رہے کہ ندیدہ ہستی تُو ہیچ ہیں، مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
ہر کہ اُو بے مُرشد در راہ شُد اُو ز غولاں گمراہ و در چاہ شُد
گر نباشد سایۂ پیر، اے فضول پس تُرا سرگشتہ دارد، بانگِ غُول
غولت از راہ افگند اندر گزند از تُو داہی تُو دریں راہ بس بُدند

(مولانا روم)

گورُو نانک صاحب سمجھاتے ہیں کہ ہمارا دُنیا میں موجود ہونا اور آواگون یا حیات و موت کے چکر کا حصّہ بنا رہنا ہی اِس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ ہم فقط اپنی ہی کوشش سے اِس چکر سے نہیں نکل سکتے۔ گورُو ارجن دیو صاحب نے بڑے خوبصورت طریقہ سے سمجھایا ہے کہ اے خُدا، اگر رُوح خود ہی تم سے وِصال کر سکتی تو کس کا دِل کرتا کہ تُم سے جُدا رہ کر ہجر و فراق میں تڑپتا رہے۔ اُس کُل مالک سے وِصال اور لُطفِ وصال صرف مُرشدانِ کامل کی صُحبت کے فیض سے ہی مِل سکتا ہے۔

آپن لیا جے مِلے، وچھڑ کیوں رووَن
سادھو سنگ پراپتے، نانک رنگ مانن

بارہ ماہ، ماجھ، محلہ ۵، صفحہ ۱۳۴

گورُو نانک صاحب کا کلام ہی نہیں بلکہ سری آدی گرنتھ صاحب کی تمام تر بانی ہی مُرشد کامل کی عظمت و محبّت سے بھرپُور ہے۔ پروفیسر پُورن سنگھ کا کہنا ہے کہ گورُو نانک کے بعد آنے والے پنجاب کے تمام صُوفی سنتوں نے گورُو صاحب کی لَے میں

ہی اپنے پنجابی گیت لکھے ہیں:"(28) بھائی گور داس کے کلام کا بھی کُلّی جذبہ یہی ہے۔ پروفیسر پُورن سنگھ اپنی کتاب "دی سپرٹ آف اورینٹل پوئٹری" میں بھائی گور داس کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ مُرشد کا لمس حاصل ہونے سے باطن میں نُور بھر جاتا ہے۔ کثافت و غلاظت دور ہوجاتی ہے اور رُوح کی راہ میں عشقِ مُسلسل کا نُور لگاتار برستا رہتا ہے۔ مُرید جاگتے ہوئے بھی سویا رہتا ہے۔ اور وہ مُرشد کے کرم سے خُدائے پاک کی مانند پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ بھائی گور داس تو مُرشد کے بغیر مُرید کا تصوّر ہی نہیں کر سکتے کیونکہ دونوں کے وصال سے ہی دُنیا میں رُوحانیت کی اِلٰہی زندگی کا ظہُور ہوتا ہے۔ مُرید کو جہاں تک اُس کی نظر جاتی ہے، نُورانی زندگی نظر آتی ہے۔ اُسے ہر چیز اظہارِ عشق کے الفاظ معلوم ہونے لگتی ہے۔ وہ عشقِ اِلٰہی جو مُرشد و مُرید کے درمیان ہے، اُس کے باعث اُسے اپنا مُرشد جامۂ انسان میں خُدا کی صُورت ہی نظر نہیں آتا بلکہ اُسکا دِل مُرشد کے عِشق میں اِتنا محو رہتا ہے کہ اُسے اپنے مُرشد کے سِوا اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اپنے کلام میں ایک جگہ آپ فرماتے ہیں "میرے دل میں آبِ حیات کے نُور کی مئے جانفزا کا ایک قطرہ ٹپکا دے۔ پارسائی کے تمام اُصُول توڑ دے اور وہ 'پرہیزگار' جو یہ مئے حیات نہیں پیتے، میرا نام اُن کی فہرست سے کاٹ دے"(29)

گورُو گوبِند سنگھ جی کے عقیدتمند بھائی نند لال گویا اپنے 'زندگی نامہ' میں مُرشد کامل کی عظمت بڑے نرالے ڈھنگ سے یوں بیان کرتے ہیں:۔ "تجھ پر مُرشدِ کامل کی زبانِ مُبارک سے ہی رمُوزِ اِلٰہی آشکار ہوں گے۔ مُرشد کامل کا دِیدار ہی خُدا کا جلوہ ہے۔ خُدا مُرشدِ کامل کی صُورت میں ہی ظہُور پذیر ہوتا ہے۔ اِس لیے تُو مُرشد کی صُورت اپنے دِل میں نقش کرے۔ جس دل میں مُرشدِ کامل کی صورت نقش ہوجاتی ہے وہاں کلمۂ اِلٰہی بھی جگہ بنالیتا ہے:۔ (30)

مُرشدِ کامل بُود دیدارِ حق — کز زبانش بشنوی اسرارِ حق
صُورتِ حق مُرشدِ کامل بُود — نقشِ اُو قائم درونِ دِل بُود
نقشِ اُو چوں دردِلِ کس جا کُند — حرفِ حق اندر دِلش ماوا کُند

مُرشدِ کامل کی ضرورت

مُرشدِ کامل کا عشق کیا ہے ؟ اِس سوال سے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ مُرشد کامل ہے کیا ؟ اگر مُرشدِ کامل بھی ایک عام فانی اِنسان ہے تو اُس سے عشق واُلفت کی بجائے کیوں نہ سیدھا اُس اللہ تعالیٰ خُدائے برتر سے ہی عشق کیا جائے جو کائنات کے ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا ہے ؟ عشقِ اِنسان کا حقدار صرف غیر آلُود اور کُل مالک ہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ فقط کُل یعنی مکمل کا عشق ہی ہمیں دُنیا یا (اور) اِس کی محبت، چاہ اور لگاؤ سے آزاد کر سکتا ہے۔ جو خُود اُدھُورا یا نا مکمل ہے، اُس کی محبت ہمیں مادّی توہمات میں ہی گھماتی و بھٹکاتی رہے گی۔ وہ ہمیں حیات و موت کے چکر سے نجات نہیں دلا سکے گی۔

مگر، — اور یہ 'مگر' بہت اہم ہے — اُس ہر جگہ موجُود، غیر مُجسم اللہ تعالیٰ کو اپنی محبت، عقیدت و جذبات کی بُنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اب، جو جذبات کے دائرہ میں نہیں آسکتا وہ عشق کے دائرہ میں بھی نہیں آسکتا۔ اُس سے عشق نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل ایسی حقیقت سے عشق کرنا، اُس کی عبادت کرنا تو درکنار، اُس کے متعلق تو یقینی طور پر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کی کوئی ہستی ہے بھی یا نہیں۔ یہ امر تو ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کسی شخص یا ہستی سے عشق کرنے کے لیے اُس کی ہستی یا وجُود کا ہونا یقیناً لازمی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اِنسان کی اِس مُشکل سے ناواقف نہیں۔ اِس لیے اُس نے مُرشدانِ کامل کو اِس دُنیا میں ہر وقت و زماں میں بھیجنے کا قانُون بنایا ہے۔ جس کے تحت مُرشدانِ کامل بھٹکی و بھوُلی رُوحوں کو پیغامِ حق دینے اور راہ نمائی کے لیے گاہے گاہے دُنیا میں آتے رہتے ہیں۔ 'اُس' کے بھیجے ہوئے سنت و مُرشدانِ کامل تاریکی میں بھٹکتی رُوحوں کو کلمۂ الٰہی، شبد یا نام کے راز کا نُور دیتے ہیں، جس کے عمل و شغل سے رُوح حیات و موت کے چکر سے نجات پا لیتی ہے۔ گورُو صاحب مزید فرماتے ہیں کہ کلمۂ الٰہی

کے بغیر نجات نہیں مِلتی اور مُرشدِ کامل کے بغیر کلمۂ الٰہی کا راز حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خُدا نے خُود اپنے مِلنے کا یہی قُدرتی قاعدہ بنایا ہے:۔

۱۔ بِن گوُر سبد نہ چھوٹیے دیکھو ویچارا
جے لکھ کرم کماوہی بِن گوُر اندھیارا
اندھے عقلیں باہر کیا تِن سیوں کہیئے
بِن گوُر پنتھ نہ سُوجھئی کِت بِدھ نِربہیے   گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۲۹

۲۔ سچے سبد سچی پت ہوئی۔ بِن ناوے مُکت نہ پاوے کوئی
بِن ستگوُر کوئی ناؤ نہ پائے۔ پربھ ایسی بنت بنائی ہے   مارو، محلہ ۳، صفحہ ۱۰۴۶

اِس سے معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا نے خود ہی رُوحوں کی نجات کے لیے مُرشدانِ کامل کی صورت اختیار کر کے دُنیا میں آنے کا قاعدہ بنایا ہے۔ مُرشدِ کامل اُس خُدا کی ہی ظاہرہ صوُرت ہے۔ کیونکہ فقط اُس کی ظاہرہ شکل سے ہی عشق کیا جا سکتا ہے۔ اگر صرف بذریعہ عشق ہی خُدا سے وِصال کیا جا سکتا ہے تو خُدا سے وصال کے وسیلے میں مُرشدِ کامل ایک لازمی کڑی ہے[1] گورُو صاحب 'دکھنی اونکار' میں نہایت خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں کہ ہر شخص خُدا سے دُعا کرتا ہے کہ اے خُدا! مُجھے وصل کی نعمت بخش، مگر وہ یہ نعمت اُسی کو دیتا ہے جسے وہ دینا چاہتا ہے۔ خُدا یہ بخشش مُرشدِ کامل کے ذریعہ کرتا ہے، جو رُوح کی رُوحانی پیاس بُجھاتا ہے:۔

دے دے آکھے سب کوئی، جِیں بھاوے تے دے
گورُو دوارے دیوسی، تِکھا نِوارے سوئے   رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۹۳۴

بِلا شُبہ گورُو نانک صاحب نے مُرشد کی ضرورت پر بہُت زور دیا ہے بلکہ مُرشد کو لازمی مانا ہے۔ مگر سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا گذشتہ زمانہ کے کسی مُرشدِ کامل سے

---

[1] مَن رے کیو چھوٹے بِن پیار
گورمُکھ انتر رو رہیا، بخشے بھگت بھنڈار
[2] بِن گوُر پریت نہ اُپجے، ہومے میل نہ جائے   سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۶۰

ہمارا مقصد پُورا نہیں ہو سکتا؟ کیا ایسی ہستی ہمیں رُوحانی راہ نمائی اور امداد نہیں دے سکتی؟ موجُودہ زمانہ کے زِندہ مُرشدِ کامل کے بغیر کیوں کام نہیں چل سکتا؟ اِن تمام سوالات کا جواب مندرجہ ذیل مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے۔ فرض کیجئے، ایک بجلی کا بلب کسی بجلی گھر (POWER HOUSE) سے جُڑا ہوا ہے اور وہ ہمارا کمرہ روشن کرتا ہے، جس کی روشنی میں ہم اپنے تمام کام بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ بالفرض اگر ہم اُس روشن بلب کی تصویر کھینچ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اتفاقاً بلب کے اندر کا برقی ریشہ یا تار ٹُوٹ جاتا ہے، بلب روشنی دینا بند کر دیتا ہے، چاروں طرف اندھیرا چھا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس روشن بلب کی تصویر ہمارے سامنے موجود ہے، مگر وہ تاریکی دُور نہیں کر سکتی۔ اِسی طرح گُذشتہ مُرشد ہمیں رُوحانیت کے عِلم سے سرشار نہیں کر سکتے۔ یہ سچ ہے کہ اُن کی تحریرات کا ہم پر گہرا اثر ہوتا ہے اور وہ اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین و تحریک دیتی ہیں مگر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عہدِ ماضی میں آئے مُرشدانِ کامل فقط اِسی لیے خدا سے ہمارے پاس آئے تھے کہ ہم خُدا سے یا اُس میں جذب ہو چکے گُذشتہ مُرشدانِ کامل سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ سوال اُن کی قابلیت و فضیلت کا نہیں بلکہ ہماری مجبوری کا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی موجودہ حالت میں اُن سے کوئی مدد لینے کے قابل نہیں۔

یہ درُست ہے کہ گُذشتہ فُقرائے کامل کے کلام و تصنیفات کا ہمارے دل پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ ہمارے دل میں اُن کی بتائی راہ پر چلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو رُوحیں اُن مُرشدانِ کامل کی زندگی کے دوران اُن کی صُحبت میں آئیں، اُن فُقرائے کامل نے اُن کو خُدا سے مِلا کر اپنی یا اُس کُل مالک کی ہی صورت بنا دیا۔ مگر اب وہ فُقرائے کامل اس فانی دُنیا سے جا چکے ہیں اور اب ہم اپنے رُوحانی منازل کے سفر میں اُن سے کوئی عملی اِمداد نہیں لے سکتے، باوجُودیکہ گُذشتہ فُقرائے کامل کی تصنیف کردہ بڑی بڑی رُوحانی کُتب موجود ہیں مگر ہم بغیر زندہ مُرشدِ کامل کی راہ نمائی کے اندھیرے میں ہی بھٹکتے رہیں گے۔

زِندہ مُرشدِ کامل

درحقیقت مُرشدِ کامل لفظ کے اصل معنے ہی زندہ یا ظاہرہ مُرشدِ کامل ہے۔ مُرشدِ کامل اور کُل مالک خُدا میں بس اِتنا فرق ہے کہ مُرشدِ کامل اِنسانی قالب و گوشت پوست میں ہمارے سامنے، اِس دُنیا میں رُو برُو ظاہر ہوتا ہے جبکہ خُدا اپنی غیر مُجسم صُورت میں ہمارے لیے نادِید ہے۔ جب بھی کوئی فقیرِ کامل اپنا جسدِ خاکی چھوڑتا ہے، وہ واپس جا کر اُس کُل مالک میں جذب ہو جاتا ہے۔ اُس کی اپنی انفرادی ہستی ختم ہو جاتی ہے۔ تب اُس میں اور کُل مالک میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اِس لیے ہم رُوحانی سفر یا خُدا سے وصال کے لیے عہدِ ماضی کے کسی فقیرِ کامل پر منحصر رہنے کی بجائے سیدھا خُدائے برتر پر ہی اِنحصار کر سکتے ہیں کیونکہ اب وہ مردِ حق اور خُدا تو ایک ہو چکے ہیں۔ اُس حالت میں کسی ثالث یا بچولیے کی ضرورت نہیں رہتی۔ خُدا سے سیدھا مدد پانے کا مطلب یہی ہے کہ ہمیں نہ آج اور نہ ہی کل کسی گُذشتہ فقیر و اولیا کی ضرورت ہے۔ باالفاظِ دیگر اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ ہمیں مُرشدِ کامل کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ تب ہمیں اِس سوال کا جواب دینا ہوگا کہ دُنیا میں مُرشدانِ کامل کیوں آتے رہے ہیں؟

فُقرائے کامل کی دو صُورتیں ہیں۔ ایک اِس دُنیا میں رہنے، بسنے کے لیے مادّی جسم کی صُورت، جب وہ زندہ ہوتے ہیں۔ دُوسری کلمۂ الٰہی کی صُورت ہے اِسے 'شبد رُوپ' یا خُود خُدا کی صُورت کہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِس صورت سے فقیرِ کامل دُنیا میں رہتا ہوا بھی غیر مُتشکل خُدا سے مِلا ہوا ہوتا ہے اور جسدِ خاکی چھوڑنے کے بعد بھی وہ اُسی اِلٰہی صُورت میں جا سماتا ہے۔ گورُو ارجن دیو صاحب سمجھاتے ہیں کہ فقط جسم کے فرق کے باعث خُدا اور کامل فُقرا یا سنت دو نہیں ہوتے۔ جسم کا فرق ہونے کے باوجود درحقیقت دونوں ایک ہیں۔ بندۂ خُدا، خُدا کی ہی صُورت ہے، جسمِ انسانی کے

باعث اُسے علیحدہ مت جانو:

ہر کا سیوک سو ہر جیہا ، بھید نہ جانو . مانس دیہا

مارو، محلہ ۵، صفحہ ۱۰۷۶

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وصالِ خُدا کے لیئے مُرشدِ کامل کی ضرورت ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ خُدا سے وِصال کے لیے خُدا کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جسمِ اِنسانی چھوڑ چُکا کامل فقیر تو خُدا میں سما کر اِس وقت خُدا ہی بن چُکا ہے۔ لہذا مُرشدِ کامل کی ضرورت سے مُراد ہی اپنے وقت کے زندہ مُجسم فقیرِ کامل کی ضرورت ہے۔ کامل فقیر جسمانی صُورت میں صِرف اُس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اِس فانی دُنیا میں زندہ ہے۔ بعد ازاں اِس فانی دُنیا میں اُس کا کام ختم ہوجاتا ہے۔ وقت کا مُرشد ہی ظاہرہ یا رُوبرُو مُرشدِ کامل ہے۔ اِس لیے اگر ہمیں مُرشد کی ضرورت ہے ـــ اور تمام مذہبی کُتب ہمیں بار بار یاد دِلاتی ہیں کہ ہمیں مُرشد کی ضرورت ہے ـــ تو بلاشُبہ اِس کا واحد یہی مطلب ہے کہ ہمیں اپنے وقت کے زندہ مُرشدِ کامل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جسمِ اِنسانی چھوڑ چُکا فقیرِ کامل تو ہمیشہ کے لیے خُدا میں سما چکا ہے۔ ہم صِرف اُس کامل فقیر سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو آج ظاہرہ ہمارے سامنے موجُود ہے۔ جو ہمیں کلمۂ الٰہی سے جُڑنے کا راز دے سکے اور اپنے ساتھ بالائی رُوحانی منازل میں لے جا سکے۔ گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جو مُرشدِ کامل کے دِیدار کرتا ہے، اُس سے بیعت ہوکر کلمۂ الٰہی کا راز لیتا ہے، اپنا جسم وجاں اُس کے سپرد کرتا ہے۔ وہی باطن میں جاکر، اپنے آپ کو پہچاننے اور رازِ حق پانے میں کامران ہوتا ہے:

ستگوُر دیکھیا ، دِیکھیا لِینی
مَن تَن اَرپیُو ، انتر گت کِینی
گت مِت پائی، آتم چِینی

گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۲۷

اگر ہم غیر جانبدارانہ نظریہ سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عہدِ ماضی کے فُقرائے کامل پر ہمارا اِعتقاد صِرف ہمارے تصوّر پر ہی مبنی ہے۔ اِس کی کوئی حقیقی اور مُدلّل

بُنیاد نہیں۔ کسی گذشتہ رحلت فرما چکے کامل فقیر اور کسی موجودہ مُتلاشیِ حق یا مُرید میں کوئی رابطہ قائم نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنے دل میں یہ مفروضہ مان لیتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ کا یہ فقیرِ کامل ہمارا مُرشد ہے مگر اُس فقیر کامل کی طرف سے تو کوئی 'ہاں' نہیں ہوتی کہ اُس نے ہمیں مُرید یا خادم منظور کر لیا ہے۔ اگر ہم ماضی کے ایک کامل فقیر کو چھوڑ کر کسی دوسرے فقیر کامل کو اپنا مُرشد بنا لیتے ہیں تو نہ تو پہلا کامل فقیر یہ بتلاتا ہے کہ اُس نے ہمیں اپنے سلسلۂ مُریدی سے خارج کر دیا ہے اور نہ ہی دُوسرا یہ اطلاع دیتا ہے کہ اُس نے اپنے حلقۂ مُریدی میں ہمارا داخلہ منظور کر لیا ہے۔ یاد رہے کہ کسی رُوح کو بطور مُرید منظور یا نامنظور کرنے کا اختیار فقط مُرشد کو ہی ہے، مُرید کو نہیں۔ کوئی شخص کسی کامل فقیر کو اپنا مُرشد بننے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ اِس طرح زندہ مُرید اور رحلت فرما چکے مُرشدِ کامل کے درمیان کوئی حقیقی و عملی رابطہ قائم نہیں ہوتا۔ یہ صرف ہمارے نفس کا وہم و فریب ہے کہ ہم فُلاں فُلاں فقیرِ کامل کے مُرید بن چکے ہیں۔ ایسی حالت میں دراصل ہمارا نفس (مَن) ہی ہمارا راہ نُما و مُرشد ہوتا ہے اور ہم اُسی کے کہنے پر ہی چلتے ہیں۔

ایک اور بات قابلِ غور ہے کہ جب ہم یہ یقین کر لیتے ہیں کہ کسی خاص فقیرِ کامل کے بعد دُنیا میں کوئی دوسرا کامل فقیر نہیں آئے گا تو ہم اُس فقیرِ کامل سے پہلے اور بعد میں آنے والی رُوحوں کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی کرتے ہیں۔ وہ کُل مالک جو انصاف ہی نہیں، رحمت و شفقت کا بھی مُجسم ہے، اپنے فضل و کرم کی ایسی بے تُکی تقسیم نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کبھی نہیں کر سکتا کہ مُختصر سے عرصہ کے لیئے ہی اپنے فقرائے کامل کو دُنیا میں بھیجے اور اُن سے پہلے یا بعد میں آنے والی رُوحوں کو نجات پانے اور اپنے وصال کے حق سے محرُوم رکھے۔ ایسی حالت میں وہ لوگ جو کسی خاص کامل فقیر کے ظہور و آمد سے پہلے دُنیا میں آئے، خاص طور پر بدقسمت ہوں گے کیونکہ وہ بے چارے تو اُس کامل فقیر کی کوئی خیالی تصویر بھی نہیں بنا سکتے، جس کے مُتعلق بعد ازاں یہ خیال کیا جائے گا کہ آئندہ وہ اکیلا ہی تمام آنے والی نسلوں اور پُشتوں کا نجات دہندہ ہے۔

دراصل اُس رحمان الرحیم کے رحم و کرم کا سرچشمہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اپنی لاانتہا رحمت و شفقت کے باعث ہی اُس نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ دُنیا مرشدانِ کامل سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ دُنیا کے سماجی و سیاسی قاعدے قانون بدل سکتے ہیں مگر یہ خدائی قانون کبھی نہیں بدل سکتا کہ اللہ تعالےٰ سے وصال کی تمنائی رُوحوں کی امداد کے لیے کوئی نہ کوئی مُرشدِ کامل دُنیا میں ہمیشہ موجود رہے گا۔ جس رُوح میں خُدا سے وصال کی سچی تڑپ یا حقیقی ہجر و فراق ہوگا، اُس کی مدد کے لیے مُرشدِ کامل ضرور ظاہر ہوگا۔ گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں "اے مالک، تیرے سنت و فقرا، ہر زمانہ، میں مُبارک ہیں، جو ہمیشہ تیری حمد کرتے ہیں اور جن کی زبان پر ہمیشہ تیری اُلفت کے گیت رہتے ہیں:

جُگ جُگ سنت بھلے پربھ تیرے
ہر گُن گاوے رَسن رسیرے

ماروُ محلہ۔۱، صفحہ ۱۰۲۵

دراصل گورُو نانک صاحب کے سلسلہ کے تمام گورُوؤں کے کلام میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ بغیر مُرشدِ کامل کبھی بھی خُدا سے وصال نہیں ہوسکتا:

۱۔ مَت کو بھرم بھُولے سنسار گورُ بن کوئے نہ اُترس پار

گونڈ، محلہ۵، صفحہ ۸۶۴

۲۔ بن ستگور سیوے نام نہ پائیے پڑھ تھاکے سانت نہ آئی ہے

ماروُ محلہ۳، صفحہ ۱۰۴۶

۳۔ کہو نانک پربھ ایہہ جنائی بن گورُ مکت نہ پائیے بھائی

گونڈ، محلہ۵، صفحہ ۸۶۴

۴۔ بن گور داتے کوئی نہ پائے لکھ کوٹی جے کرم کمائے

ماروُ محلہ۳، صفحہ ۱۰۵۷

۵۔ سادھو ستگور جے ملے تاں پایئے گُنی ندھان سری راگ محلہ۱، صفحہ ۲۱

۴۔ سو بوُ جھے جو ستگوُر پائے ہوے مارے گوُر سَبد سے پائے

گوڑی، محلہ ا، صفحہ ۲۲۸

مُرشد کے لیئے محبُت و عقیدت کا جذبہ فقط گوُرو گھر، یعنی گوُرُو نانک کے سِلسِلہ تک ہی محدُود نہیں ہے۔ ایران کے صُوفیائے کرام کی تصنیفات میں بھی اِس گہری محبت و عقیدت کی جھلک ملتی ہے۔ مثلاً شمس تبریز کے کلام میں ملتا ہے "اگر تو رب کا دیدار کرنا چاہتا ہے تو اُن (فقرا) کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنائے کیونکہ اُن میں پیدائشی اندھے کو بھی آنکھیں بخشنے کی طاقت ہے۔"

گر عیاں خواہی زِ خاکِ پائے ایشاں سُرمہ ساز
زاں کہ ایشاں کورِ مادر زاد را راہباں کُنند

مُرشدِ حقیقی

فُقرائے کامل اور مذہبی کُتب کے کلام میں یہ دیکھنے کے بعد کہ وصالِ حق کے لیے مُرشدِ کامل کی اِمداد لازمی ہے، یہ جاننا ضروری ہے کہ کامل مُرشد کسے کہتے ہیں؟ مُرشدِ کامل وہ عظیم ہستی ہے جس نے اپنی رُوحانی ترقی میں، اُس کُل مالک یعنی حق سے وصال کر لیا ہے اور جو دُوسری رُوحوں کو بھی وصالِ حق میں مدد دے سکتا ہے۔ خود خُدا سے وصال کر لینا اور خُدا سے وصال کروا سکنے کے قابل ہونا مُرشدِ کامل کی دو بڑی خوُبیاں اور علامات ہیں۔ ایسی عظیم ہستی بالاترین رُوحانی حُصول کا لازمی وسیلہ ہوتی ہیں۔ وہ ایسی 'کُنجی' ہے جو مُتلاشیٔ حق کے رُوحانی سفر کے دروازے پر لگے تالے کو کھو لنے کے کام آتی ہے۔ گورُو انگدیو صاحب فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کُنجی ہے۔ مُرید تالا ہے مَن (نفس) کمرہ ہے اور تَن (جسم) چھت ہے بغیر مُرشد مَن کا دروازہ نہیں کُھل سکتا۔ اور مُرشد کے سِوا اور کسی کے پاس کُنجی نہیں ہے:۔

گوُر کُنجی پاہُو نِوَل من کوٹھا تن چھت
نانک گوُر بن مَن کا تاک نہ اُگھڑے اور نہ کُنجی ہتھ

سارنگ کی وار سلوک محلہ ۲، صفحہ ۱۲۳۷

مُرشدِ کامل خود رُوحانی عمل کے ذریعہ کُل مالک سے وِصال کر چکا ہے۔ اُسکی رُوح کُل مالک میں سما کر اُس کی صُورت ہو چکی ہے۔ اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ اعلےٰ ترین رُوحانی تجربہ و عمل کا اصل مطلب ہی خُدائے پاک میں جذب ہو کر وہی ہو جانا ہے۔ گورُو نانک صاحب اِس کے مُتعلق اِشارہ کرتے ہیں کہ خُدا نے خُود کو مُرشد کے اندر رکھا ہوا ہے:

گوُرِ مہہ آپ رکھیا کرتارے   مارو محلا ۱، صفحہ ۱۰۲۴

گورُو ارجن دیو صاحب فرماتے ہیں کہ بندگانِ خُدا جسم میں ہونے کے باعث دیکھنے میں ضرور خُدا سے علیحدہ لگتے ہیں مگر درحقیقت وہ اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ جس طرح سمندر سے اُٹھی ہوئی لہر اُسی میں ہی سما جاتی ہے، اُسی طرح خُدا کے عزیز فوراً اُسی میں ہی جذب ہو جاتے ہیں۔

ہَر کا سیوک سو ہَر جیہا   بھید نہ جانو مانس دیہا
جیوں جَل ترنگ اُٹھے بہُو بھاتی   پھر سلِلے سلِل سما ئیندا

(مارو سولہے محلا ۵، صفحہ ۱۰۷۶)

مُرشد کے خُدائے پاک میں جذب ہو کر وہی ہو جانے کے خیال کو شمس تبریز بڑے خوبصورت طریقے سے سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں۔" وہ قادرِ مُطلق، خُدائے برتر پہلے مضبوط تالا لگا کر خود دروازے کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا اور پھر خُود ہی جامۂ اِنسان پہن کر دروازہ کھولنے کے لیے آ گیا"۔

آں پادشاہِ اعظم دَر بَستہ بُود مُحکم
پوشید دلقِ آدم یعنی کہ بردَر آمد

گورُو نانک صاحب مُرشدِ کامل کی ایک بڑی نشانی یہ بھی بتلاتے ہیں کہ وہ اپنے مُرید کو باطن میں خُدائے پاک سے وِصال کے قابل بنا دیتا ہے اور یہ کام وہ پانچ ناموں (شبدوں) یعنی کلمہ کے طریق کے ذریعہ کرتا ہے۔

پانچ شبد یعنی پانچ نغماتِ شیریں

گورُو نانک صاحب کے فلسفۂ وحدانیت کے مُطابق حقیقت ایک ہے۔ وہ ہمہ جائی ہے۔ اُسی سے تمام تخلیق ہوئی ہے۔ وہی حقیقت نغمہ، کلمہ یا شبد کی صُورت میں ظہُور پذیر ہوتی ہے۔ مگر اُنھوں نے ساتھ ہی پانچ شبد یعنی پانچ نغماتِ شیریں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے تضاد پیدا ہوتا ہے۔ اِس لیے اِسے سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

ہم اِس تضاد کو ایک طریقہ سے دُور کر سکتے ہیں دراصل کلمہ تو ایک ہی ہے جو تمام کائینات میں پھیلا ہوا ہے مگر یہ کلمہ پانچ رُوحانی منزلوں میں سے گذرتا ہوا پانچ مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے، جیسے دریا کی اپنے منبع سے نِکلتے وقت شکل و آواز اور ہوتی ہے، پہاڑوں میں راہ بناتے وقت اور، وادی میں اور، میدان میں اور، اور سمندر میں گِرنے سے پہلے اور ـــ بالکل اِسی طرح کلمۂ الٰہی (شبد) کی ایک ہی رَو مُختلف رُوحانی منازل سے گزرتی ہوئی علیحدہ علیحدہ آوازوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دریا کی تمام شکلوں اور آوازوں کے مُتعلق مکمّل واقفیت حاصل کرنے کے لیے اُس تمام راستے کا پُورا عِلم ہونا چاہیے، جس میں سے دریا گُذر کر آتا ہے۔ اِسی طرح مُرشدِ کامل کو مُختلف منازل کی علیحدہ علیحدہ آوازوں و اشکال کی مکمّل واقفیت اور عِلم ہونا چاہیے

گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل رُوح کو دُنیا میں ہی خُدا کا ذاتی مقام دِکھا دیتا ہے۔ اِس کا ثبوت وہ پانچ نوبتیں، نام یا شبد ہیں، جن کو رُوح اِس رُوحانی سفر کے دوران اپنے اندر سُنتی ہے۔

گھر میں گھر دِکھلائے دے، سو ستگُور پُرکھ سُجان
پنچ سَبد دُھنکار دُھن، تہہ باجے سَبد نِیسان

ملار کی وار، سلوک محلہ ا، صفحہ ۱۲۹۰-۹۱

پانچ نام (شبد) کا ذکر گورُو صاحب اور ہندوستان کے دیگر کئی سنتوں نے ہی نہیں بلکہ، بیرون مُمالِک کے صُوفیائے کرام و فُقرائے کامل نے بھی کیا ہے خواجہ حافظ

کے کلام میں موجود ہے، "تو خاموش ہو کر باطن میں آسمان سے آنے والی پانچ نوبتیں سُن۔ یہ پانچ نوبت چھ چکروں اور سات آسمانوں کے پار سے آتی ہیں" :۔

خاموش پنج نوبت بشنو ز آسمانے
کاں آسماں بیروں زاں ہفت واین شش آمد

نیک و پاک زندگی

نیک و پاک زندگی رُوحانی ترقی کے لیے ضروری شرط بھی ہے اور اُس ترقی کا قُدرتی نتیجہ بھی۔ بُرا اخلاق زندگی کے بغیر رُوحانی ترقی ناممکن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ خُدا رسیدہ ہستی سے نیکی اِس طرح بِکھرتی ہے، جس طرح پھُول سے خوشبُو۔

درویشِ حقیقی وہ نہیں جس کا رُوحانیت میں صِرف قاعدے اور اُصول کے طور پر ہی اعتقاد ہے۔ دراصل حقیقی درویش وہ ہے جس نے اپنے باطن میں رُوحانی تجربہ کر لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں حقیقی رُوحانیت میں خُدا کے مُتعلق لفظی یا کِتابی علم پر زور نہیں دیا جاتا۔ جو شخص جسم کو خالی کر کے رُوح کو آنکھوں کے پیچھے یکسُو کر کے کلمۂ الٰہی کے ندا و نُور سے نہیں جُڑا، وہ درویش، فقیر یا سادھو کہلانے کا حقدار نہیں۔ اپنے باطن میں کلمۂ الٰہی کا یہ رُوبرُو تجربہ کرنے کے لیے پاکیزہ کِردار و نیک و پاک زندگی ضروری ہے۔ اِس راہ پر چلنے کے خواہشمند مُتلاشیِ حق اور عامل کے قول و فعل، عمل و کِردار میں مکمل پارسائی کا ہونا لازمی ہے۔ نیک چال چلن کے ساتھ ساتھ اُس کی کمائی بھی نیک ہی ہونا چاہیئے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ درگاہِ ایزدی میں فقط وہی نذرانہ قبُول ہوتا ہے، جو اپنی حق حلال کی کمائی میں سے دیا جائے :۔

نانک اگے سو ملے ۔ جو کھٹے گھالے دے — آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۲

گورُو صاحب کے فرمانے کا مطلب ہے کہ مُتلاشی نہ صِرف نیک نیتی سے حق حلال کی کمائی کرے بلکہ اُس کمائی کا کچھ حِصّہ خوشی خوشی دُوسروں میں بانٹے اور رُوحانی کاموں میں خرچ کرے۔ اِس طرح کے بانٹ کر کھانے والے شخص کو خُدا کی راہِ حقیقی کی پہچان ہوتی ہے:۔

گھال کھائے کچھُ ہتھوں دے

نانک راہ پچھانے سے — سارنگ کی وار، محلہ ۱، صفحہ ۱۲۴۵

حق حلال سے بنے کھانے کا نفس پر بھی نیک اثر ہوتا ہے۔ اِس سے رُوحانی عمل میں مدد ملتی ہے۔ مگر یہی کھانا اگر بُری کمائی یا اپنی کمائی کا نہیں تو رُوحانی ترقی میں رُکاوٹ ڈالتا ہے۔ رُوحانی ترقی کے خواہشمند کے لیئے صِرف یہی خیال رکھنا کافی نہیں کہ کیسا کھانا کھایا جائے بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کھانا کیسی کمائی سے آیا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ غذا غُصّہ دِلانے اور بَدیاں پیدا کرنے والی نہیں ہونی چاہیئے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں: ۔

بابا ہور رکھانا خُوسی خوار

جت کھادھے تن پیڑ تیئے، مَن مَہہ چلے وِکار — سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۱۶

سچّے صُوفی کی زندگی ظاہر و باطن ایک سی ہونی چاہیے۔ گورُو صاحب نے بڑے واضح الفاظ میں بناوٹ اور دِکھاوے کی زندگی کی مُذمت و مُخالفت کی ہے۔ سچّے صُوفی کے اِفکار، گُفتار اور قول و فِعل (کتھنی اور کرنی) میں پُوری یکسانیت ہونی چاہیے۔ گورُو صاحب اُن لوگوں کی ملامت کرتے ہیں جو باہر پارسا اور نیکی کا نمونہ بن کر دکھاتے ہیں مگر اندر سے جھُوٹے بَدکِردار و بدِافکار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ تمام عُمر مُقدس مُقامات کی زیارت و غُسل کرتے رہیں، کبھی پاک نہیں ہو سکتے:

اندر دل جھُوٹھے پیچ باہر، دُنیا اندر پھیل

اُٹھ سٹھ تیرتھ جے نہاوے، اُترے ناہیں مَیل — آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۳

گورُو صاحب نے اپنے زمانے کے پنڈتوں اور قاضیوں کے متعلق خاص طور پر بڑے سخت الفاظ کا اِستعمال کیا ہے جو ظاہرہ تو دُنیا کو نیک پاک بن کر دکھاتے تھے مگر باطن میں بَدیوں اور بُرائیوں کا شِکار تھے۔ آپ مثال دے کر فرماتے ہیں "قاضی مُنصف کی کرسی پر بیٹھتا ہے، تسبیح پھیرتا ہے اور زبان سے خُدا کا نام لیتا ہے مگر رِشوت لے کر بے اِنصافی کرتا ہے۔ حقدار کو حق و انصاف سے محرُوم کرتا ہے۔ اگر کوئی سوال کرے تو قُرآن شریف کی آیات سُنانا شروع کر دیتا ہے": ۔

قاضی ہو کے بہے بِناۓ　　　　پھیر سے تسبیح کہے خُدائے
وَڈھی لے کے حق گنوائے　　　　جے کو پُچھے تا پڑھ سُنائے

رام کلی کی وار محلہ ۱ صفحہ ۹۵۱

گورو صاحب مزید فرماتے ہیں "خُدا کے نام کی تجارت کرنے والے لوگوں کی زندگی پر لعنت ہے۔ اُن کی رُوحانیت کی فصل اُجڑ جاتی ہے۔ کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ کلمۂ الٰہی کے شغل کے بغیر ساتھ لے جانے کے لیے اُن کے پاس کچھ نہیں بچتا :۔

دھرگ تِنہاں کا جیویا، جے لکھ لکھ ویچے ناؤ
کھیتی جِن کی اُجڑے، کھلواڑے کیا تھاؤ

سارنگ کی وار محلہ ۱ صفحہ ۱۲۴۵

دُنیاوی اشیا کی خواہش اور زر و مال کی تمنا رُوحانی ترقی کی راہ میں بڑی رُکاوٹ ہے۔ مال و منال کے لالچ میں آکر اِنسان اِنسانی قدروں کو کھو دیتا ہے۔ اُسے نیک و بد تک میں اِمتیاز نہیں رہتا۔ لالچی انسان کے لالچ میں اور اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ مِلتا ہے اُتنی ہی تشنگی بڑھتی جاتی ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ خواہ تمام جہانوں کی دولت بھی مِل جائے، لالچی اِنسان کی تمنا پوری نہیں ہو سکتی :۔

بُھکھیا بُھکھ نہ اُترے، جے بنّاں پوریا بھار　　　　جپ جی، محلہ ۱، صفحہ ۱

دُنیاوی اشیاء کے لیئے پاگل ہوا اِنسان چوری، ٹھگی، بے ایمانی، مکر و فریب اور دیگر بُرے کام کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا :

لکھ چوریا، لکھ جاریا، لکھ کوڑیا، لکھ گال
لکھ ٹھگیاں پہہ نامیاں، رات دِنس جیہ نال

آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۱

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ زر و مال بغیر گُناہ جمع نہیں ہوتا اور مرنے پر ساتھ نہیں جاتا۔ بے شُمار لوگ اِس سے برباد ہو چُکے ہیں اور لاتعداد ہو رہے ہیں :۔

اِس جَرہ کارن گھنی وِگُتی ، اِن جَر گھنی کھوائی
پاپاں باجھوں ہووے ناہی' موئیا ساتھ نہ جائی آسا محلہ ۱، صفحہ ۴۱۷

گورُو صاحب نے بے ایمانی کی کمائی کرنے والے ہندو و مُسلمان، دونوں کی یکساں مُلامت و مذمّت کی ہے۔ ہندو گائے اور مُسلمان سُوّر کے گوشت کو کھانا گُناہ سمجھتے ہیں۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ دُوسرے کی حق تلفی کرنا' گائے اور سوّر کے گوشت کھانے کے برابر ہے آپ فرماتے ہیں کہ گورُو یا پِیر درگاہِ ایزدی میں اُن کی ہی مدد کرتا ہے' جو دُوسرے کا حق کھانے سے پرہیز کرتے ہیں :-

حق پرایا نانکا اُس سُوّر اُس گائے
گُر پِیر حامانا تاں بھرے جا مُردار نہ کھائے وار ماجھ' محلہ ۱، صفحہ ۱۴۱

سبزیاتی غذا

گورُو نانک صاحب سبزیاتی غذا کے سراسر حامی تھے۔ سبزیاتی غذا کا رواج ہندوستان کے اہنسا اور جانداروں پر رحم کے قدیمی اُصول پر مبنی ہے۔ جین مَت کے بانی بھگوان مہاویر اور بُدھ مَت کے بانی مہاتما بُدھ کے زمانہ سے آج تک ہندوستان کی اِخلاقی اور مذہبی زندگی میں اِس اُصول پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ ذوالفِقار اردستانی اپنی مشہور فارسی تصنیف دبستانِ مذاہب' جو گورُو نانک صاحب کے مُتعلق ایک مُستند کتاب ہے' میں لکھتا ہے "گورُو نانک کے پیروکاروں کے لئے گوشت و نشیلی اشیا ممنُوع تھیں۔ وہ (گورُو نانک صاحب) گوشت و نشیلی اشیا کے اِستعمال کے مُخالف تھے۔ اُنھوں نے خود اِن اشیا کے اِستعمال سے پرہیز کیا۔ اور جانداروں سے بے رحمی کے سُلوک کی مُخالفت کی تعلیم دی۔ اُن کے رحلت فرمانے کے بعد' پیروکاروں میں گوشت خوری عام ہوگئی۔ جب گورُو نانک کے سِلسلہ کے جانشین گورُو ارجن مَل کو اِس بات کا پتہ چلا تو اُنھوں نے لوگوں کو گوشت کھانے سے منع کیا اور فرمایا :-

"گوشت کھانا گورُو نانک صاحب کے حُکم کے خِلاف ہے"

شری آدی گرنتھ میں گورو نانک صاحب نے اپنے کلام میں جہاں کئی جگہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی راہ نماؤں، پنڈتوں اور ملاؤں کی مکر و فریب اور بناوٹ سے پُر زندگی کی کڑی مذمت و ملامت کی ہے، وہاں آپ نے گوشت خوروں کی بھی خصوصًا پُر زور مخالفت کی ہے۔ آپ 'جپ جی' میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں لاتعداد لوگ قتل و تشدد کے حامی ہیں، لاتعداد قتل کے گناہ کے مرتکب ہیں، لاتعداد بدی اور گناہ پر پل رہے ہیں اور لاتعداد لوگ ناپارسا ہیں جو ناپاک غذا کھا رہے ہیں:

اسنکھ پاپی پاپ کر جائیں   اسنکھ گل وڈھ ہتیا کمائیں
اسنکھ ملیچھ مل بھکھ کھائیں   اسنکھ کوڑیار کوڑے پھرائیں

جپ جی، محلا ۱، صفحہ ۴

آپ فرماتے ہیں کہ برہمن لوگوں کو یگیوپویت (جنیو) پہننے کے لیے کہتا ہے مگر اس کا اپنا کردار یہ ہے کہ وہ بکرے کاٹتا اور پکا کر کھاتا ہے۔ گوشت خور ملّا نماز پڑھ کر اپنی نیکی ظاہر کرتے ہیں۔ جانداروں کے گلے پر چھریاں چلانے والے برہمن اپنے گلے میں یگیوپویت پہنے پھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بود و باش بھی ناپاک ہے اور خورد و نوش بھی ناپاک۔ برہمن ماتھے پر تلک لگائے اور جسم پر دھوتی باندھے پھرتے ہیں مگر ان کے ہاتھوں میں چھریاں ہیں۔ ان کا شمار دنیا کے بدترین قصائیوں میں کیا جاسکتا ہے

۱۔ تگ کپاہو کتیئے، باہمن وٹے آئے
کوہ بکرا رنھ کھائیا، سب کو آکھے پائے

- -

۲۔ مانس کھانے کرے نواج   چھری وگائین تن گل تاگ
تن گھر برہمن پورے ناد   اُنہاں بھی آوے اوئی ساد
کوڑی راس کوڑا واپار   کوڑے بول کرے آہار

- - - - - - - - - - - - -

۳۔ متھے ٹکا تیڑ دھوتی ککھائی
ہتھ چھری جگت قصائی   آسا، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۲-۴۷۱

گورُو صاحب کے رائج کئے گئے لنگر[1] (مُفت طعام) میں بھی گوشت پکانے کی کبھی اِجازت نہیں دی گئی۔ گورُو دُواروں کی روایات میں آئی تبدیلیوں کے باوجود آج تک گورُو دواروں اور مذہبی جگہوں پر گوشت، شراب اور نشیلی اشیا کے داخلے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تاکہ اِن مقامات کی پاکیزگی اور تقدّس قائم رہے۔ جنم ساکھیوں میں مکّہ اور مدینہ سے مُتعلقہ حکایات سے اور بھائی بالے کی جنم ساکھی سے بھی اِس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ گورُو صاحب کے وقت سبزیاتی خوراک کا رواج تھا۔ گورُو نانک صاحب کے سلسلہ کے چھٹے گورُو صاحب نے بھی اپنے حُکمناموں میں مُریدوں کو مانس اور مچھلی کھانے سے منع کیا ہے۔[2]

ہندوستان میں سبزیاتی غذا کا رواج قانونِ اعمال (کرم سدھانت) پر مبنی ہے قانونِ اعمال کا پکا اِعتقاد ہے کہ کوئی بھی ذی رُوح اپنے اعمال کے ثمرہ سے بچ نہیں سکتا ثمرہ خواہ اِس جنم میں مِلے، خواہ کسی اگلے جنم میں، مِلے گا یقیناً۔ بیج بونا، فصل کاٹنے کی مجبوری کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔ جو اِس جنم میں کسی کو قتل کرتا ہے اُسے کسی اگلے جنم میں اُس کے ہاتھوں قتل ہونا پڑے گا۔ جو کسی جانور کی جان لیتا ہے اُسے، اپنے اعمال کا حساب بے باق کرنے کے لیے جان دینی ہی پڑے گی۔ ہندوستان کا شائد ہی کوئی ایسا مکتبِ خیال ہو، جس میں اعمال اور ثمرہ کے قانُون کو نہ مانا گیا ہو۔ یہ قانُون اِس جنم تک ہی محدُود نہیں، آئندہ جنموں تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ قانونِ اعمال کوری خیالی دِکھاوٹ ہی نہیں بلکہ ایک سچی وواقعی حقیقت ہے۔ اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا نتیجہ خود ہی بُھگتنا پڑتا ہے۔

۱۔ پُنی پاپی آکھن ناہ کر کر کرنا لِکھ لے جاہ
آپے بیج آپے ہی کھاہ نانک حُکمی آوو جاہ جپ جی، محلہ ا صفحہ ۴

---

(1) جہاں گورُو صاحب کے پاس آنے والے لوگوں اور اُن کے مُریدوں کو مُفت کھانا کھلایا جاتا ہے۔

(2) دیکھئے: "حُکمنامے" مولفہ: ڈاکٹر گنڈا سنگھ۔ پنجابی یُونیورسٹی۔ پٹیالہ۔

۲۔ سکھ دکھ پُرب جنم کے کیئے ۔ سو جانے جن داتے دیئے
کس کو دوس دیئے تو پرانی ۔ سہو اپنا کیا کرارا ہے

مارو، محلہ ا، صفحہ ۱۰۳۰

۳۔ چنگیائیاں بُریائیاں واچے دھرم حدور
کرمی آپو آپنی کے نیڑے کے دُور

جپ جی، محلہ ا، صفحہ ۸

ہندوستان کے مذاہب میں رائج سبزیانی غذا کی پُشت پر ایک اور بھی اہم خیال کارفرما ہے کہ ہماری خوراک ہمارے خیالات و چال چلن پر بہت اثر ڈالتی ہے ایسی سادہ (ساتوک) غذائیں ہیں جو سکون و چین میں اِضافہ کرتی ہیں اور ایسی تیز و تُرش غذائیں بھی ہیں جو گرم مزاجی اور بُرائیوں کو پیدا کرتی ہیں۔ ایسی غذائیں بھی ہیں جو عبادت و ریاضت کے لیے ضروری تنہا ماحول کے لیے زیادہ مُناسب و موزوں ہیں۔ اِس کے برعکس ایسی غذائیں بھی ہیں جن سے باہری رُجحان، شور و غُل اور بھاگ دوڑ کے لیے دِلچسپی بڑھتی ہے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں:۔

رَس گھوڑے رَس سیجاں، مندر، رس میٹھا رَس ماس
ایتے رَس سَریر کے ۔ کے گھٹ نام نِواس

سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۱۵

فُقرا و سنتوں نے اِس بات پر زور دیا ہے کہ صِرف ایسی خوراک کھانی چاہیئے جو رُوحانی ترقی میں مددگار ہو۔ کیونکہ جیسا کہ مشہور ہے "جیسا کھائے انّ۔ ویسا بنے مَن"۔ اِس لیئے فُقرائے کامل و سنت اپنے مُریدوں کو گوشت، مچھلی، انڈا، شراب اور نشیلی گولیوں اور دوائیوں کے اِستعمال سے پُرزور الفاظ میں مَنع کرتے ہیں۔ وہ اُنھیں دال، اناج، پھل، سبزی اور میوہ جات کے استعمال کی تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ اِن سے بنی خوراک صحت اور عِبادت دونوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

حروفِ آخر

اَرسطو نے ایک جگہ اپنے عظیم مُرشد کے مُتعلق اِن خیالات کا اِظہار کیا ہے
"افلاطون اِتنا بڑا ہے کہ کوئی چھوٹا آدمی اُس کی تعریف کرنے کے قابل نہیں ہے۔"
کیا گورُو نانک صاحب کی عظمت کے متعلق ہماری کی گئی تعریف پر یہی قول صادق نہیں آتا؟ ہم عام طور پر گورُو صاحب کی عظمت کے گیت گاتے رہتے ہیں کہ وہ سماج کے بڑے مَصلح تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ اُنھوں نے مُختلف فِرقوں کے لوگوں کو آپس میں پیار محبت سے رہنا سکھایا۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اُنھوں نے ذات پات کی اُونچ نیچ کو ختم کیا۔ بِلا شُبہ گورُو صاحب کو یہ سب کام کرنے میں کافی حد تک کامیابی ملی مگر یہ تو اُن کی عظیم تعلیم کا معمُولی سا نتیجہ تھا۔ اِن سب باتوں کے لیے جتنی عظمت ہم اُن کو دیتے ہیں، وہ اُس سے کہیں زیادہ عظیم و بُلند تھے۔ جو لوگ اُن کی صحبت میں آئے، آپ نے اُن کو اپنی عظیم تعلیم پر چلنے کے قابل بنایا اور حق کو پہچاننے کی توفیق و طاقت بخشی۔ گورُو صاحب نے اُن کو اُس حقیقت کا نہ صرف عقلی عِلم ہی بخشا، بلکہ باطن میں اُس کے رُوبرُو دِیدار بھی کروائے۔ اُنھوں نے اُن لوگوں کو اِس سچ یا حقیقت کا جیتا جاگتا تجربہ کروایا کہ وہ واحد لاشریک حاضر ناظر کُل مالک سب میں سمایا ہوا ہے۔ اُنھوں نے لوگوں کو اِس حقیقی علم سے رُوشناس کرایا کہ خدا سے علیحدگی کا احساس فقط دھوکا و فریب ہے۔ یہ باہری اِختلاف صرف ظاہری اور بناوٹی ہیں اور تمام کائنات کے جانداروں کے اندر ایک ہی خُدا کا نُور جلوہ گر ہے۔ گورُو صاحب نے اپنے باطنی رُوحانی تجربہ کی بِنا پر اِس مُکمل وَحدانیت کا ایسا پائیدار عِلم دیا کہ ہر قسم کی اِنفرادیت ایک وہم بن کر رہ گئی۔ اِس قسم کے رُوحانی نُور اور پُرسکُون عِلم کے بعد کسی قسم کے لڑائی جھگڑے اور دُشمنی و مُخالفت کی گُنجائش ہی کیسے رہ سکتی ہے؟ اُس رحمت و شفقت کے مُجسم رحمان الرحیم میں جذب ہو جانے کے بعد رُوح میں کسی قسم کی خُودغرضی تعصّب، غُصّہ اور نفرت کے لیئے جگہ ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

کسی عظیم سنت و مُرشدِ کامل کے دُنیا سے رحلت فرمانے کے بعد ہمیشہ یہ خطرہ بنا رہتا ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ اُس کی اعلیٰ و پاک تعلیم کمزور نہ پڑ جائے۔ اُس میں گراوٹ نہ آجائے یا لوگ اُس کو بالکل فراموش ہی نہ کر دیں۔ میری دِلی تمنا ہے کہ گورُو نانک صاحب کی روشن کی گئی پاک شمعِ حق ہمیشہ پُوری شان سے جگمگاتی اور لوگوں کی راہ روشن کرتی رہے۔ میں گورُو صاحب کی زندگی اور تعلیم کے بیان کو ایک عاجزانہ دُعا سے ختم کرنا چاہوں گا:

اے مالکِ کُل، اللہ تعالےٰ ہمیں، عقلِ سلیم عطا کر کہ ہم گورُو صاحب کی تعلیم کو صحیح معنوں میں سمجھ سکیں اور ہمیں طاقت و توفیق بخش کہ ہم اِس تعلیم کو اپنی زندگی میں اُتار سکیں!

حصّہ دوم

کلام

کلام

جپ جی
آسا دی وار
رہ راس
آرتی
سوہلے
سدھ گوشٹ
پہر
ستی
بارہ ماہ
دکھنی اونکار

جپ جی

عام طور پر 'جپ جی' کو گورو نانک صاحب کی تعلیم کا جوہر و خلاصہ مانا گیا ہے۔
گورو نانک کے سلسلے کے پانچویں گورو شری ارجن دیو جی نے شری آدی گرنتھ کو تالیف کرتے ہوئے 'جپ جی' کو اس میں پہلا مقام دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس وقت کچھ مریدوں نے گورو صاحب سے درخواست کی کہ 'جپ جی' بہت پُر رمز، گہرا اور مشکل ہے۔ اِس لیے اِس کی تشریح اور کئی باتوں کو مفصّل سمجھانے کی ضرورت ہے۔ تب گورو صاحب نے فرمایا کہ سارا آدی گرنتھ ہی 'جپ جی' کی تشریح ہے۔

'جپ جی' کی تخلیق کی وجہ، حالات، وقت و مقام کے متعلق عالموں میں اختلاف رائے ہے۔ زیادہ تر جنم ساکھیوں کے مطابق 'جپ جی' کی ابتدائیہ سطریں سلطان پور لودھی میں لکھی گئیں جبکہ وہ بئیں ندی میں غائب ہوئے۔ یہاں اُن کو معرکہ خیز باطنی تجربہ حاصل ہوا۔ اِس کے مطابق اِن سطور کی تخلیق کا وقت ۱۵۰۰-۱۵۰۷ء بنتا ہے۔ مگر بہت سے عالم اِس خیال سے متفق نہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ 'جپ جی' 'آسا دی وار' اور 'سِدھ گوشٹی' میں خیالات اور طرزِ بیان میں جو گہرائی، پختگی اور سنجیدگی نظر آتی ہے اِس کے مدِّ نظر اِسے گورو صاحب کی زندگی کے آخری دور کی تصنیف ماننا ہوگا۔ تب آپ اپنے سفر اور دورے ختم کر چکے تھے اور کرتار پور میں دائمی طور پر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اِس طرح 'جپ جی' کی تصنیف کی تاریخ غالباً ۱۵۳۲ء بنتی ہے۔

'جپ جی' میں اُس وقت کے مروّجہ تصنیف کے طریق کو اپنایا گیا ہے۔ اِس کے مطابق تصنیف کی ابتدا میں خُدا کی حمد اور مکمل ہونے پر خُدا کے شکریہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

'جپ جی' کے آغاز میں خُدا کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے۔ اِس میں خُدا کے حاضر ناظر، ہمہ جا اوست، قائم دائم، لافنا، نادید اور فہم و اِدراک سے پرے وغیرہ اوصاف کی تعریف کی گئی ہے اور وہ خُدا مجسّم حقیقت ہے۔ اِس بیان کے آخر میں

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اُس خُدا یا حق کو فقط مُرشدِ کامل کے مہر و کرم سے ہی پایا جاسکتا ہے۔

گورُو صاحب نے 'جپ جی' میں رُوحانیت کے قریب تمام پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ اِس میں کائینات کی تخلیق اور اس تخلیق کی لاانتہا کثرت کے پیچھے کام کررہی خُدا کے قادرِ مُطلق و محکم کی مُکمل وحدانیت کا بڑا خوبصورت بیان ملتا ہے۔ اِس میں مُرشدِ کامل کی ضرورت، فوقیت اور صلاحیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اِس میں مُرشد کے بتلائے ہوئے طریق کے مُطابق باطن میں کلمۂ الٰہی کو سُننے اور سمجھنے کے اوصاف کا پُر جذبات دپُر اثر بیان کیا گیا ہے۔ 'جپ جی' میں گورُو صاحب کھوکھلے اور بناوٹی مذہبی رسم ورواج اور حقیقی مذہب کا بھی فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ نیک کردار کا رُوحانی اُوصاف سے مُطابقت پر بھی زور دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اِس میں رُوحانی شغل کے دوران حاصل ہونے والے باطنی لطیف تجربات کی جھلک بھی دی گئی ہے۔ گورُو صاحب کا شاید یہ واحد کلام ہے جس میں اِس باطنی رُوحانی سفر کے آغاز و انجام تک کا پُورا احوال دیا گیا ہے۔ اِس سفر کے دوران بڑے بڑے رُوحانی طبقات کا بھی اِشارہ کیا گیا ہے۔ دراصل 'جپ جی' رُوحانی خیالات کا کوزہ میں سَمندر ہے۔

سِکھ بھائی صاحبان 'جپ جی' کو اپنا سب سے اہم کلام و دُعا مانتے ہیں۔ ہر ایک سِکھ سے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ وہ ہر روز اپنا کاروبار شروع کرنے سے پہلے صُبح سویرے 'جپ جی' کا ورد (پاٹھ) کرے۔

'جپ جی' کے کچھ چُنیدہ حِصّے یہاں دیئے جارہے ہیں۔ یہ 'جپ جی' کے کئی پہلو اُجاگر کرتے ہیں اور گورُو صاحب کی مکمل تعلیم پر بھی بھرپُور روشنی ڈالتے ہیں۔

خُدائے مُطلق

یہ گورُو صاحب کی تعلیم کا جوہر ہے۔ اِسے 'مُول منتر' بھی کہتے ہیں۔ یہاں گورُو صاحب اُس خدائے مُطلق کی تعریف کررہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ وہ خدا واحد ہے۔ وہ ہر قسم کی دُوئی سے بالا ہے۔ وہ خود حق ہے اور اس کا نام بھی حق ہے۔ وہ سب کا خالق و

مالک ہے۔ نہ وہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی کو ڈراتا ہے۔ وہ نہ کسی کا مخالف ہے اور نہ کسی کا دشمن۔ وہ قائم، دائم، جاوید ولا فانی ہے۔ وہ 'ایونی' (بے جنم مرن) ہے یعنی وہ حیات و موت کے چکر سے آزاد ہے۔ وہ اپنی ہستی کے لیے کسی پر منحصر نہیں۔ اُس کا ظہور خُود اُسی سے ہُوا ہے۔ وہ 'خُود آ' ہے ایسے اوصاف کے مالک اُس مطلقِ کُل' خُدا کا وِصال مُرشدِ کامل کے مہر و کرم سے ہی ہوتا ہے۔

ایکو ست نام کرتا پُرکھ نِربھو نِرویر
اَکال مُورت اَجُونی سَے بھنگ گُور پرساد   جپ جی صفحہ - ۱۔

خُدائے دائمی

وہ خُدا ازلی و ابدی حق ہے۔ اُس کی ہستی ازلی ہے۔ وہ ہمیشہ تھا ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ وقت کی رسا سے پرے اور پار ہے۔ وہ فہم و ادراک سے بعید ہے صدیوں تک خاموشی سے مراقبہ (سمادھی) میں اُس کا ذِکر و تصوّر کرتے رہیئے مگر اُس کی اِنتہا نہیں پائی جاسکتی۔ تمام زمان کے زر و دولت و حکومت حاصل ہونے پر بھی 'اُس' کا پتہ نہ چلے گا۔ اور من کی پیاس نہ بُجھے گی۔ عقل کی ہزاروں طرح کی چُستی و چالاکی رُوح کو کنارے نہیں لگا سکتی۔ تب وہ مالکِ کُل ملے تو کیسے؟ رُوح لاعلمی کی تاریکی کی دیوار گرا کر اُس نُورِ حق سے کیسے ملے؟ اِس کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ اُس مالکِ کُل کی رضا میں آجائے۔ اپنی مرضی اُس کی رضا میں جذب و ختم کر دے۔ اِس کے علاوہ اور کوئی راہ نہ ہے، نہ تھی اور نہ ہو ہی سکتی ہے۔

آد سَچ جُگاد سَچ
ہے بھی سَچ نانک ہوسی بھی سَچ

سوچے سوچ نہ ہووئی۔ جے سوچی لکھ وار
چُپّے چُپ نہ ہووئی جے لائی رہا لِوتار
بُھکھیاں بُھکھ نہ اُتری جے بنّاں پُوریاں بھار

سہس سیانپاں لکھ ہووے تا اِک نہ چلّے نال
کِو سچیارا ہووئیے کِو کوُڑے تُٹّے پال
حکم رضائی چلنا۔ نانک لِکھیا نال
جپ جی صفحہ۔ ۱

خُدا کی رضائے مُطلق

اُس کُل مالک کی رضا یا 'حکم' ہر طرح مکمل و مطلق ہے۔ وہ لابیاں ہے۔ کہنے سُننے سے پرے ہے۔ کائنات کے سب رنگ رُوپ' شکل و صورت اور تمام جاندار اُس کے حکم سے ہی وجوُد میں آئے ہیں۔ اُسی کے زیر حکم چھوٹے یا بڑے ہیں۔ 'حکم' سے ہی کچھ لوگوں کو وِصال کی نعمت نصیب ہوتی ہے اور دُوسرے ہمیشہ حیات و موت کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہے حکم کے تحت ہے۔ کوئی بھی' کچھ بھی اُس خُدائے برتر کی رضا سے باہر نہیں۔ اُس کی رضا میں رہنا ہی اصل زندگی ہے۔ جس نے اِس حقیقت کو پالیا' وہ کبھی اپنی الگ ہستی کا دعوےٰ نہیں کرتا۔

حکمی ہوون آکار۔ حکم نہ کہیا جائی
حکمی ہوون جیو۔ حکم ملے وڈیائی
حکمی اُتم نیچ۔ حکم لِکھ دُکھ سکھ پائیے
اِکناں حکمی بخشیس۔ اِک حکمی سدا بھوائیے
حکمے اندر سب کو۔ باہر حکم نہ کوئے
نانک حکمے جے بجھے تا ہومے کہے نہ کوئے
جپ جی صفحہ۔ ۱

خُدائے لامُنتہا

وہ خُدائے برتر نادید و انسانی فہم و فراست سے پرے ہے۔ وہ لابیاں و لامکاں ہے۔ اُس لامُنتہا خُدا کی نہ اپنی کوئی اِنتہا ہے نہ اُس کی کائنات کی۔

دھرتی ہور پرے ہور ہور تِس تے بھار تلے کوَن جور
جپ جی صفحہ۔ ۳

گوُرو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ وہ خُدا لافانی ہے۔ وہ ازل وابد کی زد سے پرے ہے۔ وہ پاک و پاکیزہ ترین ہے۔ اُس کا نہ کوئی آغاز ہے نہ انجام۔ وہ تمام تغیّر و تبدّل سے بالا ہے۔ اُس کا کوئی رنگ رُوپ وصُورت نہیں۔ وہ مادّیت کی ہر غلاظت سے پاک ہے۔ وہ بیدار ترین و پاک ترین ہے۔

آدِیس تِسے آدِیس
آد انیل اَناد اَناہت
جُگ جُگ ایکو ویس   جپ جی صفحہ ۶

خالقِ کائنات

یہاں گوُرو صاحب اِس کائینات کو اُس خالق کا ایک نادر کرِشمہ کہہ کر اُس کی تعریف و توصیف کر رہے ہیں۔ اِنسان کو اِس کائینات کے نہ اِس کنارے کا علم ہے، نہ اُس کنارے کا۔ اِس میں موجوُد جانداروں کے رنگ ورُوپ، نام ومُقام کا کوئی حساب نہیں۔ جو کچھُ ہے، اُس خالق و کردگار کی قلمِ رواں کا کرِشمہ ہے۔ وہ خالقِ خوُد بھی لابیاں ہے اور اُس کی تخلیق بھی۔ اُس کردگار کی تخلیق رنگ رُوپ وصُورت میں بڑی خُوبصورت اور تعجب خیز ہے۔ اُس کے مہر وکرم کی نعمت اور اُس کے پیدا کردہ جانداروں کو دیکھ کر، اُس کی بے پناہ قوتِ تخلیق کا اندازہ لگا کر، اِنسانی عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے۔ قُدرت کی وہ سلطنت جو اُس کُل مالک نے اپنی بے پناہ رحمت سے اِنسان کو بخشی ہے کتنی عظیم و وسیع ہے۔ قُدرت کا یہ لامُنتہا کھیل تماشہ، اُس کے ایک 'شبد' یا کلمہ کا کرِشمہ ہے۔ تمام کائینات اُس کُل مالک کے کلمۂ الٰہی، شبد، نام، یا حُکم سے پیدا ہوئی ہے۔ اِنسان کسی طور بھی اِس تخلیق، اِس کے خالق اور اِس کے فضل و کرم کو سمجھنے یا اُس کی تعریف کرنے کے قابل نہیں ہے۔

دھرتی ہور پرے ہور ہور   تِس تے بھار تلے کوَون جور
جیہ جات رنگاں کے ناؤ   سبھناں لِکھیا وُڑی کلام

ایہہ لیکھا لِکھ جانے کوئے　　لیکھا لِکھیا کیتا ہوئے
کیتا تان سوا لیہو رُوپ　　کیتی دات جانے کوؤن کوُت
کیتا پَساؤ ایکو کواؤ　　تِس تے ہوئے لکھ دریاؤ
قُدرت کوؤن کہا ویچار　　واریا نہ جاواں ایک وار
جو تُدھ بھاوے سائی بھلی کار　　تو سدا سلامت نِر نکار

جپ جی صفحہ ۔ ۳

عالموں کو کیا عِلم

عالموں، پنڈتوں اور مولویوں کو کہاں عِلم ہے کہ یہ دُنیا کب بنی۔ وید پُران بھی اِس معاملہ میں خاموش ہیں۔ قاضی قُرآن میں بھی کوئی تاریخ نہیں بتا سکے۔ جب یہ کائینات وجُود میں آئی، یوگیوں کو بھی اُس ساعت، پَل، موسم یا ماہ کی کوئی خبر نہیں۔ وہ خالق و مالک ہی جانتا ہے کہ اُس نے کِس نیک ساعت میں اِس کائینات کی تخلیق کی۔

لوگ اپنی اپنی عقل کے مُطابق اُس پرور دگار کی تعریف کرتے ہیں۔ ہر شخص خود کو دوسروں سے زیادہ عقلمند سمجھتا ہے۔ مگر حق تو یہ ہے کہ کائینات کے خالق و مالک، خُدائے برتر کی تعریف و توصیف کر سکنا ناممکن ہے۔ وہ خُود عظیم سے عظیم تر ہے۔ اور ویسا ہی اُس کا کلمہ یا نام عظیم تر ہے۔ جو 'وہ' یا اُس کا 'نام' کرتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ اپنے کئے ہوئے کو وہ خُود ہی جانتا ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ میں نے رب اور اُس کی قُدرت کی وسعت و عظمت کا راز پا لیا ہے تو خُدا کی درگاہ میں اُسے بے وقوف گردانا جاتا ہے۔ لاکھوں آکاش، لاکھوں پاتال ہیں جو اِنسان کی فکر و رسا سے پرے ہیں۔

تمام عالم فاضل، مذہبی کُتب اور وید کتیب اِس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اِس مُکمل ولا اِنتہا تخلیق کی غیبی بُنیاد و اصل وہی واحد خُدا ہے۔ سب برتن اُسی ایک دھات سے بنے ہیں۔ اُس نادید ولا اِنتہا کی اِنتہا کو محدود خِرد و ادراک سے پایا نہیں جا سکتا۔ وہ خُدائے لامُنتہا خُود ہی اپنے آپ کو جان سکتا ہے، کوئی دُوسرا اُس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

تب ہم کریں تو کیا کریں؟ ہمیں یہی زیب دیتا ہے کہ خود کو اُس کی حمد، پرستش و عشق میں محو کر دیں۔ خواہ ہمیں اُس کا علم ہو کہ نہ ہو۔ بالکل اُسی طرح جیسے دریا سمندر میں گر کر اُسی میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کو نہ تو سمندر کی گہرائی کی خبر ہوتی ہے اور نہ ہی سمندر کی گہرائی پانے کا خیال ہی ہوتا ہے۔

وِیل نہ پائیا پنڈتی — جے ہووے لیکھ پُران
وَکھت نہ پائیو قاضیاں — جے لِکھن لیکھ قُرآن
تِھت وار نہ جوگی جانے — رُت ماہ نہ کوئی
جا کرتا سِرٹھی کو ساجے — آپے جانے سوئی
کِو کر آکھاں کِو صالاحی — کیو ورنی کِو جانا
نانک آکھن سب کو آکھے — اِکدُو اِک سیانا
وَڈا صاحب وَڈی نائیں — کیتا جا کا ہووے
نانک جے کو آپے جانے — اَگے گیا نہ سوہے
پاتالاں پاتال — لکھ آگا سا آگاس
اوڑک، اوڑک بھال تھکے — وِید کہن اِک وات
سَہس اٹھارہ کہن کتیباں — اَصلو اِک دھات۔
لیکھا ہوئے تاں لِکھیئے — لیکھے ہوئے وِناس
نانک وَڈا آکھیئے — آپے جانے آپ

صالاحی صالاح اِیتنی سُرت نہ پائیا
ندیاں اَتے واہ۔ پوَے سُمندر نہ جانیئے

(جپ جی صفحہ ۵-۴)

مذہبی کُتب سے بالا

وِید اُس رب کی تعریف کرتے ہیں۔ پُران اُس کی توصیف کرتے ہیں۔ بے شمار عالم فاضل مذہبی کُتب کا مطالعہ کر کے اُس کی عظمت کے گیت گا رہے ہیں۔ راندر

اور برہما. کرشن اور گو پیاں ۔ سِدّھ اور بُدھ اُس خُدائے پاک اور اُس کے حُکم، کو بیان کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لاتعداد اُس کی تعریف کرتے ہوئے چلے گئے اور لاتعداد اُس کی حمد کے لیے دُنیا میں آئیں گے۔ مگر اُس خُدائے لامنتہا و لامثال کی نہ کوئی پہلے قیمت لگا سکا ہے اور نہ آئیندہ لگا سکے گا۔ وہ اللہ باری مَن اور عقل کی پہنچ سے پَرے ہے۔ وہ عظیم سے عظیم تر ہے۔ جو کچھ ہے، وہ خُود ہے اور اپنی عظمت فقط وہ خُود ہی جانتا ہے۔

آکھیں وِید پاٹھ پُران — آکھیں پڑھیں کریں وِکھیان
آکھیں بَرمے آکھیں راند — آکھیں گوپی تے گووِند
آکھیں اِیسر آکھیں سِدّھ — آکھیں کیتے کیتے بُدّھ
آکھیں دانو آکھیں دیو — آکھیں سُر نر مُن جَن سیو
کیتے آکھیں آکھن پائے — کیتے کہہ کہہ اُٹھ اُٹھ جائے
ایتے کیتے ہور کرے — تا آکھ نہ سکے کیئی کے
جے وڈ بھاوے تے وڈ ہوئے — نانک جانے ساچا سوئے

جپ جی صفحہ ۶-۵

مُرشد کی فضیلت

مُرشد ہی کلمۂ الٰہی ہے. مُرشد ہی عِلمِ عِرفان ہے۔ مُرشد سب سے عظیم مذہبی کِتاب یا سب سے اعلیٰ علم ہے۔ مُرشد ہمہ جا اُوست یعنی سب جگہ موجُود ہے۔ مُرشد تینوں دیوتاؤں، برہما، وِشنو اور مہیش بلکہ اُن کی قوّتِ مادری یعنی شکتی، سے بھی بڑا ہے۔ مُرشد کے ذریعہ ہی حق اور اُس کی حقیقت کا عِلم ہوتا ہے۔ مُرشد کے ذریعہ ہی اُس پوشیدہ راز کا اِظہار ہوتا ہے کہ خُدا ہی اصل حقیقت ہے۔ حقیقتاً وہی زندگی بخشنے والا ہے اور اُسے کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔

گُورمُکھ نادنگ گُورمُکھ ویدنگ گُورمُکھ رہیا سمائی
گُور ایسر گُور گورکھ برہما گُور پاربتی مائی
جے ہو جانا آکھاں ناہی کہنا کتھن نہ جائی
گُوراں اِک دِیہہ بُجھائی
سبھناں جیا کا اِک داتا۔ سو مَیں وِسرنہ جائی جپ جی۔ صفحہ۔ ۲

مُرشد کی قوتِ اختیار

جن کو وہ خُدائے پاک خُود مقامِ حق سے تُحکمنانہ، پروانہ یا اِجازت دیتا ہے بس، وہی حقیقی مُرشدِ کامل ہیں۔ اور وہ ہی راہِ حق کے سچے راہ نُما ہیں۔ وہ خُدا کی درگاہ میں عزت پاتے ہیں۔ وہ ایسے ستارے ہیں جو دُنیا کو روشنی دیتے ہیں۔ روزِ ازل سے چنی ہوئی رُوحیں اُن کی پناہ میں آتی ہیں۔ وہ خُود ہمیشہ اُس واحد مالک کے تصوّر میں مخمور رہتے ہیں:

پنچ پروان پنچ پردھان۔ پنچے پاوَے درگہہ مان
پنچے سوہے دَر راجان پنچاں کا گُور ایک دِھیان
جپ۔ جی۔ صفحہ۔ ۳۔

کلمہ ہی حقیقت ہے

وہ خُدائے پاک حقیقت ہے اور اُس کا کلمہ بھی حقیقت ہے۔ وہ خُدا اور اُس کا کلمہ مُجسم مُحبت ہے۔ وہ خُدائے برتر یا اُس کا کلمہ یا 'نام'، ہی تمام جاندار تخلیق کی جان ہے۔ وہ ہر چیز کی ہستی کا اصل جوہر ہے۔ وہ زندگی بخشنے والا ہے، تخلیق میں دم پھُونکنے والا ہے۔ سب جاندار اُس کے در کے بھکاری ہیں۔ جب تمام کائنات کی بُنیاد، مالک و خالق وہ خُدا خُود ہے اور ہر چیز بمعہ ہماری زندگی، خُدا کی ہی ہے تو ہم اُسے کیا نذرانہ دے سکتے ہیں۔ اُسے کیا پیش کر سکتے ہیں۔ ضرورت تو اِس بات کی ہے کہ ہم صبح سویرے اُس مالکِ حقیقی کے

سچے نام سے لَو لگائیں۔ اِس طرح اُس رحمان کی رحمت سے حیات و موت کا چکر ختم ہو جائے گا۔ حقیقی نجات ملے گی اور مالکِ کُل سے وِصال ہو جائے گا۔

ساچا صاحب ساچ نائے بھاکھیا بھاؤ اَپار
آکھے منگے دیہہ دیہہ دات کرے داتار
پھیر کے اَگے رکھیئے جت دِسے دربار
مُوہوں کہ بولن بولیئے جت سُن دھرے پیار
اَمرت وِیلا سچ ناؤ۔ وڈیائی وِیچار
کرمی آوے کپڑا۔ ندری موکھ دوار
نانک ایویں جانیئے۔ سب آپے سچیار

جپ جی۔ صفحہ۔ ۲۔

کلمۂ اِلٰہی کا سماع

گورُو صاحب ان چار 'پَوڑیوں' میں باطن میں مُرشد سے بخشے گئے 'نام'، 'شبد' یا 'کلمہ' سے جُڑنے کے فائدے بیان کر رہے ہیں۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ باطن میں کلمہ سے جُڑنے سے رُوح کو سِدّھوں، پِیروں، اور فرشتوں یا دیوتاؤں کی اُونچی رُوحانی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اُسے کُل جہانوں اور اُنھیں قوّت دینے والی طاقت کا بھی عِلم ہو جاتا ہے۔ کائینات کا ہر راز ایک کھُلی کِتاب کی طرح اُس کے سامنے آ جاتا ہے۔ وہ وقت یا موت پر فتح پا لیتا ہے۔ اُس کے تمام غم و گُناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اُس کا دل ہمیشہ رُوحانی خوشی اور سکُون سے سرشار رہتا ہے۔ اُسے کلمہ یا شبد سے جُڑی بے شُمار رِدّھیاں۔ سِدّھیاں اور قوتیں مل جاتی ہیں۔ وہ خود کو پہچاننے کے قابل بن سکتا ہے۔ وہ تمام مذہبی کُتب کا اصل مطلب جان جاتا ہے۔ اُسے کلمۂ الٰہی یا شبد کو سُننے سے حقیقی صبر، صحیح عِلم، سچا سکُون اور دائمی سرُور مل جاتا ہے۔ کلمۂ الٰہی سے منسلک ہونے پر وہ اور کئی اوصاف کا مالک بن جاتا ہے۔ اور آخر کار اُس کُل مالک کے وصال کے قابل ہو جاتا ہے :

سُنیئے سِدّھ پیر سُر ناتھ
سُنیئے دھرت دھول آکاس
سُنیئے دِیپ لو پاتال
سُنیئے پوہ نہ سکے کال
نانک بھگتاں سدا وِگاس
سُنیئے دُوکھ پاپ کا ناس

سُنیئے ایسر برما اِند
سُنیئے مُکھ صلاحَن مَند
سُنیئے جوگ جُگت تَن بھید
سُنیئے ساست سِمرت وید
نانک بھگتاں سدا وِگاس
سُنیئے دُوکھ پاپ کا ناس

(۱) سُنیئے سَت سنتوکھ گیان
سُنیئے اٹھ سٹھ کا اِسنان
سُنیئے پڑھ پڑھ پاوے مان
سُنیئے لاگے سہج دِھیان
نانک بھگتاں سدا وِگاس
سُنیئے دُوکھ پاپ کا ناس

---

(۱) کلمۂ الہٰی کو سُننے والا اِنسان سچا صابر و قانع بن جاتا ہے۔ اُسے علم و عرفان ہو جاتا ہے۔ ندائے سُلطانی سُننے والے اِنسان کو ۶۸ تیرتھوں کی زیارت و غُسل کا ثمرہ مل جاتا ہے۔ جو عزت و توقیر کوئی مذہبی کُتب کے مُطالعہ سے حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ ندائے شیریں کے سُننے سے مِل جاتی ہے۔ ندائے کلمہ کو سُننے والا تینوں (رجوگُن۔ تموگُن اور ستوگُن) سے نکل کر صبر و سکون کی کیفیت کے عالم میں سما جاتا ہے۔

(۱) سُنیئے سرا گُنا کے گاہ | سُنیئے سیخ پیر پاتساہ
سُنیئے اندھے پاوے راہ | سُنیئے ہاتھ ہوے اَسگاہ
نانک بھگتاں سدا وِگاس | سُنیئے دُوکھ پاپ کا ناس

جپ جی ۲،۴،۳

شغلِ کلمہ*

گورُو صاحب کلمۂ اِلہی، شبد یا نام کے ساتھ باطن میں جُڑنے اور شبد کو سُننے کا بیان کرنے کے بعد اُس رُوحانی شغل کے عامل کی کیفیت و حالت کو بیان کرتے ہیں۔ جو کلمۂ الٰہی کا لگاتار عمل کر کے اُس میں ہی محو و جذب ہو جاتا ہے۔ ایسے عامل و شاغل کو وہ نرالی کیفیت و حالت حاصل ہو جاتی ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

کلمۂ اِلہی میں محو رہنے والے رُوحانی عامل کی قُوتِ بیدار اِتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ تمام دُنیا اُسے رُو برُو نظر آتی ہے۔ تمام کائنات اُس کی نِگاہ میں آجاتی ہے۔ کلمۂ الٰہی

---

(۱) ندائے سُلطانی کے سُننے والے کو خُدا کے تمام اوصاف کا عِلم ہو جاتا ہے۔ اُسے شیخ، پیر اور بادشاہ کا درجہ مل جاتا ہے۔ ندائے سُلطانی کو سُننے سے اندھا اور کم عقل اِنسان بھی حصُولِ خُدا کی سچی راہ پر چلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ندائے سُلطانی سُننے والے کو دُنیا کے بے کراں و لااِنتہا بحرِ ظلمات کا پتہ چل جاتا ہے۔

* اُپنشدوں میں رُوحانیت کے تین حصّوں۔ شروَن (سُننا) منن (دل میں بسا لینا) اور ندِھیان (مراقبے میں حق سے جُڑنا) کی بہت تعریف کی ہے۔ گورُو صاحب بھی 'سُنیئے' 'منّیئے' اور 'پنچ پروان' کی 'پوڑیوں' میں اندر شبد کو سُننے' شبد کے رنگ میں رنگے جانے اور مکمل مراقبے کی حالت میں کلمۂ الٰہی میں جذب ہو کر کلمہ ہی کی صُورت ہو جانے کی عظمت بیان کر رہے ہیں۔

کی نرالی قوت کے سہارے وہ ایک کے بعد دوسری رُوحانی منزل طے کرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے اور بالآخر خُدائے پاک کے اُس ذاتی مُقام پر پُہنچ جاتا ہے جو سب کا آغاز و انجام ہے۔ جُوں جُوں وہ بالائی رُوحانی منازل میں پُہنچتا جاتا ہے وہ وسیع النظر ہوتا جاتا ہے۔ اُس کی رُوح سے گُذشتہ جنموں کے ہر قسم کے داغ دُھل جاتے ہیں۔ اور وہ زندگی اور موت کے غموں اور حیات و موت کی قید و بند سے آزاد ہو جاتا ہے۔

کلمۂ الٰہی مادیّت کے ہر قسم کے اثر سے آزاد ہے۔ اور اُس کلمہ یا نام میں سما چُکا اِنسان بھی ہر قسم کے دُنیاوی مکر و فریب سے چھُٹکارا پالیتا ہے۔ اور یوں کلمۂ الٰہی میں محو و جذب، انسان حقیقی نجات پالیتا ہے اُس میں جذب ہو کر اُسی کی صُورت بن جاتا ہے۔ ایسا خُدا پرست و خُدا رسیدہ عظیم اِنسان خُود حقیقی و دائمی نجات حاصل کر لیتا ہے۔ اور دیگر رُوحوں کو بھی دائمی نجات کی راہِ حقیقی پر ڈالنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

کلمۂ الٰہی تو کامل و مکمل ہے مگر کوئی کوئی خُوش قسمت رُوح ہی کلمہ کی لاانتہا طاقت کے راز کو جانتی ہے اور اُس کے باطنی رُوحانی عمل سے پُورا فائدہ اُٹھاتی ہے۔

مَنّے کی گَت کہی نہ جائے ۔۔۔ جے کو کہے پِچھے پچھتائے
کاگد قلم نہ لِکھن ہار ۔۔۔ مَنّے کا بہہ کرن وِیچار
ایسا نام نِرنجن ہوئے ۔۔۔ جے کو مَن جانے مَن کوئے

مَنّے سُرت ہووے مَن بُدھ ۔۔۔ منّے سَگل بھَون کی سُدھ
مَنّے مُہہ چوٹاں نہ کھائے ۔۔۔ مَنّے جم کے ساتھ نہ جائے
ایسا نام نِرنجن ہوئے ۔۔۔ جے کو مَن جانے مَن کوئے

مَنّے مارگ ٹھاک نہ پائے ۔۔۔ مَنّے پَت سیو پرگٹ جائے
مَنّے مگ نہ چلے پنتھ ۔۔۔ مَنّے دھرم سیتی سَن بدھ
ایسا نام نِرنجن ہوئے ۔۔۔ جے کو مَن جانے مَن کوئے

مَنّے پاوے موکھ دُوار مَنّے پَرِ وارے سا دھار
مَنّے تَرے تارے گوُر سِکھ مَنّے نانک بھوے نہ بِھکھ
ایسا نام نِرنجن ہوئے جے کو مَن جانے من کوئے

جپ جی صفحہ-۳-

الفاظ اور کلمہ

اُس خُدائے پاک کو بے شُمار نام و الفاظ سے پُکارا و یاد کیا جاتا ہے۔ اُس کا کئی مقامات سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔ لا تعداد آسمان، لا تعداد دُنیا، جزائر، محل اور لا تعداد آسمانی دُنیا کے باشندے اُس کُل مالک کے سہارے قائم ہیں۔ لا تعداد کہنے سے بھی اُن کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اُن کی کوئی تعداد یا شُمار ہی نہیں۔

یہ دُرست ہے کہ ہم الفاظ یا نام کے ذریعہ ہی گُفتگو کرتے ہیں۔ اور اُنکے ذریعہ ہی ہمارا لکھنے، پڑھنے، علم حاصل کرنے اور خُدا کی تعریف کرنے کا سارا کام چلتا ہے۔ اِنسان اور اللّٰہ تعالےٰ کے تعلق کا بیان بھی الفاظ کے ذریعہ ہی کیا جاتا ہے۔ مگر وہ خُدائے نارسا اِن الفاظ اِفعال و اعمال کی حد سے پرے ہے۔ جن کے اعمال لکھے جاتے ہیں، وہ وقت و مقام کی بندشوں اور اصُولِ اعمال وثمرہ کے زیرِ چل رہے اِس میدانِ عمل کے باشندے ہیں۔ مگر اعمال کا قانون بنانے والا، وہ کُل مالک، خُود وقت و مقام، اعمال وثمرہ کی بندشوں سے مُبّرا ہے وہ مخفی یا غیب خُدا اپنے کلمہ، شبد یا نام کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ اُس کا 'نام' یا کلمہ ہی تمام دُنیا کا خالقِ و کِردگار ہے۔ وہ کلمہ 'ہمہ جا اُوست' ہے، قادرِ مُطلق ہے۔ جو کُچھ بھی کیا ہے اُس کلمہ یا شبد نے کیا ہے۔ وہ کُل مالک، خالقِ اور اُس کا کلمہ یا شبد دونوں ہی لا بیاں ہیں:

اُسنکھ ناد اُسنکھ تھاد اُگم اُگم اُسنکھ لو
اُسنکھ کہئے سِر بھار ہوئے

اُکھری نام اُکھری صالاح ۔ اُکھری گیان گیت گُن گاہ
اُکھری لِکھن بولن بان ۔ اُکھرا سر سنجوگ وِکھان
جِن ایہہ لِکھے تِس سِر نا ہے ۔ جو فرمائے تِو تِو پاہے
جیتا کیتا تیتا ناوٗ ۔ وِن ناوے ناہیں کو تھاوٗ
قُدرت کون کہا وِیچار ۔ واریا نہ جاواں ایک وار
جو تُدھ بھاوے سائی بھلی کار ۔ تُو سدا سلامت نرنکار

جپ جی صفحہ ۔ ۴۔

گُناہوں کا پاک کُنندہ

اگر ہاتھ پاؤں گندے ہو جائیں تو اُن کو پانی سے دھو لیا جاتا ہے۔ جسم کو لگی گندگی بھی پانی سے صاف کی جا سکتی ہے۔ کپڑے گندے ہو جائیں تو صابن سے صاف کئے جاتے ہیں۔ مگر جب مَن گُناہوں کی میل سے گندہ ہو جاتا ہے تو صرف نامِ خُدا یعنی کلمہ ہی اُس کی غلاظت کو دُور کر سکتا ہے۔ یہ دُنیا میدانِ عمل ہے۔ یہاں ہر ایک کو اپنے اعمال کی فصل کاٹنی پڑتی ہے اور اُن کے باعث اُسے حیات و موت کے چکر میں سے گُذرنا پڑتا ہے۔

تمام قسم کی عِبادت ریاضت، خیرات و زکوٰۃ اور مُقدس مقامات کی زیارت، باطن میں جاکر کلمہ یا 'نام' کے مُقدس غُسل کے بمُقابلہ ہیچ ہیں۔

اگر مَن میں ذوقِ سلیم و حقیقی دردِ فراق و ہجر نہیں، دل میں عقیدت و اعتقاد نہیں، اور باطن میں نخلِ مُحبت نے گہری جڑ نہیں پکڑی تو یہ تمام بیرونی شرعی رسُوم و رواجات بے معنی اور پانی بلونے کی مانند ہیں۔

بھریئے ہتھ پیر تن دیہہ ۔ پانی دھوتے اُترس کھیہہ
مُوت پلیتی کپڑ ہوئے ۔ دے صابُن لیئے اوہ دھوئے
بھریئے مت پاپا کے سنگ ۔ اوہ دھوپے ناوے کے رنگ

گُنیں پار پئیں آکھن نا ہے ۔ کر کر کرنا لِکھ لے جا ہے
آپے بیج آپے ہی کھاؤ ۔ نانک حکمی آوؤ جا وؤ
تیرتھ تپ دَیا دَت دان ۔ جے کو پاوے تِل کا مان
سُنیا منّیا من کیتا بھاؤ ۔ انتر گت تیرتھ مل ناؤ

جپ جی صفحہ ۴

اِنسان کی محدُودیت

انسان جاہل مُطلق ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ خُود کو بہت دانا سمجھتا ہے اگر مُقدر میں نہیں، تو انسان خواہ زمین و آسمان ایک کر دے، اُس کے خیال، اِرادے، عہد و پیمان اور تمام کوشش بار آور نہیں ہوتیں۔ یہ کم عقل انسان یہ نہیں سمجھتا کہ اُسکے گذشتہ اعمال ہی اُس کی خوش نصیبی یا بدنصیبی کا باعث ہیں۔ جب تک کُل مالک کا کرم نہیں ہوتا، وہ کبھی بھی زندگی اور موت کے چکر سے نجات نہیں پا سکتا۔

گورُو صاحب اُس رحمان الرحیم سے دُعا کر رہے ہیں کہ اے مالک! مجھے اکیلا نہ چھوڑ کیوں کہ مَیں اپنے آپ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں اپنی طاقت سے نہ زبان ہلا سکتا ہوں اور نہ چُپ ہی رہ سکتا ہوں۔ میں اپنے آپ اپنی طاقت سے نہ کچھ مانگ سکتا ہوں اور نہ دے سکتا ہوں۔ یہ حیات و موت میرے بس میں نہیں۔ اِس لیے میں اپنی طاقت سے نہ زندہ رہ سکتا ہوں اور نہ مر ہی سکتا ہوں۔ میں اپنی مرضی سے نہ راجا بن سکتا ہوں نہ بھکاری۔ اپنی طاقت سے مجھے نہ اپنا عِلم ہو سکتا ہے اور نہ تیرا پتہ۔ میں اپنی تمام کوششوں سے دُنیا کے بحرِ ظُلمات سے پار نہیں اُتر سکتا۔ جو کچھ بھی ہونا ہے، وہ تیرے مہر و کرم سے ہونا ہے۔ جو بے وقوف و بے عقل یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے بل بُوتے پر کچھ کر سکتا ہے، وہ اپنا پُورا زور لگا کر دیکھ لے۔ اُس کے اِرادے کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ یہ تمام انسان یکساں ہیں۔ اگر خُدا کی بالائی نِگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ وہ کتنے بے بس و لاچار ہیں۔

آکھن جور چپے نہ جور — جور نہ منگن دین نہ جور
جور نہ جیون مرن نہہ جور — جور نہ راج مال من سور
جور نہ سُرتی گیان وِیچار — جور نہ جُگتی چھٹے سنسار
جِس ہتھ جور کر وِیکھے سوئے — نانک اُتم نیچ نہ کوئے

جپ جی صفحہ ۷

وہ دَر کیسا وہ گھر کیسا

سو دَر کا لفظی مطلب ' وہ دروازہ ' یعنی ' وہ در ' ہے۔ جِس طرح گھر میں داخل ہونے کے لیے کوئی دروازہ ہوتا ہے، اُسی طرح باطنی طبقات میں داخل ہونے کے لیے بھی ایک دروازہ ہے۔ رُوحانی سفر اِس دروازے میں داخل ہونے پر شروع ہوتا ہے اور مقامِ حق پر پہنچ کر وِصالِ حق پر ختم ہوتا ہے۔ رُوحانی طبقات میں داخلے کے اِس نُقطہ کو رُوحانی زبان میں 'تیسری آنکھ' کہا گیا ہے۔ اہلِ اِسلام کی مُتبرک مذہبی کُتب میں اِس کا ذِکر 'نُقطۂ سویدا' کے نام سے کیا گیا ہے۔ ہندُو شاستروں میں اِس کو 'شِو نیتر' کہا گیا ہے۔ اور انجیل اِسے 'ایک آنکھ' کہتی ہے۔

"اگر تُو ایک آنکھ والا بَن جائے تو تیرا تمام جسم نُور سے بھر جائے گا" (میتھیو ۳-۶)

گُورُو نانک صاحب نے اِسے 'دَر' کہا ہے کیوں کہ اِسی نُقطہ سے ہی ہمارا اصلی رُوحانی سفر شروع ہوتا ہے۔ یہ نُقطہ مُقامِ حق کے محل کی دہلیز کی مانند ہے۔

اِس نُقطہ پر پہنچ کر نیچے کی دُنیا کی موسیقی وراگ رنگ سُنے جا سکتے ہیں یہاں پہنچنے پر تمام نچلی کائنات کا بھرپُور نظارہ ہوتا ہے۔ اِس نُقطہ پر پہنچ کر تمام کائنات اور اِس کے سیارے وستارے، بے شُمار آواز وساز ہم آہنگ ہوکر نغمہ کی صُورت سُنائی دیتے ہیں۔ پانچ عناصر سے بنی ساری کائنات ہی نہیں، تمام دیوی دیوتا، بُدّھ بُدّھ، اوتار، جَپی تَپی، رِشی مُنی، اور دھرم راج وغیرہ بھی اُس خالق ومالک کی حمد وثنا میں مصرُوف نظر آتے ہیں۔

اِس کیفیت و حالت کو پانے سے رشیوں مُنیوں جیسی نُورانی نِگاہ مِل جاتی ہے۔ اِنسان کو بصیرت و عِرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ اُسے پیشنگوئی کی صلاحیت و اہلیت بھی مِل جاتی ہے۔ وہ اِس قدر وسیع النظر ہو جاتا ہے کہ مُستقبل میں ہونے والے واقعات اُسے حال میں ہی نظر آنے لگتے ہیں۔

اِس نُقطہ پر پہُنچ کر تمام کائینات، چاند، سُورج، تارے، گرہ، اُپ گرہ وغیرہ مِل کر ایک مجمُوعی موسیقی کے سُر تال پر ناچتے نظر آتے ہیں۔ تمام کائینات اُس کُل مالک کے قادرِ مُطلق حُکم کے تار میں پروئی نظر آتی ہے۔ تمام طبقات و کرّہ جات اُس کِردگار کے حُکم کے تحت کام کرتے نظر آتے ہیں۔ جو کُچھ ہوتا ہے، اُس کے حُکم یا رضا کے مُطابق ہوتا ہے۔ وہ اللہ باری تمام کائینات کا خالق، مالک، آقا اور سب شاہوں کا شاہ نظر آتا ہے۔ وہ، ہمہ جا اور دست، قادرِ مُطلق ہے۔

سو دَر کیہا سو گھر کیہا جت بہہ سَرب سمّالے
دلجے ناد انیک اَسنکھا کیتے واؤن ہارے
کیتے راگ پَری سیوں کہِن کیتے گاؤن ہارے
گاوہے تہنو پَون پانی بَیسنتر گاوہے راجہ دھرم دوارے
گاوہے چت گُپت لِکھ جانے، لِکھ لِکھ دھرم ویچارے
گاوہے اِیسر برہما دیوی سوہن سَدا سوارے
گاوہے اِند اِنداسن بَیٹھے دیوتیاں دَر نالے
گاوہے سِدّھ سمادھی اندر گاؤن سادھ وِچارے
گاؤن جتی سَتی سَنتو کھی گاوہے ویر کرارے
گاؤن پنڈت پڑھن رکھیسر جُگ جُگ ویداں نالے
گاوہے موہنیاں مَن موہن سُرگا مچھ پیالے
گاؤن رَتن اُپائے تیرے اٹھ سٹھ تیرتھ نالے
گاوہے جودھ مہابل سُورا گاوہے کھانی چارے

گاو ہے کھنڈ منڈل ور بھنڈا کر کر رکھے دھارے
سوئی تدھ نوں گاو ہے جو تدھ بھاؤن رتے تیرے بھگت رسالے
ہور کیتے گاون سے میں چت نہ آون نانک کیا وچارے
سوئی سوئی سدا سچ صاحب ساچا ساچی نائی
ہے بھی ہوسی جائے نہ جاسی رچنا جن رچائی
رنگی رنگی بھاتی کر کر جنسی مایا جن اپائی
کر کر ویکھے کیتا آپنا جو تس دی وڈیائی
جو تس بھاوے سوئی کرسی حکم نہ کرنا جائی
سو پاتساہ ساہا پاتصاحب نانک رہن رجائی　　　　جپ جی صفحہ ۶

مقامِ حق

وہ کُل مالک، غیر مجسم خُدا، بالائی رُوحانی طبق یعنی مقامِ حق کا رہنے والا ہے۔ مقامِ حق کے مالک خدائے پاک کی نگاہِ کرم ہی زندگی، خوبصورتی اور سُرور کا واحد سرچشمہ ہے۔ تمام جہان و کائینات و طبقات، مقامِ حق میں سمائے ہوئے ہیں۔ اُس لامحدود، غیر مجسم سے ہی تمام محدود اجسام۔ جاندار و غیر جاندار کی تخلیق ہوئی ہے۔ جو کچھ بنا ہے، اُس مالک کُل اور اُس کے حکم سے بنا ہے اور جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کے حکم کے تحت ہو رہا ہے۔

سچ کھنڈ وسے نرنکار کر کر ویکھے ندر نہال ۱
تتھے کھنڈ منڈل ور بھنڈ جے کو کتھے تا انت نہ انت
تتھے لو لو آکار جو جو حکم تویں تو کار
ویکھے وگسے کر ویچار نانک کتھنا کرڑا سار

جپ جی صفحہ ۸

جسمِ انسانی ۔ ہوا پانی اور خاک سے تخلیق شُدہ

گورُو صاحب نے 'جپ جی' کا اِختتام ایک شلوک سے کیا ہے۔ جس میں آپ اِس خیال کا اِظہار فرماتے ہیں کہ جسمِ اِنسانی ہوا، پانی اور مٹی سے بنا ہوا ہے۔

گورُو صاحب نے ہوا کو مُرشد کہا ہے۔ کیونکہ جس طرح مُرشد کے بغیر رُوحانی زندگی ممکن نہیں۔ اُسی طرح ہوا کے بغیر زندہ رہنا غیر ممکن ہے۔ پانی کو باپ کہا ہے۔ پانی پودوں کی پرورِش کرتا اور سرسبز رکھتا ہے۔ زمین ماں ہے کیونکہ یہ تمام اَشیا کی بُنیاد ہے۔ یہ ماں کی مانند ہی وسیع القلب اور پالنے والی ہے۔ دن اور رات آیا کی مانند زندگی کا پالنا ہلاتے ہیں۔ جبکہ ہوا خُوشگوار جھونکوں کا کام دیتی ہے۔ ساری دُنیا اُس پالنے میں پڑی اِعمال کے کھیل کھیلتی ہے۔ یہ دُنیا اعمال اور اُن کے ثمرہ کا میدانِ عمل ہے 'دھرم راج' اِس دُنیا میں آئے ہر شخص کے نیک و بد اعمال کا حساب رکھتا ہے۔ اور جزا و سزا دیتا ہے۔ ہر رُوح کو اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ مگر جو لوگ خُدا کا ذِکر کرتے ہیں اور اُس کے 'نام' سے لَو لگائے رکھتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے حیات و موت کے چکر سے آزاد ہوجاتے ہیں۔ اُن کا خُدا سے وِصال ہوجاتا ہے اور وہ بھی نُوری سرُور ہی ہو جاتے ہیں۔ ایسے سچے عابد نہ صرف خُود ہی آزاد ہوجاتے ہیں بلکہ اُن کی صُحبت میں آنے والی دُوسری رُوحیں بھی نجات پالیتی ہیں۔

پوَن گورُ پانی پِتا ماتا دھرت مہت
دِوس رات دوئے دائی دایا، کھیلے سگل جگت
چنگیایاں بُریایاں واچے دھرم حدُو در
کرمی آپو آپنی کے نیڑے کے دُور
جنہی نام دِھیایا گئے مُسقت گھال
نانک تے مُکھ اُجلے کیتی چھُٹی نال

جپ جی صفحہ ۸

آسادی وار

'آسادی وار' گورو نانک صاحب کے صُبح کے وقت گائے جانے والے کلام کا مجموعہ ہے عام طور پر 'جپ جی' کا پاٹھ یا وِرد ہر شخص اکیلا کرتا ہے مگر 'آسادی وار' مِل کر گائی جاتی ہے۔ اصل 'وار' رزمیہ طرز (ویررس) کے نمونہ پر تخلیق کی گئی ہے۔ یہ راگ آسا میں لکھی گئی ہے جو کہ عِبادت کے جذبہ سے عِبارت ہے۔ اِس کے ۲۴ بند (پوڑیاں) ہیں۔ اُن کے ساتھ شلوک بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جو 'وار' میں مشمول جذبات کی تشریح و وضاحت کرتے ہیں۔

اگرچہ پوڑیوں اور شلوکوں کی اِس مجموعی شکل میں 'آسادی وار' پُوری طرح کسی مضمون کی وضاحت نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کا کوئی باہمی تسلسل یا ربط ہے تاہم تمام تخلیق اِس نظریہ کے تار میں پروئی ہوئی نظر آتی ہے کہ اِنسان اپنی اِس موجُودہ گری ہوئی حالت سے اُوپر اُٹھ کر بالائی رُوحانی کیفیت کیسے پا سکتا ہے۔ اور اُس کُل مالک سے وِصال کے لیے کیسے تیار ہو سکتا ہے۔

'وار' کا آغاز مُرشدِ عالی کی تعریف و توصیف میں لکھی گئی حمد و ثنا سے ہوتا ہے۔ یہ مُرشد کی ہی رحمتِ بے کراں ہے۔ کیونکہ فقط وہی اِنسان کو نیچے سے اُونچا اُٹھا کر اُسے وصالِ حق کے قابل بنا سکتا ہے۔ جو شخص اِس وہم میں مُبتلا ہے کہ وہ خُود ہی اِس کام میں کامیاب ہو سکتا ہے وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچتا۔

اُس خالق نے یہ کائنات اور اِس کے اُصول و قانُون خُود بنائے ہیں جو حق و انصاف پر مبنی ہیں۔ اِنسان کو فقط اُس پرودگار اور اُس کے 'نام' کی عبادت و پرستش، حمد و ثنا کرنی چاہیے کیونکہ وہ کُل مالک ہی سچا سُچی ہے۔ وہی اور بس واحد وہی لافانی، لازوال حقیقت ہے۔ اُس نادیدہ، اِنسانی عقل سے بعید، کُل مالک کی حد یا اِنتہا کو پا سکنا ناممکن ہے۔ انسان یا تو اُس کی تعریف و عبادت کر سکتا ہے یا اُس کے کرم و فضل کو دیکھ کر حیرت و سرخُوشی کا اظہار کر سکتا ہے۔

کائینات کی ہر شے اُس خالق کے خوف یا حُکم کے تحت چل رہی ہے۔ فقط وہ کُل مالک ہی 'بے خوف' ہے کیونکہ فقط وہی لافنا اور تمام بندشوں سے آزاد ہے۔ وِشنو کے اوتار شری رام اور شری کرشن جی بھی اپنے اپنے وقت میں اُس کُل مالک کے زیر حُکم اپنا اپنا کھیل دِکھاکر' اپنے اعمال میں بندھے اِس دُنیا سے چلے گئے۔ اُن اوتاروں کو بھی حیات و موت کے چکر سے نجات نہ مل سکی۔

گورُو صاحب نصیحت فرماتے ہیں کہ مُتبرک مقامات کی زیارت میں بھٹکنے سے خُدا نہیں ملتا۔ اگر اُس کُل مالک کے کرم سے مُرشدِ کامل مل جائے تب ہی خُدلسئے برتر سے وصال ہوسکتا ہے۔ مُرشدِ کامل اپنے مُرید کو کلمہ اِلٰہی کا راز دے کر سُلطان الاذکار کے شغل کا طریق سِکھاتا ہے جس سے مُرید اپنے نفس و خُودی سے بالا ہوکر زندگی اور موت کے چکر سے رہائی پالیتا ہے۔

حق و ناحق' حقیقت و غیر حقیقت' دونوں کا کرِ دگار وہ کُل مالک خُود ہی ہے وہی ہمیں اپنے فضل و کرم سے اِن دونوں کی پہچان سِکھا سکتا ہے۔ کوئی بھی انسان اِن شرعی رسُوم کے سہارے مکر و مادّیت سے اُوپر اُٹھ کر حق و حقیقت میں محو نہیں ہوسکتا' مادّیت سے مَفر اُس مالکِ کُل کے کرم سے ہوتا ہے۔ شرعی رسُوم اِس میں قطعی مددگار ثابت نہیں ہوتیں۔

کوئی بھی شخص بغیر مُرشدِ کامل کے مہر و کرم کے وِصالِ حق میں کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ خُدا خُود مُرشد کی صُورت میں اِنسانوں کی بہبُودی و نجات کے لیے دُنیا میں آتا ہے۔ مُرشدِ کامل کُل مالک کا نُمائیندہ ہے اور فقط وہی اِنسان یعنی رُوح کو اُس سچے کلمۂ اِلٰہی سے جوڑ سکتا ہے جو اُسے واپس خُدا کی درگاہ میں لے جاتا ہے۔

گُناہ' بدی' بُرائی اور لاعلمی کی جڑ خُودی' انانیّت' یعنی 'ہومیں' 'میں ہے' 'ہومے' یا خُودی پر فتح پانے کے لیے نیک و پاک زندگی بسر کرنا' گوشت' شراب و دیگر بداعمالیوں سے پرہیز' اور مُرشد کے بتائے کلمۂ اِلٰہی کا رُوحانی عمل کرنا ازحد لازمی ہے۔

کبھی بھی کسی کو مذہبی کُتب کے لگاتار وِرد و مُطالعہ سے خُدا سے وصال کا طریق نہیں مِلا۔ رُوحانی ترقی کے معاملہ میں کوئی بھی مذہبی کتاب' مُرشدِ کامل کے مقام و مرتبہ

کو نہیں پہنچ سکتی۔ کلمۂ الٰہی کے باطنی رُوحانی عمل کے بغیر مذہبی کُتب کا مُطالعہ اِنسان کی خُودی میں اِضافہ کرتا ہے۔ اِسی طرح مُتبرک مُقامات کی زیارت سے بھی لوبھی نیکی' پارسائی اور فضیلت کا غرور آتا ہے۔ اور نہ ہی عبادت وریاضت' ترکِ دُنیا یا ہٹھ یوگ کے طریقوں سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس (مَن) پر چڑھی ہوئی ہوئے' یا خُودی کی غِلاظت صرف کلمۂ الٰہی' شبد یا نام' کے رُوحانی عمل سے ہی اُترتی ہے۔

جب کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل (شغلِ سُلطان الاذکار) سے قلب پاک و صاف ہو جاتا ہے تو انسان کو سب میں اُس واحد خُدا کا نُور نظر آنے لگتا ہے۔ تب اُس کو دُنیا کے سب جانداروں سے محبت ہو جاتی ہے۔

زمانۂ حال یعنی موجُودہ وقت' تاریکی کا عہد' 'کل یُگ' ہے۔ ہر رُوح پر نفسانیّت' لالچ اور لگاؤ کا بھُوت سوار ہے۔ عُلما' عِلم حقیقی سے کورے ہیں اور بہادُر' بہادُری سے بے بہرہ۔ وہ مالک' علیم و بصیر ہے۔ وہ سب کے دِلوں کی جانتا ہے۔ آخرکار ہر شخص کو اپنے اعمال کا نتیجہ بھُگتنا پڑے گا۔

اکثر دُکھ' دوا اور سُکھ مرض بن جاتا ہے۔ دُکھ تمام دُکھوں کی دوا بن جاتا ہے۔ کیونکہ دُکھ اور تکلیف میں ہمارا خیال کُل مالک' خُدا کی طرف جاتا ہے۔ جبکہ عیش و عشرت کے وقت انسان خُدا کو بالکل بھُول جاتا ہے۔ 'کل یُگ' کے گُناہوں' تکلیفوں اور کمزوریوں سے رہائی کا واحد طریق مُرشدِ کامل ہے۔ مُرشد کامل کی نصیحتِ پُر نصیحت تمام رنج و آلام کی اکسیر دوا ہے۔

ظاہرہ صُورت سے فریب نہیں کھانا چاہیے۔ گُورُو صاحب مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ سیمل کا درخت لمبا' اُونچا اور موٹا ہوتا ہے اور دیکھنے میں بہت خوبصُورت لگتا ہے۔ مگر اُسکے پتّے' پھَل اور پھُول کسی کام نہیں آتے۔ وہ اکڑ کر سر اُونچا رکھتا ہے جبکہ پھل دار درخت ہمیشہ جھُک جاتا ہے۔

سچی رُوحانیت کا ظاہرہ نمائش سے کوئی تعلق نہیں۔ ماتھے پر کیسر کا تِلک لگانے اور طوطے کی طرح مذہبی کتابوں کو رٹنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اہلِ ہنُود زنّار (جنیؤ) کو مُقدس مانتے ہیں۔ مگر یہ تو جیتے جی مَیلا ہو جاتا ہے' ٹُوٹ جاتا ہے اور مرنے پر آگ میں جل جاتا ہے۔

اِس لیے کیوں نہ صبر، سچائی اور ضبط کا جنیئو پہنا جائے جو دونوں جہان میں مددگار بنے...

گورُو صاحب نصیحت فرماتے ہیں کہ جو لوگ ہیرا پھیری، مکر و فریب سے دولت کما کر اُس میں سے اپنے بُزرگوں کے نام پر خیرات و زکوٰۃ دیتے ہیں، اُن کے بزرگوں کو چوری کی خیرات کی سزا بُھگتنی پڑتی ہے۔ ایسی دولت سے پُوجا کرانے اور خیرات لینے والے پنڈت اور پروہت بھی سزاوار گردانے جاتے ہیں۔

ظاہری و باہری پاکیزگی و پارسائی صرف دِکھاوا اور بناوٹ ہے۔ اصل پاکیزگی تو پاکیزگیٔ قلب و نِیّت ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اِفکار و گُفتار و کِردار کا نیک و پاک ہونا بھی از حد لازمی ہے۔ یہ ظاہرہ پاکیزگی بے معنی و بے سُود ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ عورت ذات کی بُرائی کرنا یا اِسے نِچلے درجہ کا سمجھنا مُناسب نہیں۔ مرد و عورت کی پیدائش ایک سی ہوتی ہے۔ شاہوں، شہنشاہوں اور عظیم ہستیوں کو جنم دینے والی عورت کی بُرائی کیوں کی جائے؟ کون ذِی رُوح ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہُوا۔

حق تو یہ ہے کہ کسی کے ساتھ بھی بدکلامی نہیں کرنا چاہئیے۔ بدکلامی کرنے والے کا تیر اپنے ہی جِسم و جاں کو زخمی کرتا ہے۔ سب بدکلام آدمی سے نفرت کرتے ہیں۔ لوگ اُسے بُرا سمجھ کر اُس کے مُنہ پر تھُوکتے ہیں۔ جو باطن میں جھُوٹا اور ناپاک ہے وہ اپنی چالاکی سے خواہ کتنی ہی عزت و شُہرت حاصل کر لے مگر حقیقتاً وہ فریبی و مکّار ہے۔ نیک اور وسیع القلب کنگال اِس طرح کے باہری و ظاہری اُونچے مگر باطنی نِیچ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔

دُنیا میں اگر کوئی قابلِ عزت و عظمت ہے تو مُرشدِ کامل۔ اگر تعریف و توصیف کے گیت گانے ہیں تو اپنے مُرشد کے گائیے۔ وہ عظیم ہستی ہے۔ وہ عظیم سے عظیم تر ہے۔ وہی راہِ حقیقت کا راہ نُما ہے کیونکہ وہ اندر سے بُرائی کو نکالتا ہے۔ اور ذِی رُوح کو اُس کُل مالک سے وصال کے قابل بناتا ہے۔

"آسا دی وار" میں سے کچھ چُنیدہ حِصّے ذیل میں دیے جا رہے ہیں جس سے اِس "وار" کی مکمل شکل و صُورت اور جذبات کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

مُرشد سے بے بہرہ

کھیت میں جُوار کے پودے بالکل تِل کے پودوں کی مانند اور ہمشکل ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے اندر تِل نہیں ہوتے یا سڑ چکے ہوتے ہیں۔ کسان تِل کی کٹائی کے وقت جُوار کو کھیت میں ہی چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ خود کو عقلمند سمجھتے ہیں اور مُرشد کی نصیحت یا راہ پر نہیں چلتے وہ بھی جُوار کے پودوں کی مانند ہیں۔ حالانکہ وہ محرُوم و متروک ہیں مگر اُنھوں نے سَو سَو مُرشد بنا رکھے ہیں۔ مثلاً طلب و تمنّا' خواہشات و خطرات د یکھنے پر باہر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُنیا میں پھل پھُول رہے ہیں اور خُوب ترقی کر رہے ہیں۔ مگر اندر سے جُوار کی مانند کھوکھلے اور خالی ہوتے ہیں۔ وہ باہر سے تر و تازہ مگر اندر خُشک و خالی ہوتے ہیں۔

نانک گُورُو نہ چیتی من اپنے سُچیت
چھُٹے تِل بُواڑ جیوں سُنجے اندر کھیت
کھیتے اندر چھُٹیاں کہو نانک سو ناہ
پھلیئے پھُلیئے بپڑے بھی تَن وِچ سُواہ

آسا محلہ ۱۔ صفحہ ۴۶۳

پُر فریب دُنیا

اِنسان کی لاکھوں نیکیاں اور خوبیاں بھی اُسے زندگی اور موت کے چکر سے آزاد نہیں کرا سکتیں۔ بے حد عبادت' ریاضت' زیارت اور میدانِ جنگ میں بہادری کے لاتعداد کارنامے دکھاتے ہوئے جان قربان کر دینے سے اصل نجات نہیں ملتی۔ مذہبی کُتب کے وِرد و مُطالعہ اور زبانی جمع خرچ والے کتابی عِلم سے بھی اِس چکر سے رہائی ناممکن ہے۔

اُس مالک کی نِگاہ میں یہ تمام طریقے بے معنی و بے سُود ہیں۔ جسے وہ چاہتا ہے اُسے اپنی نظرِ کرم سے علمِ حقیقی کی نعمت بخش دیتا ہے۔ مگر وہ رحمان الرحیم اپنی یہ رحمت ہمیشہ حقیقی مُرشدِ کامل کے ذریعہ ہی بخشتا ہے۔ نادان لوگ اِس بات کو نہیں جانتے۔ وہ

اِس وہم کا شکار ہیں کہ ہم خوُد ہی سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ایسے مغرُور لوگ کسی کنارے نہیں لگ سکتے۔

عالم بھی اِسی فریب میں مُبتلا ہے۔ مگر اُس کا کِتابی عِلم اُس کے تکبّر میں اور اِضافہ کرتا ہے۔ خواہ کوئی پڑھ پڑھ کر مذہبی کُتب کے جہاز لاد دے۔ تمام عُمر سانس سانس مُطالعہ کرتا رہے۔ اُسے کوئی رُوحانی ترقی حاصل نہیں ہوگی۔ آخری وقت تو مُرشد کا عشق و محُبت اور کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل ہی کام آتا ہے۔

یہ تمام بیرونی عِلم کی تحریر و مُطالعہ مَن کی گندگی دھونے کی بجائے اُسے اور زیادہ گندہ کر دیتا ہے۔ اِس سے 'ہومیں' یا خُودی کی غلاظت میں اور اِضافہ ہوتا ہے۔ جِتنا زیادہ کوئی مُتبرک مُقامات کی زیارت کرتا ہے اُتنا زیادہ وہ اپنی پارسائی کی ڈینگ مارتا ہے' اُتنا زیادہ ہی وہ 'ہومے' یا انانیت کا شکار ہوتا ہے۔ جِتنا بھی کوئی تارک الدُنیا سی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اُتنا ہی وہ دُکھی ہوتا جاتا ہے۔ اِن ظاہری و باہری شرعی رسُوم کی کوئی وقعت و قیمت نہیں البتہ تارک و تارک الدنیا (تیاگی اور ویراگی) بھُوکے رہ کر اپنے مُنہ کا ذائقہ ضرور خراب کر لیتے ہیں۔

اِن دُنیا کے بندوں اور نفس کے غُلاموں کی صُحبت سے ہمیشہ پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ خاموشی اختیار کرنے سے زندگی بیکار چلی جاتی ہے۔ ماسوا مُرشد کے مہر و کرم کے مادّیت سے بہکائی ہوئی رُوح لاعِلمی کی نیند سے کیسے بیدار ہو سکتی ہے؟ تارک الدُنیا ننگے پاؤں رہ کر ناحق تکلیفات اُٹھاتا ہے۔ وہ گندی چیزیں کھاتا ہے اور ماتھے پر راکھ لگاتا ہے۔ وہ جنگل۔ بیاباں اور شمشان میں رہ کر اپنے جسم کو بیکار تکلیف دیتا ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا شخص اندھا ہے کیونکہ اُس کم عقل کو یہ نہیں معلوم کہ خُدا کے حقیقی کلمۂ نام یا شبد کے رُوحانی عمل و شغل کے بغیر کسی بھی 'ہٹھ کرم' کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر خُوش قسمتی سے مُرشدِ کامل سے حق کا عِلم ملتا' تب ہی انسان کو حقیقی سکُون و چین ملتا۔

گورُو صاحب آخر میں فرماتے ہیں کہ ذِی رُوح کے اپنے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں وہ خالق و مالک جس پر مہر و کرم کرتا ہے اُسے ہی وِصالِ حق کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وہ

کلامِ الٰہی یا شبد کے رُوحانی عمل کی مدد سے اُمید و بیم اور انا پر قابُو پاکر ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔

لکھ نیکیاں چنگیائیاں لکھ پُنّاں پروان
لکھ تپ اُوپر تیرتھاں سہج جوگ بے بان
لکھ سُورتن سنگرام رن مہہ چھٹے پران
لکھ سُرتی لکھ گیان دِھیان پڑھیئے پاٹھ پُران
جِن کرتے کرنا کیا۔ لکھیا آون جان
نانک متی مِتھیا کرم سچّا نیسان

سچا صاحب ایک تُو جن سچو سچ ورتایا
جس تُو دے تس ملے سچ تا تنہی سچ کمایا
ستگُور ملیے سچ پایا جن کے ہردے سچ وسایا
مُورکھ سچ نہ جانئی مَن مُکھی جنم گنوایا
وِچ دُنیا کاہے آیا

پڑھ پڑھ گڈی لد ئیے پڑھ پڑھ بھر ئیے ساتھ
پڑھ پڑھ بیڑی پائیے پڑھ پڑھ گڈ ئیے کھات
پڑھیے جیتے برس برس پڑھیے جیتے ماس
پڑھیئے جیتی آرجا پڑھیئے جیتے ساس
نانک لیکھے اِک گل ہور ہومے جھکھنا جھاکھ

آسادی وار محلہ ا صفحہ ۴۶۷

لکھ لکھ پڑھیا تیتا کڑیا[1]

---

(۱) سخت اور غصّہ کے مزاج والا

بہو تیرتھ بھَویا تیتو لَویا
بہُو بھیکھ کِیا دیہی دُکھ دِیا
سَہوے جِیا اَپنا کِیا
اُن نہ کھایا سَاد گوایا
بَہو دُکھ پایا دُوجا بھایا
۲ بُستر نہ پہرے اَہنس کہرے
مون وِگُوتا کیو جاگے گُورُ بِن سُوتا
۳ پَگ اُپے تانا اَپنا کِیا کمانا
۴، ۵ اُل مُل کھائی سِر چھائی پائی
مُورکھ اندھے پَت گوائی وِن ناوے کِچھ تھائے نہ پائی
رہے بیبانی مَڑھی مَسانی اندھ نہ جانے پِھر پچھتائی
ستگُور بھیٹے سو سُکھ پائے ہَر کا نام مَن وَسائے
نانک نَدر کرے سو پائے
۶ آس اَند یسے تے نِہ کیول ہوئے سَبد جَلائے آسا محلہ ۱، صفحہ ۴۶۷

---

(۱) زیادہ شیخی بگھارنے والا
(۲) دِن رات سردی میں ٹھٹھرا
(۳) ننگے پاؤں رہا۔
(۴) گندی اشیاء کھائیں
(۵) سر میں راکھ ڈالی۔
(۶) اُمید و یاس سے لاتعلق ہو کر کلمۂ اِلٰہی کے شغل سے تکبّر و غرور کی غلاظت کو جلا کر خاک کیا۔

یہ دُنیا فریب ہے

دُنیا کے تمام رِشتے اور اشیا فانی' فریب و جھوٹے ہیں۔ بادشاہ اور رعایا فانی ہیں۔ محل' مکان اور اُس کے مکین سب ناپائیدار ہیں۔ دُنیا کا تمام ساز و سامان' زر و مال فریب ہے۔ یہ جسم' اِس کی خوبصورتی' خوشنما لِباس اور بناؤ شنگار سب عارضی ہیں۔ دُنیا کے تمام رشتے چھلاوہ و فریب ہیں' حتےٰ کہ میاں بیوی کا رِشتہ بھی پکّا اور دائمی نہیں: یہ بھی کچا اور عارضی ہے۔ مگر کِتنی حیران کُن بات ہے کہ جھُوٹ جھُوٹ سے' فریب فریب سے محبت کر رہا ہے۔ اور ذاتِ اِلٰہی اور کلمۂ اِلٰہی کو یکسر بھُول چُکا ہے! خُدا اور نامِ خُدا کو بھُولے بیٹھا ہے۔ خُدا اور اُس کا سچا' نام' صِرف دل میں ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔ یہ نام یا کلمہ ہی علمِ رُوحانیت و معرفت کا اصل طریقہ ہے۔ کلمۂ اِلٰہی ہی گناہوں کی غلاظت کو صاف کرنے والا اور حقیقی نجات دہندہ ہے۔

جب یہ ظاہری یا نظر آنے والا جہان فریب ہے' فنا پذیر ہے تو سوال اُٹھتا ہے کہ پھر کِس سے دِل لگایا جائے؟ گُورو صاحب اِس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خُدا اور اُسکا کلمہ یا' شبد' ایک یقینی حقیقت ہے۔ وہ قائم و دائم ہے۔ اِس لئے وہی قابلِ عشق و عبادت ہے مگر وہ تو اِن آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ لہٰذا اُس غیر ظاہر خُدا کی ظاہرہ صُورت' مُرشدِ کامل ہی ہمارے عشق و محبت کا حقیقی حقدار ہے۔ دُنیا کے رِشتہ دار تو دورانِ حیات ہی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر مُرشدِ کامل موت کے بعد بھی ساتھ نبھاتا ہے۔ گُورو صاحب دُعا کرتے ہیں کہ اگر مجھے مُرشدِ کامل کی خاکِ پا مل جائے تو اُسے پیشانی پر لگاؤں* اگر کُل مالک نے اِسے ازل سے مقسُوم میں دیا ہو تب ہی یہ خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ یہ کم عقل انسان اپنی کی ہوئی تھوڑی بہت خدمت کا ثمرہ بھی کھو بیٹھتا ہے۔

---

* یہ اِشارہ مُرشدِ کامل کی نُوری صُورت کے نُور کی طرف ہے۔ اِس باطنی نُور کو رُوحانیت کی اِصطلاح میں مُرشد کی خاکِ پا' کہا گیا ہے۔

کُوڑ راجہ کُوڑ پرجا کُوڑ سب سنسار
کُوڑ منڈپ کُوڑ ماڑی کوڑ بَیسن ہار
کُوڑ سوئینا کوڑ رُپا کُوڑ پہنن ہار
کُوڑ کائیا کُوڑ کپڑ کُوڑ رُوپ اُپار
کُوڑ میاں کُوڑ بی بی کھپ ہوئے خوار
کُوڑ کُوڑے نیہو لگا وِسریا کرتار
کِس نال کیجیے دوستی سب جگ چلن ہار
کُوڑ مٹھا کُوڑ ماکھیوں کُوڑ ڈوبے پُور + نانک وکھانے بینتی تُدھ باجھ کُوڑ و کُوڑ

سَچ تاں پر جانیئے جاں رِدے سچا ہوئے
کُوڑ کی مَل اُترے تن کرے ہچھا دھوئے
سَچ تاں پر جانیئے جاں سَچ دھرے پیار
ناؤ سُن مَن رہیئے تا پائے موکھ دوار
سَچ تاں پر جانیئے جاں جُگت جانے جیو
دھرت کائیا سادھ کے وِچ دیہہ کرتا بیو
سَچ تاں پر جانیئے جاں سِکھ سچی لے
دئیا جانے جیا کی کِچھ پُن دان کرے
سَچ تاں پر جانیے جاں آتم تیرتھ کرے نِواس
ستگور نوں پچھ کے بہہ رہے کرے نِواس
سَچ سبھناں ہوئے دارو۔ پاپ کڈھے دھوئے
نانک وکھانے بینتی رجن سَچ پلے ہوئے
دان مہنڈا تلی خاک۔ جے مِلے تاں مستک لائیے
کُوڑا لالچ چھڈیئے۔ ہوئے اِک من اَلکھ دِھیائیے
پھل تے وِیہو پائیے۔ جے وِیہی کار کمائیے

جے ہووے پُورب لِکھیاتاں دُھوڑ تِناں دی پائیے
مَت تھوڑی سیو گوائیے۔ آسا، محلہ ا صفحہ ۴۶۸

رحمتِ حق کیا ہے؟

عام طور پر لوگ زر و مال، عیش و عشرت، صحت، عزت و شہرت حاصل کر لینے کو ہی خُدا کا فضل و کرم سمجھتے ہیں۔ اِس کے متعلق گُورو صاحب فرماتے ہیں کہ اصل مہر و کرم وہ ہے جو انسان کو اُس کُل مالک کی یاد دلائے، اُس سے وِصال کرائے۔ گُورو صاحب راسی نظریہ کے تحت خُدا کی یاد بُھلانے والے سُکھ کو ایک مرض کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں خُدا کی یاد بُھلاتا ہے۔ جبکہ اِس کے برعکس دُکھ کو ایک علاج قرار دیتے ہیں کیونکہ ہم مُصیبت میں اُس کو یاد کرتے ہیں۔

گُورو نانک صاحب اُس مالکِ کُل کو عقیدت پیش کرتے ہوئے اُسے خالق، لامُتناہی، حق اور تمام جانداروں کا نُور کہتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ ہر جگہ موجُود ہے۔ اور اُس کا نُور سب میں جلوہ گر ہے۔ وہ خالق و رازق اپنی رضا کا مالک ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ مُبارک ہے مُرشدِ کامل جو ہمیں نفس پر قابُو پانے اور محبُوب سے وِصال کی راہ دکھاتا ہے۔

گُورو صاحب فرماتے ہیں کہ کسی کی عظمت کی پرکھ کِتابی عِلم کی بِنا پر نہیں کی جا سکتی۔ اصل عظمت تو نیک اعمال سے ہوتی ہے پڑھے لکھے عالم گُنہگار کو اپنے اعمال کی سزا خُود کاٹنی ہوگی۔ اُس کی بجائے کسی اَن پڑھ سادھو کو بَلی کا بکرا نہیں بنایا جا سکتا۔ اُس مالک کی درگاہ میں اعمال کے بمُوجب فیصلہ ہوتا ہے۔ درگاہِ ایزدی میں خواندہ و ناخواندہ کا عِلم نہیں، عمل دیکھے جاتے ہیں۔ گُورو صاحب خبردار کرتے ہیں کہ جب ہر ایک کو اپنے اعمال کی سزا کاٹنا ہوگی تو ہم ایسے اعمال کیوں کریں جنکے باعث خُدا کی درگاہ میں شرمسار ہونا پڑے۔ آپ تنبیہ کرتے ہیں کہ جو لوگ نفس کے اِشارہ پر غلط راہ پر چلتے ہیں اور راہِ حق پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے، آخرکار وہ خوار اور پشیمان ہوتے ہیں۔

دُکھ دارُو سُکھ روگ بھیا جا سُکھ تام نہ ہوئی
تُوں کرتا کرنا میں ناہی جا ہوں کری نہ ہوئی

بلہاری قُدرت وَسیا۔ تیرا انت نہ جائے لکھیا
جات مہہ جوت جوت مہہ جاتا اکل کلا بھرپُور رہیا
تو سچا صاحب صِفت سوالیو۔ جِن کیتی سو پار پیا۔
کہو نانک کرتے کیاں باتاں جو کِچھ کرنا سو کر رہیا

کُمبھے بدھا جل رہے۔ جل بن کُنبھ نہ ہوئے
گیان کا بدھا من رہے۔ گُور بن گیان نہ ہوئے

پڑھیا ہووے گنہگار تا اودی سادھ نہ مارئیے
جیہا گھالے گھالنا تے وِیہو ناؤ پکار ئیے
ایسی کلا نہ کھیڈئیے۔ جِت در گیہ گیا ہارئیے
پڑھیا اَتے اودیا وِچار اَگے وِیچارئیے۔
مُہہ چلے سو اگے۔ مارئیے آسا محلہ اصفحہ ۴۶۹

ناپاکی

گورُو نانک صاحب پاک و ناپاک کے متعلق ہمارے تمام غلط خیالات و افکار دُور کرتے ہیں۔ لوگ کئی چیزوں میں ناپاکی دیکھتے ہیں۔ اگر ناپاکی کا خیال صحیح مان لیا جائے تو ہر طرف ناپاکی ہی ناپاکی نظر آئے گی۔ گوبر یا لکڑی کے اندر کیڑے ہیں۔ اناج کے دانے دانے میں جان ہے۔ پانی میں زندگی ہے وہ تمام درختوں اور پودوں کو ہریالی اور تر و تازگی بخشتا ہے گوبر، اناج اور پانی کُچھ بھی تو پاک نہیں۔ اِس طرح ناپاکی کے متعلق اِس

نظریہ سے ہم کسی طور بچ نہیں سکتے۔ گورو صاحب فرماتے ہیں کہ صرف کلمۂ الٰہی یا شبد کا رُوحانی عمل، ہی اِس قسم کی ناپاکی کو دُور کر سکتا ہے۔

نفس کی ناپاکی کئی طرح کی ہے۔ ناپاکئی دل۔ ناپاکئی زبان اور ناپاکئی چشم وغیرہ۔ لالچ دِل کو گندہ کرتا ہے اور جھُوٹ زبان کو ناپاک۔ کسی کی عورت، دوسرے کی خُوبصورتی اور دوسرے کی دولت کو بُری نظر سے دیکھنے سے آنکھیں میلی ہوتی ہیں۔ اور دُوسروں کی بُرائی سُننے سے کان گندے ہوتے ہیں۔ اِس طرح کی ناپاکی کا شِکار ہونے والے لوگ خواہ ظاہرہ ہنسوں کی مانند کِتنے ہی خوبصُورت نظر آویں مگر یقیناً جہنم جاویں گے۔ اِس تمام ناپاکی کی وجہ لاعلمی ہے جِس کے باعث اِنسان اُس واحد کُل مالک کو چھوڑ کر دُنیا کی دیگر اشیا کے لگاؤ میں لگا رہتا ہے۔

ہر طرح کی ناپاکی سے چھُٹکارا پانے کے خواہشمند کو چاہیئے کہ مُرشدِ کامل کی تلاش کرے۔ مُرشدِ کامل عظیم ہستی ہے۔ وہ قابلِ تعظیم ہے وہ جِس کے سر پر اپنا دستِ مہر وکرم رکھ دیتا ہے، اُس کے اندر سے تمام ناپاکی وغلاظت نِکل جاتی ہے۔ مُرشد اپنی رحمت سے ہمارا نہ صرف اُس کُل مالک سے وِصال کرا دیتا ہے بلکہ اُسے ہمیشہ کے لیے ہمارے سینے میں جلوہ گر کر دیتا ہے۔ جب مُرشد کی رحمت ہوتی ہے تو باطن میں ہی سب سے بیش قیمت نعمت مِل جاتی ہے۔

جے کر سُوتک منیئے سَب تے سُوتک ہوئے
گوہے اُتے لکڑی اندر کِیڑا ہوئے
جیتے دانے اَن کے جِیا باجھ نہ کوئے
پہلا پانی جیو ہے جت ہریا سب کوئے
سُوتک کِو کر رَکھیے سُوتک پوَدے رَسوے
نانک سُوتک ایو نہ اُترے، گیان اُتارے دھوئے

مَن کا سُوتک لوبھ ہے رِجیہوا سُوتک کُوڑ
اُکھیں سُوتک ویکھنا پَرتریا پَردھن رُوپ
کَنیں سُوتک کَن پَے لاا عتباری کھائیں
نانک ہنسا آدمی بَدھے جَم پُور جائیں

سَبھو سُوتک بھَرم ہے دُوجے لگے جائے
جَمن مَرنا حُکم ہے بھانے آوے جائے
کھانا پینا پوِتر ہے دِتوں رِزق سبنا ہے۔
نانک جنہی گورمُکھ بُجھیا تِناں سُوتک ناہے

آسا، محلہ ا، صفحہ ۴۷۲

ستگُور وَڈا کر صلاحیئے جِس دِچ وَڈیا وڈیائیا
سَہہ میلے تا ندری آئیا۔ جا تِس بھانا تا مَن وَسائیا
کَر حُکم مَستک ہتھ دَھر وِچوں مار کَڈھیاں بُریائیا
سَہہ تُتھے نَو نِدھ پائیا۔ آسا، محلہ ا، صفحہ ۴۷۳

بدگوئی و بد کلامی

دُوسروں کی بُرائی کرنے والا اپنے جسم وجاں کو بھی ناپاک کرتا ہے۔ وہ بہت بدنام ہوجاتا ہے۔ اُسے اِس جہاں میں بھی دھکّے پڑتے ہیں اور مالک کی درگاہ سے بھی دھتکارا جاتا ہے۔ اُس پر ہر جگہ تھُو تھُو ہوتی ہے۔ جو شخص باطن میں گنہگار ہے مگر ظاہرہ نیک وایماندار بنتا ہے، مغرور بنا پھرتا ہے، وہ خواہ کتنے ہی متبرّک مُقامات کی زیارت کرے، اُس کی غلاظت کبھی دُور نہیں ہوسکتی۔ اِس کے برعکس جو لوگ ظاہرہ ٹاٹ پہنتے ہیں مگر باطن میں ریشم کی طرح مُلائم ہیں وہ صحیح معنوں میں شریف اِنسان ہیں۔ اُن کے باطن میں خُدا کا سچّا عِشق ہوتا ہے اور اُن کو ہمیشہ اُس کے دِیدار کی تڑپ لگی رہتی ہے۔ مالک کے

ایسے عابد ہمیشہ اپنے حال میں مست رہتے ہیں۔ اُنہیں خوفِ خُدا کے سوا کسی اور کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ بس 'اُسی' کے در کے گدا و بھکاری ہیں۔ جو کچھ وہ موج میں دیتا ہے اُسی پر شاکر ہوتے ہیں۔ وہ خُدا ہی سب کا مالک ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے، اُسی کے حُکم کی قلم کا نوشتہ ہے۔

بد اعمال کرنے والوں کو اپنے بد اعمال کا نتیجہ بُھگتنا ہوگا۔ گورُو صاحب کے الفاظ میں وہ اِس طرح پیسے جاویں گے جیسے کوہلو میں تیل کی گھانی۔

گورُو صاحب شلوکوں کے بعد پوڑی میں کُل مالک کی ہر جگہ موجُودگی یعنی ہمہ جا اوست ہونے کی حالت اور قادرِ مُطلق ہونے کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُس خالق نے خُود ہی دُنیا کو بنایا اور خود ہی اِس کو طاقت بخشی ہے۔ وہ خُود ہی دُنیا کے تماشہ کا تماشہ گر اور خُود ہی تماشائی ہے۔ وہ خُود ہی کچّے اور پکّے کی پڑتال اور سنبھال کرتا ہے۔ تمام جاندار اُسی کے زیرِ حُکم اپنی اپنی باری پر دُنیا سے کُوچ کر جاتے ہیں۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ مالک کو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی دل سے فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ وہ زندگی دینے والا اور زندگی کو جان دینے والا ہے۔ اِس جہان میں آکر، اُس کُل مالک کی عبادت کرکے اپنی عاقبت سنوار لینی چاہیے۔

نانک پھکّا بولیئے تن مَن پھکّا ہوتے
پھکو پھکّا سَد ییے پھکے پھکّی سوئے
پھکّا دَر گہہ سٹیئے مُنہ تُھکاں پھکّے پائے
پھکّا مُورکھ آکھیئے پانا لہے سجائے

اندروں جُھوٹھے پَیج باہر دُنیا اندر پھَیل
اٹھ سٹھ تیرتھ جے نہاوے اُترے ناہی مَیل
جن پَٹ اندر، باہر گُدڑ، تے بھلے سنسار
تِن نیہو لگا ربّ سیتی، دیکھنے وِیچار

رنگ ہنسے رنگ رووے، چُپ بھی کر جائے

پرواہ ناہی کسے کیری، باجھ سچے ناہے

دَر واٹ اُپر خرچ منگا جبے دے تا کھائے

دِیبان ایکو قلم ایکا ہما تُہما میل

دَر لیے لیکھا پیڑ چھُٹے نانکا جیوں تیل

آسا محلہ ا صفحہ ۴۷۳

آپے ہی کرنا کیو کَل آپے ہی تے دھارئیے

دیکھے کیتا آپنا دَھر کچی پکی سارئیے

جو آئیا سو چلسی، سب کوئے آئے وارئیے

جس کے جی پران ہے، کیو صاحب منوں وِسارئیے

آپن ہتھیں آپنا آپے ہی کاج سوارئیے

آسا محلہ ا صفحہ ۴۷۳

رہراس

'رہراس' سکھوں کی شام کے وقت کی دُعا کا ایک حصّہ ہے۔ اِس میں گورُو رامداس اور گورُو ارجن دیو جی کی خُدا کی شان میں لکھی حمد و گورُو نانک صاحب کے کلام میں سے بھی دو حمد شامل ہیں۔ پہلی حمد میں گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ خُدا کی حمد تو سب کرتے ہیں۔ مگر اُس کی عظمت کو دراصل وہی جانتے ہیں۔ جو اُس میں جذب ہوکر اُس سے ہم آہنگ ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے ذاتی تجربہ سے اُس خُدائے برتر کے دیدار کئے ہیں بس وہی اُس کی عظمت کو جانتے و پہچانتے ہیں۔ باقی تمام لوگ نہ تو اُسے جان سکتے اور نہ ہی اُس کی عظمت بیان کر سکتے ہیں' یہاں تک کہ ماہرِ دینیات' واعظ و ناصح اُس کی عظمت کو ذرا بھر بھی نہیں سمجھ سکتے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اے مالک! تُو بے پرواہ ہے' اوصاف کا بے بہا خزانہ ہے۔ بڑے بڑے عالم' فاضل اپنی تمام عقل و دانش سے تیری عظمت کو ذرہ برابر بھی نہیں جان سکتے۔ کوئی بھی اپنے بل بوتے پر مکمل انسان نہیں بن سکتا خیرات و زکوۃ اور عبادت و ریاضت کی نعمت بھی تیری ہی بخشش ہے تُو نیکی و اوصاف کا سمندر ہے۔ تیری رحمت کے ہوتے اُس کی راہ میں کچھ بھی رُکاوٹ نہیں بن سکتا۔ جسے تُو چاہتا ہے اُسے ہی نیک اوصاف کی دولت ملتی ہے۔ وہی اصل حقیقت یعنی حق کو حاصل کر سکتا ہے۔

دُوسری حمد میں گورُو صاحب بڑے پُر عقیدت طور پر فرماتے ہیں کہ کلمۂ الٰہی میں زندگی ہے اور اُسے بھول جانے میں موت۔ خُدا کے سچے بندوں کو اُسکی یا اُسکے 'نام' کی طلب لگی رہتی ہے۔ ذاتِ الٰہی یا کلمۂ الٰہی ہی اُن کی زندگی کا اصل جوہر یا بنیاد ہے۔ یعنی کلمۂ حق کی تیز تمنا میں سب رنج ختم ہوجاتے ہیں' مگر حقیقی نام خُدا کی عبادت بہت مُشکل ہے۔ وہ کلمۂ الٰہی یا 'نام' لابیان ہے۔ اُس کی عظمت کا بیان الفاظ کے بس کی بات نہیں۔

لوگ بے حد کوشش کے باوجود اُس کی عظمت کا بیان نہیں کر پائے۔ دُنیا کے تمام لوگ اُس کی حقیقت و قیمت کو نہیں سمجھ سکتے۔ لوگوں کی تعریف یا تضحیک اُس کی عظمت کو کم و بیش نہیں کر سکتے۔

وہ زندگی و موت سے بالا ہے۔ وہ دُکھ درد سے بعید ہے۔ وہ سخی اپنے بے بہا خزانہ سے ہمیشہ سخاوت کر رہا ہے۔ اُس جیسا عظیم نہ کوئی ہُوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اُس رحمان الرحیم کی سب سے بڑی رحمت اُس کا کلمہ یا نام ہے۔ کلمۂ الٰہی کو بھُولنے والے لوگ پنیچ اور نِکمّے ہیں۔

ہستیٔ عظیم

سُن وَڈا آکھے سب کوئے ۔ کیوڈ وَڈا ڈِیٹھا ہوئے
قیمت پائے نہ کہیا جائے کہنے والے تیرے رَہے سَمائے
وَڈے میرے صاحِبا گُہر گنبھیرا گُنی گہیرا
کوئی نہ جانے تیرا کیتا کیوڈ چیرا —رہاؤ—
سب سُرتی مِل سُرت کمائی
سب قیمت مِل قیمت پائی
گیانی دِھیانی گُورُ گُورُ ہائی
کہن نہ جائے تیری تِل وَڈیائی
سب سَت سب تَپ سَب چنگیا ئیا
سِدّھاں پُرکھاں کِیاں وَڈ یا ئیا
تُدّھ بِن سِدّھی کنّے نہ پا ئیا
کرم مِلے نا ہی ٹھاک رہا ئیا
آکھن والا کیا وِچارا صِفتی بھرے تیرے بھنڈارا
جِس تُو دیہے تِس کیا چارا۔ نانک سچ سوارن ہارا

آسا، محلہ ۱، صفحہ ۹

کلمۂ حق

آکھاں جیواں وِسرے مر جاؤ ۔ آکھن اَوکھا ساچا ناؤ ۔
ساچے نام کی لاگے بھُوکھ ۔ اُت بھُوکھے کھائے چلیئیے دُوکھ
سو کیوں وِسرے میری مائے ۔ ساچا صاحِب ساچے نائے
— رہاؤ

ساچے نام کی تِل وڈیائی ۔ آکھ تھکے قیمت نہیں پائی
جے سب مِل کے آکھن پائے ۔ وَڈا نہ ہووے گھاٹ نہ جائے

نہ اوہ مرے نہ ہووے سوگ ۔ دیندا رَہے نہ چُوکے بھوگ
گُن ایہو ہور ناہی کوئے ۔ نہ کو ہوآ نہ کو ہوئے
جے وَڈ آپ تے وَڈ تیری دات ۔ جِن دِن کر کے کیتی رات
خصم وِسارے تے کم جات ۔ نانک ناوَے باجھ سَنات

آسا محلہ ۱، صفحہ ۹

آرتی

'آرتی'، 'سوہلے' کی مانند سکھوں کی رات کو سونے سے پہلے گائی جانے والی دُعا یا التجا ہے۔ عام طور پر اِسے 'آسا دی وار' کی طرح مل کر گایا جاتا ہے۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ اِسے گُورو نانک صاحب نے جگن ناتھ پُوری میں چیتنیہ مہاپربھُو سے مُلاقات کے وقت قلمبند کیا تھا۔

گُورو صاحب روائتی آرتی کی مثال دے کر اُس پرِ دگار کی قُدرت کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہیں۔ ساری قُدرت ایک خوبصُورت آرتی کا نمُونہ ہے۔ اِس آرتی میں آسمان تھال ہے، چاند اور سُورج دیپک ہیں اور ستارے موتیوں کی مانند ہیں۔ چندن سے بھرے پہاڑوں سے آنے والی خوشبُو اگر و عنبر کا کام دے رہی ہے۔ ہوا اُس مالک کو پنکھا کر رہی ہے تمام نباتات اُس کے سامنے نذرِ عقیدت کی طرح حاضر ہے۔ کُل مالک کی یہ کیسی نرالی اور حیرت انگیز پُوجا و پرستش ہو رہی ہے!

سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ از خُود پیدا ہونے والا نغمۂ الٰہی (انحد شبد) تمام کائینات میں لگاتار گُونج رہا ہے۔

گُورو صاحب اِس نرالی آرتی کے مَعبُود، اُس کُل مالک کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں وہ رنگ رُوپ سے بالا ہے۔ وہ آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں سے مُبّرا ہے۔ مگر تمام رنگ رُوپ آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں میں وہی موجُود ہے۔ اُس کی کوئی شکل نہیں مگر لاتعداد اشکال اُسی کے نُور کو آشکار کرتی ہیں۔ ہر دل میں اُسی کا نُور جگمگا رہا ہے۔ اِس نُور کے دِیدار مُرشدِ کامل کی تعلیم و راہ پر چلنے سے ہی ہوتے ہیں۔

سب سے بہترین آرتی وہ ہے جو اُس کُل مالک کو پسند ہے۔

آخر میں گورُو صاحب فرماتے ہیں۔ اے مالک! میں تیرے مُبارک قدموں کا شیدائی ہوں۔ تیرے پاک نام کی بُوند کا پپیہا ہوں۔ تو کرم فرما اور مجھے اپنے 'نام' کا آبِ حیات بخش، تاکہ اُسے پی کر میں بھی وہی ہو جاؤں۔

گگن مَے تھال رَو چند دیپک بنے ۱
تار کا منڈل جنک موتی
دُھوپ مَلیان لو پَوَن چوَر و کرے ۲
سگل بن رائے پُھلنت جوتی ۳
کیسی آرتی ہوئے بھو کھنڈنا تیری آرتی
اَنہتا سبد واجنت بھیری — رہاؤ
سہس تو نَین نَن نین ہَے تو ہے کو ۴
سہس مُورت نَنا ایک توہی
سہس پَد بِمل نَن ایک پَد گندھ بِن ۵

۱۔ آسمان' جیسے ایک تھال ہے۔ سُورج اور چاند چراغ اور ستارے موتی ہیں۔

۲۔ 'ملیہ پربت' سے آنے والی خوشبودار ہوا۔ اگر و عنبر کی مانند ہے اور تمام نباتات جگمگاتے پھولوں کی طرح ہے۔

۳۔ اے زندگی اور موت کو ختم کرنے والے خُدا! تیری کیسی حیرت انگیز آرتی ہو رہی ہے۔

۴۔ تیری ہزاروں آنکھیں ہیں اور تیری کوئی آنکھ نہیں۔ تیری ہزاروں شکلیں ہیں اور تیری کوئی صُورت نہیں۔

۵ تیرے ہزاروں پاک قدم ہیں، تیرا کوئی قدم نہیں۔ تیرے اندر ہزاروں خُوشبوئیں ہیں مگر تو ہر خُوشبو سے مُبرّا ہے۔ تیری یہ حیرت انگیز وسعت اور ہمہ‌تائی مجھے فریفتہ کر رہی ہے۔

سبھس تُو گندھ راد چلت موہی
سبھ مہہ جوت، جوت ہے سوئے
تس دے چانن سبھ مہہ چانن ہوئے
گورُ ساکھی جوت پرگٹ ہوئے
جو تس بھاوے سو آرتی ہوئے
ہر چرن کنول مکر ند لوبھت منو، اَن دنوں موہے آئے پیاسا (۱)
کرپا جل دے نانک سارنگ کو، ہوئے جاتے تیرے نائے واسا (۲) دھناسری محلہ ۱ صفحہ ۱۳

---

۱ میں مالک کے مُبارک قدموں کا عاشق ہوں۔
۲۔ اے مالک! تو مجھ نانک پپیہے کو اپنے ابرِ کرم سے اپنی رحمت کا آبِ حیات بخش۔ جسے پی کر میں حیات و موت کے چکر سے نکل کر ہمیشہ کے لیے تیرے نام میں سما جاؤں۔

سوہلے

'سوہلے'[1] یا توصیف گیت' دن کی آخری دُعا ہے۔ جو رات کو سوتے وقت گائی جاتی ہے۔ 'جپ جی' دن کی پہلی دُعا ہے اور 'سوہلے' دن کی آخری دُعا۔

'سوہلے' میں گورُو نانک صاحب کے دو شبد یا حمدیہ نظمیں شامل ہیں۔ گورُو صاحب نے پہلی نظم میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ اِنسان کو چاہیے کہ خُدا نے جب تک عُمر بخشی ہے اُس کا ذِکر و تصوّر کرتا رہے۔ اپنی زندگی کو اُس کُل مالک کے ذمے لگانے سے ہی لافانی سرُور حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ مالکِ وخالقِ اِنسان کے اپنے اندر ہے۔ اور اندر تلاش کرنے سے ہی اُس سے وِصال ہو سکتا ہے۔

وہ خُداوند کریم اپنی تمام مخلوق کی نِگہبانی کر رہا ہے کوئی اُس نادیدہ خُدا کی نہ تو عظمت کو بیان کر سکتا ہے اور نہ ہی اُس کی بخشش کی قیمت لگا سکتا ہے۔

---

[1] 'سوہلا' پنجابی لفظ سَون وِیلا کا مُخفف ہے جسکا مطلب ہے سونے کا وقت۔ (سونے کی بیلا)

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کے لیے سب سے زیادہ خوش نصیبی اور خوشی کا وقت اُس کا وقتِ مرگ ہوتا ہے۔ جب اُسے کُل مالک کی درگاہ سے پیغام آتا ہے۔ گورُو صاحب اُس وقت کا شادی کے موقع سے مقابلہ کرتے ہیں۔ جس طرح شادی کے موقع پر عورت اپنے خاوند سے وصال پاتی ہے۔ اُسی طرح موت کی گھڑی رُوح کی خُدا سے وصال کی نیک ساعت ہے۔ موت کا پیغام سب کو آتا ہے۔ گورُو صاحب ہمیں خبردار کرتے ہیں کہ یہ پیغام ہمیں بھی جلد آنے والا ہے کوئی دم میں ہمارا بھی بُلاوا ہے۔ جلد ہی ہمیں بھی آواز لگنے والی ہے۔

دُوسری نظم میں اِس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ فلسفے خواہ کتنے ہی نظریات ہوں مگر سب کا خالق وہی واحد اللہ باری ہے۔ گورُو صاحب 'شَٹ درشن' یعنی اُن چھ فلسفوں کا ذِکر کرتے ہیں جن میں دُنیا اور اُس کے خالق کے متعلق مختلف نظریات کا اِظہار کیا گیا ہے۔ مگر وہ ایک ہی حقیقت کے چھ مختلف پہلو ہیں۔ گورُو صاحب نے چھ فلسفوں کا چھ موسموں، اور علمِ الٰہی کا اِن موسموں کو پیدا کرنے والے، واحد سُورج کے ساتھ مُقابلہ کیا ہے۔

جِے گھر کیرت آکھیئے کرتے کا ہوئے بچارو
تِت گھر گاوَو سو ہِلا سِورو سِرجَن ہارو
تم گاوَو میرے نِربھو کا سو ہِلا
ہوں واری جِت سو ہِلے سدا سُکھ ہوئے ـــ رہاؤ
نِت نِت جِیئڑے سمالئین دیکھے گا دیون ہار (۱)
تیرے دانے قیمت نہ پَووَے تِس داتے کوَون سمار (۲)

۱- جہاں ہر روز جانداروں کی نگہبانی ہوتی ہے۔ اور جہاں وہ مالک سب کا نگہبان ہے۔

۲- اے مالک! تیرا شُمار تو کیا کِیا جا سکتا ہے۔ تیری رحمت کا حساب بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

۱ سَمبت ساہا لِکھیا مِل کر پا وہُ تیل

۲ دِیہُو سَجن اَسیسڑیاں جیوں ہووے صاحب سِیو میل

۳ گھر گھر اِیہو پاہو چا سَدڑے نِت پَووَن

۴ سَدن ہارا سمِہرِیئے نانک سے دِیہہ آوَن

گوڑی' محلہ ۱ صفحہ ۱۲

(۵) چھ گھر' چھ گُور' چھ اُپدیس . گُور گُور ایکو وِیس اَنیک

(۶) بابا جَے گھر کَرتے کیرت ہوئے سو گھر راکھ وَڈائی توئے

(۷) وِسوئے چَسیا گھڑ یا پہرا رِتھی واری' ماہ ہوآ

(۸) سُورج ایکو رُت اَنیک نانک کَرتے کے کیتے ویس

آسا' محلہ ۱' صفحہ ۱۲

---

۱ شادی کا روز ازل سے لکھا ہوا وقت' لگن اور جھوٹت نکل آیا ہے۔ سب مل کر تیل ڈالیں یعنی شادی کی رسم میں شامل ہوں۔

۲ اے بھلے لوگو! یہ دُعا دو کہ میرا میرے مالک سے وصال ہو جائے۔

۳ ہر روز گھر گھر میں یہی دعوت نامہ پہنچ رہا ہے۔

۴ اُس بُلانے والے (خُدا) کا ذکر کرو۔ بُلاوے کا دن قریب ہی ہے۔ کوئی دم میں پیغام آتا ہے۔

۵۔ چھ فلسفے (شٹ درشن) ہیں اُن کو تصنیف کرنے والے بھی چھ مہاتما ہیں۔ مگر اُن سب مُرشدوں کا مُرشد وہ واحد کُل مالک ہے۔ اُسکے وجُود و لباس بے شمار ہیں مگر وہ خُود واحد ہے۔

۶۔ اِس لیے وہ راہ اختیار کرو' جس سے اُس خالق کی فضیلت ہوتی ہو۔ اِس سے تمہیں فضیلت ملے گی۔

۷۔ لمحہ' پل' گھڑی' پہر' تاریخ' دن' مہینہ ایک ہی وقت کی مُختلف صُورتیں ہیں۔

۸۔ سُورج ایک ہے مگر موسم کئی ہیں۔ اِسی طرح اُس واحد خالق کے کئی وجُود و لباس ہیں۔

سدّھ گوشٹ

گورُو نانک اور یوگی

یہ 'سِدّھ گوشٹ' نامی ایک مذاکرہ میں سے کچھ اِقتسابات ہیں۔ جن میں یوگی گورُو نانک صاحب سے اُن کے رُوحانی فلسفہ و نظریہ کے متعلق کچھ بُنیادی سوالات کرتے ہیں۔ اور گورُو صاحب اُن کے بڑے آسان اور مُفصل جواب دیتے ہیں۔

چرپٹ یوگی زندگی کے پُرخطر بحرِ ظُلمات کو پار کرنے کے طریق کے مُتعلق سوال کرتا ہے۔ گورُو صاحب سمجھاتے ہیں کہ ہمیں اِس دُنیا میں کمل کے پھُول یا مُرغابی کی طرح رہنا چاہیے۔ کمل کے پھُول کی جڑ تو پانی میں ہوتی ہے مگر خُود پانی سے باہر۔ اِسی طرح مرغابی پانی میں رہتی ہے مگر جب اُڑتی ہے تو خُشک پَروں سے اُڑ جاتی ہے اِسی طرح دُنیا یا مادّیت میں رہتے ہوئے اُس سے لاتعلق رہنا چاہیئے۔ ہمیں دُنیا میں رہنا چاہیے مگر دُنیا کے ہو کے نہیں۔ اور اپنی رُوح کو باطن میں کلمۂ الٰہی سے جوڑ کر دُنیا کے بحرِ ظُلمات سے پار ہو جانا چاہیے۔

لوہارِ پا یوگی یوگ اور زندگی کو بسر کرنے کے مُتعلق اپنے خیالات کا اِظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یوگی کو چاہیے کہ آبادیوں سے دُور سُنسان و بیابان جنگلوں میں رہے۔ جنگلی پھل پھُول کھا کر گُذارہ کرے۔ صفائیٔ قلب کے لیے مُقدس مُقامات کی زیارت کرے۔ گورُو صاحب جواب میں فرماتے ہیں کہ ضرُورت دُنیا سے بھاگنے کی نہیں بلکہ خبردار رہتے ہوئے اِس میں رہنے کی ہے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے من کو دوسروں کی دولت یا طلب و تمنّا سے بچا کر رکھنا چاہیے۔ اُسے فقط نامِ خُدا سے وابستہ رہنا چاہیے۔ لازم بات یہ ہے کہ دُنیاوی لگاؤ سے مادی فاصلہ نہیں، بلکہ اُن کی طلب و تمنّا سے من کو پاک رکھنا ہے۔ تھوڑا کھانا تھوڑا سونا ایک عامل یوگی کے لیے نہایت ضرُوری ہے۔

لوہاریپا یوگی دلیل دیتا ہے کہ یوگی کو خاص علامات کا حامل ہونا چاہیئے۔ اُس کے کانوں میں بالے، ہاتھوں میں کشکول[1] اور جسم پر خرقہ (گودڑی) ہونا چاہیئے۔ وہ دعوے کرتا ہے کہ اُس کا طریق چھ فلسفوں اور اُس کا فرقہ یوگیوں کے بارہ فرقوں میں سے سب سے اعلیٰ و بالا ہے[2]

گورو نانک صاحب جواب دیتے ہیں کہ اُن کا طریق تو سُلطان الاذکار (سُرت شبد یوگ) کا مُسلسل عمل ہے، جسے وہ سب سے اعلیٰ و بالا مانتے ہیں۔ اُن کے لیے کلمۂ الٰہی کو گوشِ باطن سے سُننا، کانوں میں بالے پہننے، خُدا کے نُور کو ہر جگہ، ہر شے و ہر شخص میں دیکھنا، خرقہ پہننے اور اُس کے نام کی رحمت مانگنا، ہاتھوں میں کشکول لیے پھرنے کے برابر ہے۔ نجات دہندہ تو وہ خُداوند کریم ہے۔ وہ خُدا خُود حق ہے اور اُس کا نام یا کلمہ بھی حق ہے۔

ایک اور یوگی نے پُوچھا "اے نانک! تُو نے گھر بار کیوں چھوڑ دیا؟ تُو نے تارک الدنیا لوگوں کا لباس و لبادہ کیوں پہنا ہے؟ تُو کس چیز کا سوداگر ہے؟ اور اپنے مُریدوں و عقیدتمندوں کی نجات کے لیے تیرے پاس کیا طریق ہے؟

گورو صاحب جواب دیتے ہیں کہ میں نے خُدائے برتر کی فُرقت و مُرشدِ کامل کی تلاش میں گھر بار ترک کیا اور تارک الدنیا کا جامہ اختیار کیا ہے۔ میں حق اور نامِ حق کی حقیقت کا سودا کرتا ہوں۔ میرے ساتھیوں کی نجات مُرشد کی رحمت میں ہے۔

ایک دوسرا یوگی پُوچھتا ہے" زندگی کا منبع کیا ہے اور اُس کا کس زمانہ سے تعلق ہے؟ اُس کا مُرشد کون ہے؟ اور اُس کے مُرید کون ہیں؟ دُنیا سے لاتعلق رہنا اُس نے کیسے سیکھا ہے؟

---

(1) فقیروں کا خیرات لینے کا ایک قسم کا برتن۔

(2) اِن فرقوں کے نام ہیں۔ ہیت۔ پاؤ۔ آئی۔ گمیہ۔ پاگل۔ گوپال، کانتھری۔ بانا۔ کُنگ۔ چھڑلی۔ راول اور داس۔

گورُو صاحب نے جواب دیا۔ "زندگی کا منبع ہوا ہے۔ راہِ مُرشد ہی میری تعلیم ہے۔ مُرشد کلمۂ الٰہی کی صُورت ہے اور مُرید رُوح کی، یعنی کلمہ مُرشد ہے اور رُوح مُرید۔ عبادتِ حق ہی دُنیا سے لاتعلق رہنے کا واحد طریق ہے۔ وہ خُدائے برتر بصُورتِ کلمہ ہی ظہُور میں آتا ہے۔ اِن تمام خواہشات و آرزوؤں کی آگ فقط صُحبتِ مردانِ حق سے ہی ختم ہو سکتی ہے۔

تب ایک اور یوگی کچھ اور سوال پُوچھتا ہے "موم کے دانتوں سے لوہا کیسے چبایا جاسکتا ہے؟ کون سی خوراک خُودی کو ختم کر دیتی ہے؟ نفس (من) کو کون سی غار میں سکُون ملتا ہے؟ وہ کون سی طاقت ہے جو ہر جگہ رچی بسی ہے جس سے من کو جوڑا جائے؟ کس کی صُورت کا تصوّر باندھا جائے؟"

گورُو نانک صاحب جواب دیتے ہیں سب سے اوّل باطن میں خُودی کو ختم کرو اور اِس اِحساس و عِرفان سے کہ ماسوا خُدا کے کچھ اور نہیں، ہم خُودی کو ختم کر سکتے ہیں۔ ہر چیز کو خُدا کی صُورت جاننے سے ہی خُودی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ بلاشُبہ خُود پرست و ضِدّی لوگوں کے لیے یہ دُنیا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ مگر کلمۂ الٰہی کے شغل سے اِسے نہ صرف چبایا بلکہ ہضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ اپنے ظاہر و باطن میں اُس کُل مالک کا عرفان حاصل کرو۔ جو شخص رحمتِ مُرشدِ کامل سے محو و مستِ کلمۂ الٰہی ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے حیات و موت کے چکر سے نجات پا جاتا ہے۔

تب وہ یوگی گورُو صاحب سے پُوچھتے ہیں "وہ کلمۂ اِلٰہی کہاں رہتا ہے؟"

گورُو صاحب اِرشاد فرماتے ہیں "وہ کلمہ اِنسان کے باطن میں ہے۔ اُس سے جڑنا یا ربط قائم کرنا ضروری ہے۔ اِس ربط کے قائم ہونے سے اِنسان کو عرفانِ حقیقی حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ نہ صرف عارفِ حقیقی یا یوگی بن جاتا ہے بلکہ اُس کُل مالک میں جذب ہو کر اُسی کی طرح علیم و بصیر ہو جاتا ہے۔

جب کلمۂ الٰہی سے یہ ربط باطن میں قائم ہو جاتا ہے تو یہ ہوا کی مانند کائینات کے ذرہ ذرہ میں ہر جگہ موجُود نظر آتے لگتا ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ اللہ باری حقیقتاً ہر شے میں موجُود

نظر آنے لگتا ہے۔

یہ علمِ عرفان باطن میں مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی ہوتا ہے۔ اِس کے بعد اُسے خُدا ہر جگہ اور ہر شے میں نظر آنے لگتا ہے۔ ایسے خُدا رسیدہ انسان میں دُوئی وکثرت ختم ہوکر وحدت آجاتی ہے اور وہ ایک جو اُسے نظر آتا ہے اُس کی نہ کوئی صُورت نہ رنگ نہ رُوپ ہے۔ وہ تینوں اوصاف سے بالا اُٹھ جاتا ہے۔ اُسے اِڑا۔ پنگلا اور سُکھمنا کے تینوں راہ کو پار کرنے کا طریق مل جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خُدا اِن سے پَرے ہے۔ اِس عالم وکیفیت سے نکل چکے اِنسان کا ہر قول عرفانِ حقیقی سے پُر ہوتا ہے۔

چَرپٹ یوگی:۔

دُنیا ساگر دُتر کہیئے کیونکر پائیے پارو
چَرپٹ بولے اَودھو نانک دیہہ سچا بیچارو

مطلب:۔ دُنیا کے اِس بحرِ ظلمات کو عبُور کرنا مُشکل ہے۔ اُسے کیسے عبُور کیا جائے؟

گورُو نانک صاحب اِرشاد فرماتے ہیں: اے یوگی! تُو خُود ہی کہتا ہے کہ اِسے پار نہیں کیا جاسکتا اور خُود ہی کہتا ہے کہ اِس سے پار کیسے اُترا جائے؟ تُو خُود کو پار اُترا ہوا سمجھتا ہے پھر تیرے ساتھ کیا مذاکرہ وبحث کی جائے۔

گورُو نانک:۔

آپے آکھے آپے سمجھے تِس کیا اُتر دِیجے
ساچ کہو تم پارگرامی تُجھ کیا بَے سَن دِیجے
جیسے جل میں کمل نِرالم، مُرگائی نَیسانے
سُرت سبد بھو ساگر ترئیے نانک نام وکھانے
رہے ایکانت ایکو مَن وَسیا آسا ماہ نِراسو
اگم اگو چر دیکھ دکھائے، نانک تا کا داسو ۵-۴

مطلب:۔ کنول اور مُرغابی کی مانند پانی میں رہتے ہوئے، پانی میں بغیر بھیگے رہ کر رُوح (سُرت) کو کلمۂ الٰہی (شبد) سے جوڑ کر بحرِ ظلمات کو پار کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب میں رہتے ہوئے

سب سے لاتعلق رہنے، اِس خواہشات و تمناؤں کی دُنیا میں اُمید و بیم سے لاتعلق رہنے کا طریق ہے۔ میں اُس مردِ حق کا غُلام ہوں جو خُود اُس کُل مالک کے دِیدار کر چُکا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اُس کے دِیدار کرانے کی صلاحیّت و کاملیّت رکھتا ہے۔

لوہارِ پا یوگی :۔

ہاٹی باٹی رہے نِرالے رُوکھ برکھ اُدیانے
کند مُول آہارو کھائیے۔ اَودھو بولے گیانے
تیرتھ نہائیے سُکھ پھل پائیے۔ میل نہ لاگے کائی
گورکھ پُوت لوہرِیپا بولے جوگ جُگت بِدھ سائی

7

مطلب :۔ حقیقی یوگ اور علم تب حاصل ہوتا ہے اگر کوئی شہروں اور بازاروں سے الگ اور دُور رہے۔ جنگل کے درختوں کے پھلوں پر گُذارہ کرے مُتبرک مقامات کی زیارت کرے، تب اُس کے مَن پر کوئی غلاظت نہ لگے گی۔ اور اُسے 'سُکھ پھل' ملے گا۔ میں لوہارِپا گورُو گورکھ کا چیلا اِن خیالات کا اِظہار کرتا ہوں اور یہی حقیقی یوگ کا طریق ہے۔

گورُو نانک :۔

ہاٹی باٹی نیند نہ آوے پَر گھر چِت نہ ڈولائی
بِن ناوے مَن ٹیک نہ ٹِکئی نانک بھُوکھ نہ جائی
ہاٹ پٹن گھر گورُو دِکھایا سہجے سچ دا پارو
کھنڈِت نِدرا اَلپ آہار نگ نانک تَت بیچارو
درشن بھیکھ کرو جوگِندرا مُندرا جھولی کھنتھا
باہر انتر ایک سرے او کھٹ درسن اِک پنتھا
اِن بِدھ من سمجھائیے پُرکھا باہُڑ چوٹ نہ کھائیے
نانک بولے گورمُکھ بُوجھے جوگ جُگت اِو پائیے

اَنتر سبد نِرنتر مُندرا ہومے ممتا دُور کری

کام کرودھ اہنکار نوارے   گورو کے سبد سو سمجھ پری
کھنتھا جھولی بھرپور رہیا   نانک تارے ایک ہری
ساچا صاحب ساچی نائی   پرکھے گورو کی بات کھری   (۸-۱۰)

مطلب: ضرورت شہروں اور بازاروں کو ترک کرنے کی نہیں۔ عامل کو تو چاہیئے کہ اِن میں رہتے ہوئے نیند۔ خوابِ غفلت یعنی لاعلمی، توہمات اور کاہلی سے بیدار رہے۔ وہ خبردار رہے اور دوسروں کے زر و مال کو دیکھ کر اپنے دل پر قابو رکھے۔ لیکن شغلِ کلمہ کے بغیر نہ تو یہ متلون نفس قابو میں ہی آتا ہے اور نہ ہی اس کی پیاس بجھتی ہے۔ مرید کو لازم ہے کہ مرشدِ کامل کے دکھائے ہوئے باطنی شہر میں جاکر روحانیت کی متوازن کیفیت و حالت (سہج سمادھی) میں کلمہ یا نام کی حقیقت کا سودا کرے۔ وہ کم کھائے، کم سوئے۔ اس طرح شغلِ حق سے اُس کو اصل حقیقت و جوہر کا علم ہو جائے گا۔ اور یہی حقیقی یوگ ہے۔ اے یوگیراج! کُل مالک کے دیدار کو ہی یوگ کا لبادہ، مُندرا، جھولی، اور کشکول سمجھ۔ چھ فلسفے (شٹ درشن) یقیناً علیحدہ علیحدہ ہیں مگر اُن کی بنیاد وہ واحد کُل مالک ہے اور اُس کُل مالک سے وصال کی اصل راہ یہی ہے۔ یوگیوں کے بارہ فرقوں کی منزلِ مقصود بھی واحد کُل مالک ہے۔ اگر نفس کو قادرِ مطلق کی وحدت کے علم سے جوڑ لیں تو پھر (حیات و موت، غم و آرام، حرص و ہوس کا) صدمہ نہ سہنا پڑے۔ مگر اِس روشنی و علم کی آگاہی مرشدِ کامل سے ہوتی ہے۔ اور یہ سچا یوگ فقط مرشدِ کامل کی رحمت سے ہی، حاصل ہوتا ہے۔

ہمارا سچا یوگ یہ ہے کہ باطن میں روح کو ہمیشہ کلمۂ الٰہی سے جوڑنے کی (مُندرا پہنی جائے) کیفیت قائم رکھی جائے۔ خودی اور لگاؤ کو دُور کیا جائے۔ شہوت، غصّہ اور غرور کو بھی دُور رکھیں۔ یہ کام مرشد کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے شغل سے سرانجام ہوگا۔ ہر جگہ اُسی واحد کُل مالک کو دیکھیں جو سب کا نجات دہندہ ہے: یہی اصلی کشکول اور لبادہ ہے جو یوگی اِس طرح کا طریق اختیار کرتا ہے، اُسے مرشدِ کامل کے کلمہ کی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے اُسے علم و آگاہی ہو جاتی ہے کہ وہ خدا، خود بھی حق ہے اور اس کا نام یعنی کلمہ بھی حق ہے۔

یوگی :۔

کِس کارن گرِیہہ تجیوَ اُداسی
کس کارن اِیہہ بھیکھ نِواسی
کس وَکھر کے تُم وَنجارے
کیوں کر ساتھ لنگھاؤ پارے (۱۷)

مطلب :۔
تُو کس لیے گھربار ترک کرکے تارک الدُنیا بنا، کس لیے یہ لِباس پہنا؟ تُو کس شے کا سوداگر ہے اور دُنیا کے اِس بحرِ ظُلمات سے اپنے ساتھیوں کو کیسے پار لے جائیگا؟

گورُو نانک :۔

گورمُکھ کھوجت بھئے اُداسی
دَرسن کے تائیں بھیکھ نِواسی
ساچ وَکھر کے ہم وَنجارے
نانک گورمُکھ اُترس پارے (۱۸)

مطلب :۔ میں نے مُرشد کی تلاش میں گھر بار ترک کیا اور کُل مالک کے دِیدار کے لیے تارک الدُنیا جیسا لباس اختیار کیا۔ میں حقیقت کا خریدار ہوں۔ میں اور میرے ساتھی مُرشدِ کامل کی رحمت و مدد سے اِس بحرِ ظُلمات سے پار ہوں گے۔

یوگی :۔

کوَون مُول کوَون مَت ویلا
تیرا کوَون گورُ جس کا تُو چیلا
کوَون کتھا لے رہو نرالے
بولے نانک سُنو تُم بالے
ایس کتھا کا دے بیچار
بھَوجل سبد لنگھاوَن ہار (۴۳)

مطلب:۔ زندگی کا منبع کیا ہے؟ یہ کون سے زمانہ کا علم و عقیدہ ہے؟ تو کس مُرشد کا مُرید ہے؟ وہ کون سا علم ہے جس کے سہارے تُو خُود کو دُنیا سے لاتعلق رکھتا ہے؟ اے عزیز! تُو اِن سوالات کا جواب دے۔ تُو نے جو یہ کہا ہے کہ کلمۂ اِلٰہی ہی بحرِ ظُلمات سے پار کرتا ہے۔ ذرا اِس کی تفصیل سے وضاحت کر۔

گورُو نانک

پوَون اَرنبھ ستگُور مَت ویلا
شبد گُورو سُرت دُھن چیلا
اَکتھ کتھالے رہو نِرالا
نانک جُگ جُگ گوُر گو پالا
ایک شبد جِت کتھا وِیچاری
گُور مُکھ ہومے اگن نِواری (۴۴)

مطلب:۔ زندگی کا اصل مَنبع و سرچشمہ ہوا ہے۔ یہ طریق مُرشد کی تعلیم پر چلنے کا ہے۔ کلمہ مُرشد ہے اور رُوح مُرید ہے۔ میں کلمۂ اِلٰہی جو لابیاں ہے سے جُڑ کر (میں محو رہ کر) دُنیا میں لاتعلق رہتا ہوں۔ مُرشد ہر زمانہ میں دُنیا کو رونق بخشتا ہے۔ کلمہ مولا کی صورت ہے۔ علمِ حقیقی کی خبر کلمۂ اِلٰہی سے ہی ملتی ہے۔ اور مُرشد کی رحمت سے ہی خُودی کی آگ ختم ہوتی ہے۔

یوگی:۔

مَین کے دَنت کِیو کھائیے سار
جِت گرب جائے سو کوَون آہار
ہِوے کا گھر مَندر اگن پِراہن
کوَون گُپھا جِت رہے اُواہن
اِت اُت کِس کو جان سَماوے
کوَون دِھیان مَن مَنہی سَماوے (۴۵)

مطلب :۔ موم کے دانتوں سے لوہا کیسے چبایا جائے ؟ وہ کون سی غذا ہے جس سے خُودی ختم ہو جائے ؟ ہمارا گھر تو برف کا بنا ہوا ہے اور ہمارے کپڑے آگ کے ہیں۔ پھر کون سی غار میں چُھپا جائے کہ من ساکن ہو جائے ؟ وہ کون ہے جو یہاں اور وہاں ہر جگہ موجُود ہے؟ اور جس میں جذب ہونا چاہیے ؟ وہ کون ہے جس کا تصوّر کرنا چاہیے ؟

گورُو نانک :۔

ہُوں ہُوں مَیں مَیں وِچوں کھووے
دُوجا مِٹئے اِیکو ہووے
جَگ کَرڑا مَن مُکھ گاوار
سَبد کمائیے کھائیے سار
اَنتر باہر اِیکو جانے
نانک اگن مَرے ستگورُ کے بھانے (۴۶)

مطلب :۔ اپنے باطن سے خُودی اور 'میں' 'میری' کو ختم کر کے کثرت سے وحدت میں آجاؤ۔ دُنیا دار اِنسان کے لیے یہ دُنیا لوہے کی مانند سخت ہے۔ وہ احمق ہے اور اپنی حماقت پر بضد رہتا ہے۔ شغلِ کلمہ کے عمل سے یہ لوہا بھی ہضم کیا جاسکتا ہے۔ اُسے ظاہر و باطن' یہاں وہاں' وہی واحد کُل مالک ہر جگہ نظر آنے لگتا ہے۔ اور مُرشد کی رحمت سے وہ حیات و موت کے چکر سے نجات پا جاتا ہے۔

یوگی :۔

سو سَبد کا کہاں واس کتھی اَلے   جِت تریئے بھو جَل سَنسارو
ترے سَت اُنگل وائی کہیئے   تِس کہو کو وَن ادھارو
بولے کھیلے اَستھِر ہووے   کیونکر اَلکھ لکھائے

مطلب :۔ بحرِ ظلمات کو عُبور کرانے والا کلمہ کہاں رہتا ہے ؟ اُس ہوا کا سہارا کیا ہے جو سانس نکالتے وقت دس اُنگلی کے فاصلہ تک جاتی ہے[1] ؟ وہ کون ہے جو ہمارے

(۱) اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

باطن میں بولتا اور کھیلتا ہے؟ اُس نادید خُدا کے دِیدار کیسے نصیب ہوں؟

گورُو نانک :-

سُن سُوامی سچ نانک پرنوے اپنے مَن سمجھائے
گورُمکھ سبدے سچ لاگے کرندری میل مِلائے
آپے دانا آپے بینا پُورے بھاگ سمائے
سو سَبد کو نرنتر واس الکھنگ جیہہ دیکھا تیہہ سوئی
پوَون کا واسا سُن نِواسا اکل کلا دھر سوئی
ندر کرے سبد گھٹ مہہ وَسے وچوں بھرم گنوائے
تن مَن نرمل نرمل بانی نامو مَن وسائے
سبد گورُو بھو ساگر تریئے اِت اُت ایکو جانے
چِہن وَرن نہیں چھایا مایا نانک سبد پچھانے
ترے سَت اَنگل وائی اُو دھو سُن سچ اہارو
گورُمکھ بولے تت بِرولے چینے اَلکھ اپارو
ترگُن میٹے سَبد وَسائے تامَن چُوکے اہنکارو
اَنتر باہر ایکو جانے تا ہَر نام لگے پیارو
سُکھمنا اِڑا پنگلا بُوجھے جا آپے اَلکھ لکھائے
نانک تہوتے اُوپر ساچا ستگُور سبد سمائے (۵۸ – ۶۰)

(آسا، محلہ ۱، صفحہ ۹۴۴)

مطلب:- اے سُوامی۔ تو سُن! میں تجھے بتاتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس (مَن) پر کیسے قابُو پایا۔ میں مُرشد کے بخشے ہوئے کلمہ سے جُڑا اور اُس کی رحمت سے خُدائے پاک سے وصال پایا۔ اِس طرح میں 'دانا و بینا' بن گیا اور خُوش قسمتی سے یُوں اُس میں جذب ہو گیا۔

---

(۱) یوگیوں کے مُطابق ناک یا مُنہ سے نِکلنے والے سانس یا دَم کی ہوا صرف دس اُنگلی کے فاصلہ تک محسوس کی جاتی ہے۔ وہ ہی ہمارے اندر سے باہر نکلنے والے دم یا ہوا کا سہارا ہے۔

وہ کلمۂ الٰہی سب جگہ موجُود ہے۔ یہ اُس خُدائے پاک کی سیدھی سادی صناعی کا کرشمہ ہے۔ جیسے ہوا نظر نہیں آتی مگر ہر جگہ محسُوس کی جاتی ہے۔ ویسے ہی وہ کلمہ نادید ہے مگر ہر جگہ موجُود ہے۔ جب اُس خُدائے پاک کی رحمت ہوتی ہے تو وہ ہمہ جا موجُود کلمہ اپنے باطن میں ہی مل جاتا ہے۔ جس سے تمام وہم ختم ہو جاتے ہیں۔ اُس کلمۂ پاک کی صدائے پاک کے باطن میں آنے سے جسم وجاں دونوں پاک ہو جاتے ہیں۔ اِس طرح کلمہ — مُرشد کے ذریعہ بحرِ ظُلمات کو عبُور کیا جاتا ہے۔ اور تب دونوں جہان میں واحد اللّٰہ تعالےٰ ہی نظر آنے لگتا ہے۔ وہ غیر مُجسم اللّٰہ تعالےٰ، جس کا نہ کوئی رنگ رُوپ ہے نہ ذات پات ہے نہ صُورت، اُسے کلمۂ اِلٰہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔

پَون (ہوا) اور پران (دَم) کی جان وہ پرماتما ہے۔ مُرشد اُس حقیقت کی جسے اُس نے اپنے باطن میں کافی متھ کر نکالا ہے، اصل علم و آگاہی دیتا ہے۔ جس سے اُس نے اُس نادید و بے کنار اللّٰہ باری کو پہچانا ہے۔ تینوں اوصاف کو مِٹا کر کلمہ کو باطن میں بسا لینے والا انسان غرُور کو ختم کر لیتا ہے۔ تب اُسے ظاہر و باطن بس خُدا ہی نظر آتا ہے۔ اُسے نامِ خُدا سے عشق ہو جاتا ہے وہ نادِید کی دِید پا لیتا ہے۔ وہ اِڑا، پِنگلا اور سُکھمنا تینوں کا راز دار ہو جاتا ہے۔ وہ کُل مالک اِن تینوں سے پَرے ہے۔ ہم مُرشدِ کامل کے بخشے گئے کلمۂ اِلٰہی کی بدولت ہی اُس میں سما سکتے ہیں۔

یوگی کچھ اور سوال بھی پُوچھتے ہیں۔ نفس (مَن) اور دَم (پرانوں) کا بسیرا کہاں ہے؟ اِس متلوّن نفس کو ساکن کرنے والا کلمہ کہاں رہتا ہے؟

گورُو صاحب جواب دیتے ہیں کہ مُرشدِ کامل، خُداوند کریم کے فضل و کرم سے ہی مِلتا ہے۔ اور مُرشد کی رحمت سے تکبّر ختم ہوتا ہے۔ اُسی کی رحمت سے نفس (مَن) اپنے ذاتی مقام پر پہنچتا اور ساکن ہو جاتا ہے۔

یوگی مزید پُوچھتا ہے کہ خُود خُدا کی پہچان کیسے ہو؟ مہتاب کے گھر آفتاب کیسے داخل ہوا؟ یعنی سرد و تاریک نفس میں عِلم کی تمازت و نُور کیسے آئے؟

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کی رحمت سے تکبّر ختم ہوتا ہے۔ نفس ساکن

ہو جاتا ہے۔ رُوحانی مُتوازن کیفیت رہتی اور سمتھا حاصل ہوتی ہے۔ اور خُدا وند کریم کا دِیدار ہوتا ہے۔ اور کلمۂ الٰہی کے سُورج کی تمازت و نُور من اور رُوح میں سرایت کر جاتے ہیں۔ پرانوں کا قیام (ٹھکانہ) 'نابھی کمل' میں ہے اور کلمہ کا قیام اپنے ذاتی مقام پر ہے جو ہمارے باطن میں ہے۔ اور اِس کا علم و آگاہی مُرشد کی رحمت و مدد سے ہی ہوتی ہے۔ کلمہ کے بیدار ہونے سے تینوں جہانوں کا عِلم ہوتا ہے۔ جب دِل محبُوبِ خُدا کی مُحبت و فُرقت سے بھر جاتا ہے تو اِس کی دُنیاوی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ گورُو صاحب مزید فرماتے ہیں کہ کچھ خاص رُوحیں ہیں جن کو بدلائے سُلطانی (انحد شبد) کے اصل معنے معلوم ہوتے ہیں۔ اور جن کو بھی یہ علم و عرفان ہوتا ہے مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی ہوتا ہے۔

دلیل کو جاری رکھتے ہوئے یوگی پُوچھتا ہے کہ اگر جسم اور دِل نہ ہوتے تو مَن کہاں ہوتا؟ اگر 'نابھی کمل' نہ ہوتا تو پران کہاں ٹھہرتے؟ اور اگر جامۂ انسان نہ ہوتا تو کلمہ کہاں قیام کرتا؟ یہ مادّی جسم نہ ہوتا تو خُدا کا پتہ کیسے چلتا۔ اور غیر مُجسّم، بے صُورت اور نادِیدہ خُدا کو کیسے دیکھا جا سکتا؟

گورُو صاحب جواب دیتے ہیں کہ نامِ خُدا میں محو ہونے سے اِنسان دُنیا سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اُسے ہر جگہ نُورِ الٰہی نظر آنے لگتا ہے۔ اگر جسم و دِل نہ ہوتا تو مَن لاتعلق ہو کر لاہُوت میں سما جاتا۔ 'نابھی کمل' نہ ہوتا تو پران اپنے ذاتی مقام پر ہی رہ جاتے (خُدا کی محویت میں مست رہتے) اگر کوئی شکل و صُورت نہ ہوتی تو کلمہ خُدا میں ہی مکین رہتا۔ اگر زمین و آسمان نہ بھی ہوتے تو بھی اللہ تعالےٰ کا نُور تینوں جہانوں میں موجُود رہتا اور تمام رنگ رُوپ، صُورت و لباس کلمۂ الٰہی میں پنہاں رہتے۔ فقط کُل مالک ہی مُکمل ہے۔ لا بیاں ہے۔

یوگی مزید پُوچھتے ہیں کہ یہ کائنات کیسے وجُود میں آئی؟ تکلیفات کا خاتمہ کیسے ہو سکتا ہے؟

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ کائنات کا وجُود، خُودی یعنی خُود کو علیحدہ سمجھنے کے غلط اِحساس سے پیدا ہوا ہے۔ اور غم و آلام کی اصل وجہ کلمۂ الٰہی سے رَبط کا ٹوٹ جانا ہے۔ اِنسان کے کلمۂ الٰہی کے شغل کرنے سے اناّ یعنی خُودی ختم ہو جاتی ہے۔ کلمۂ الٰہی کے شغل

سے جسم وجاں پاکیزہ ہوجاتے ہیں۔ اِنسان خُدائے پاک سے وصال کے قابل ہوجاتا ہے کلمۂ الٰہی ہی رُوح کا دُنیا سے تعلق توڑ سکتا ہے اور اِس کا رشتہ اللہ باری سے جوڑ سکتا ہے۔ شغلِ کلمۂ الٰہی یعنی سُلطان الاذکار ہی اللہ باری سے جوڑنے والا حقیقی رُوحانی عمل ہے۔

مگر اِس رُوحانی عمل کے عامل بہت کم ہوتے ہیں۔ یہ رُوحانی عمل مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ فقط وہی کلمۂ الٰہی کا مجسم مَظہر ہے۔ لہذا مُرشد کا ہونا لازم ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے یہ نفس (مَن) کُل مالک کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور واپس اپنے ذاتی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ حقیقی رُوحانی عمل (یوگ) کا طریق حقیقی مُرشدِ کامل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

گورُو نانک صاحب اُس شخص کے غم و آلام کا ذکر کرتے ہیں جِسے مُرشد نہیں مِلا۔ ایسا خُود پرست (مَن مُکھ) اِنسان کبھی بھی حیات موت کے چکر سے نجات نہیں پا سکتا۔ اور نہ ہی اُس کا کبھی اللہ باری سے وصال ہوسکتا ہے۔ بے پیر انسان ہمیشہ انانیت و خُودی کا شکار رہتا ہے اور زندگی کی بازی ہار جاتا ہے۔

اِس کے برعکس خُدا پرست انانیت و خُودی کو ختم کرکے نفس پر قابُو پالیتا ہے۔ وہ کُل مالک کو اپنے دِل میں بِٹھا لیتا ہے۔ وہ تمام کائنات کا مالک بن جاتا ہے ملک الموت کے فرشتے اُسے خوفزدہ نہیں کرسکتے۔ وہ پُوری عزت و توقیر کے ساتھ درگاہِ ایزدی میں باریاب ہوتا ہے۔ آخر میں گورُو صاحب مُرشدِ کامل کی عظمت و اوصاف بیان کرتے ہیں کیونکہ بغیر مُرشدِ کامل نہ ہی کلمۂ اِلٰہی کا راز مِلتا ہے، نہ ہی غم و آلام سے نجات مِلتی ہے۔ اور نہ ہی خُدا سے وِصال نصیب ہوتا ہے۔

یوگی :۔

ایہہ مَن ئیگل کہاں بسیلے کہاں بسے ایہہ پَوَ نا
کہاں بسے سو شبد اُودھو تا کوچُوکے مَن کا بھَونا

مطلب :۔ نفس کا ہاتھی کہاں بستا ہے ؟ پران کا ٹِھکانہ کہاں ہے ؟ اور نفس کی آوارہ گردی ختم کرنے والے کلمہ کا قیام کہاں ہے ؟

گورُو نانک صاحب :۔

ندر کرے تا ستگوُرُ میلے تا نج گھر وا سا ایہہ مَن پائے
آپے آپ کھائے تا نرمَل ہووے دھاوت وَرج رہائے

مطلب :۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مُرشدِ کامل مِلتا ہے۔ اور مُرشدِ کامل کی صُحبت سے نفس اپنے ذاتی مقام پر ٹِکاؤ پاتا ہے۔ خُودی کو ختم کرنے سے نفس، پاک اور ساکن ہوکر، اپنے ذاتی مقام پر ٹِک جاتا ہے۔

یوگی :۔

کِو مُول پچھانے آتم جانے کِو سَس گھر سُور سمائے

مطلب :۔ اپنی رُوح اور حقیقت کا عِلم کیسے ہو؟ آفتاب مہتاب کے گھر کیسے ڈیرہ ڈالے؟

گورُو نانک صاحب :۔

گوُر مُکھ ہوے وِچوں کھووے تَو نانک سہج سماوے
ایہہ مَن نہچل ہِروے وَسیلے گوُر مُکھ مُول پچھان رہے

نابھ پوَون گھر آسن بیٹھے گوُر مُکھ کھوجت تت لہے
سو سَبد نِرنتر نج گھر آچھے تر بھون جوت سُو سَبد لہے
کھاوے دُوکھ بھُوکھ ساچے کی ساچے ہی تر پتاس رہے

انحد بانی گوُر مُکھ جانی بِرلو کو اَرتھاوے
نانک آکھے سچ سُبھاکھے سچ رَپے رنگ کبھُو نہ جاوے (۶۴-۶۵)

مطلب :۔ جب مُرشدِ کی رحمت سے خُودی ختم ہوجاتی ہے۔ تو رُوحانی طور پر عالمِ توازن (سہج اوستھا) حاصل ہوجاتا ہے۔ جب نفس ساکن ہوجاتا ہے تب اِنسان کو مُرشد کے ذریعہ اپنے اصل یعنی انورِ باری کی پہچان ہوجاتی ہے۔ دَم (پران) اپنے مقام (نابھی)

میں ساکن و مقیم ہو جاتا ہے۔ مُرشد کی رحمت سے حقیقت کا عِلم ہو جاتا ہے۔ باطن میں موجزن کلمۂ اِلٰہی کا اِحساس ہو جاتا ہے۔ اور کلمہ کے ذریعے تینوں عالم کا نُور نظر آنے لگتا ہے۔ محبُوبِ حقیقی کی طلب تمام تکلیفات سے نجات دلا دیتی ہے۔ اور انسان محبُوبِ حقیقی کے جذبۂ عِشق سے سرمست و سرشار ہو جاتا ہے۔ ندائے شیریں یا کلمۂ الٰہی کا علم فقط مُرشدِ کامل سے ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی کوئی ہی اُس رازِ سربستہ کو جان پاتا ہے۔ نانک۔ حقیقت بتلاتا ہے کہ جِس پر بھی 'نام'، یعنی کلمۂ اِلٰہی کا رنگ چڑھتا ہے پھر کبھی اُترتا نہیں۔

یوگی:۔

جا اِیہہ ہِردا دِیہہ نہ ہوتی تو مَن کیٹھے رہتا
نابھ کمل اَستھنبھ نہ ہوتے تا پَوَن کوَن گھر سہتا
رُوپ نہ ہوتو ریکھ نہ کائی تا سَبد کہاں لِو لائی
رَکت بِند کی مَڑھی نہ ہوتی مِت قیمت نہی پائی
وَرن بھیکھ اَسرُوپ نہ جاپی کیونکر جاپس ساچا

مطلب:۔ جِسم و دل نہ ہوتے تو مَن کہاں رہتا؟ 'نابھی کمل' کا کوئی سہارا نہ ہوتا تو دَم یا پران کہاں ٹھہرتے؟ کوئی شکل و شبیہہ نہ ہوتی تو کلمہ کہاں بَستا؟ ماں باپ کے خُون کے بغیر یہ جِسم نہ بنتا تو خُدا کی عظمت کا پتہ کیسے چلتا؟ اگر 'اُس' کا رنگ رُوپ اور قالب نظر نہ آتا تو اُسے جانا کیسے جاتا؟

گورُو نانک:۔

نانک نام رَتے بَیراگی اِب تَب سَاچو ساچا
ہِردا دِیہہ نہ ہوتی اُودھو تَو مَن سُن رہے بَیراگی
نابھ کمل اَستھنبھ نہ ہوتو تا نج گھر بستو پَوَن انُوراگی
رُوپ نہ ریکھا جات نہ ہوتی تو اَکلیں رہتو سَبد سُوسار
گَوَن گگن جب تَبے نہ ہوتو تربھون جوت آپے نِرنکار
وَرن بھیکھ اَسرُوپ سو ایکو ایکو سَبد وِڈانی

بساپج بنا سُوچا کو ناہی نانک اکتھ کہانی

مطلب: - نانک! جو 'نام' کے رنگ میں رنگے گئے وہ سچے بیراگی بن گئے۔ وہ دُنیا سے لاتعلق ہو گئے۔ اُن کو خدا اب تب اور ہمیشہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ اے یوگی! اگر جسم و دِل نہ ہوتے تو نفس (مَن) لاتعلق ہو کر عالمِ لاہوت میں مقیم ہو جاتا۔ اگر 'نابھی کمل' کا سہارا نہ ہوتا تو سانس' دم یا پران محبوبِ حقیقی کے عشق میں سرشار اپنے ذاتی مقام میں قیام کرتے۔ اگر کوئی شکل و شبیہہ یا وجود نہ ہوتا تو کلمۂ الٰہی اپنی ذاتی صُورت میں اُس مالکِ کُل میں ہی سمایا رہتا۔ اگر زمین و آسمان نہ ہوتے تو بھی اُس انورِ باری کا نُور تینوں عالم کو منوّر کرتا۔ تب یہ تمام رنگ رُوپ شکل و لباس اُسی حیران کُن کلمۂ الٰہی میں ہی سمائے اور موجُود ہوتے۔ اُس خدائے پاک کی رحمت کے بغیر کوئی بھی بے عیب' بے داغ اور پاک نہیں ہو سکتا۔ اُس خُدائے پاک کی داستاں لابیاں ہے۔ الفاظ اُسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

یوگی: -

کِت کِت بدھ جگ اُپجے پُرکھا۔ کِت کِت دُکھ بِنس جائی

مطلب: - دُنیا کی آفرینش کیسے ہوتی ہے؟ اِن تکلیفات و مصائب کا اِختتام کیسے ہوتا ہے؟

گورُو نانک صاحب: -

ہومے وِچ جگ اُپجے پُرکھا نام وِسریئے دُکھ پائی
گورُمکھ ہووے سو گیان تَت بیچارے ہومے سَبد جلائے
تَن مَن نِرمل نِرمَل بانی ساچے رہے سمائے
نامے نام رہے بَیراگی ساپچ رکھیا اُر دھارے
نانک بِن ناوے جوگ کدے نہ ہووے دیکھو رِدے بیچارے

گورُمکھ ساپچ سَبد بیچارے کوئے ۔ گورُمکھ سچ بانی پرگٹ ہوئے
گورُمکھ مَن بھیجے وِرلا بُوجھے کوئے ۔ گورُمکھ نج گھر واسا ہوئے
گورُمکھ جوگی جُگت پچھانے ۔ گورُمکھ نانک ایکو جانے

بِن سَتگُورُ سیوے جوگ نہ ہوئی
بِن ستگُور بھیٹے مُکت نہ کوئی
بِن ستگُور بھیٹے نام پایا نہ جائے
بِن ستگُور بھیٹے مہا دُکھ پائے
بِن ستگُور بھیٹے مہا گرب غُبار
نانک بِن گُور موآ جنم ہار
گُور مُکھ مَن جِیتا ہوے مار
گُور مُکھ ساچ رکھیا اُردھار
گُور مُکھ جگ جِیتا جم کال مار بِدار
گُور مُکھ درگہہ آوے نہ ہار
گُور مُکھ میل ملائے سو جانے
نانک گُور مُکھ سَبد پچھانے

سَبدے کا نبیڑا سُن تُو اُودھو بِن ناوے جوگ نہ ہوئی
نامے راتے اَن دِن ماتے نامے تے سُکھ ہوئی
نامے ہی تے سب بِدگٹ ہووے نامے سو جھی پائی
بِن ناوے بھیکھ کریں بہتیرے سچے آپ کھوائی
ستگُور تے نام پائیے اُودھو جوگ جُگت تا ہوئی
کر بیچار مَن دیکھو نانک بِن ناوے مُکت نہ ہوئی

۶۶ تا ۷۲

رام کلی محلہ ا۔ صفحہ ۹۳۸ تا ۹۴۶

مطلب: ۔ ذی رُوح خُودی کے اِحساس کو لے کر دُنیا میں پیدا ہوتا ہے اور نام یعنی کلمۂ الٰہی کو فراموش کر کے تکلیفیں اُٹھاتا ہے۔ جو راہِ مُرشد پر چلتا ہوا اصل حقیقت کو جان

جاتا ہے، وہ شغلِ کلمۂ الٰہی کے ذریعہ اپنے تکبّر و خُودی کو ختم کر لیتا ہے۔ کلمۂ الٰہی یعنی ندائے پاک میں محویت سے اُس کی رُوح پاک ہو جاتی ہے اور وہ محبُوبِ حقیقی میں ہمیشہ کے لیے جذب ہو جاتا ہے۔ وہ شغل کلمۂ الٰہی کے ذریعہ کلمۂ الٰہی میں جذب ہو کر دُنیا سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ اِس بات پر خُوب غور کر کے دیکھ لیجئے کہ کلمۂ الٰہی کے شغل کے بغیر کبھی بھی وِصال (یوگ) حاصل نہیں ہو سکتا۔

چند اشخاص ہی مُرشدِ کامل کی رحمت سے شغل کلمۂ الٰہی کرتے ہیں۔ مُرشدِ کامل سے ندائے حق یعنی کلمۂ الٰہی کا ظہُور ہوتا ہے۔ اُن میں سے بھی چند اشخاص ہی ہوتے ہیں جن کا مَن مُرشدِ کامل کی رحمت سے عشقِ الٰہی کے جذبہ سے سرشار ہو جاتا ہے۔ مُرشد کی رحمت سے ہی اپنے ذاتی مقام میں قیام ملتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی عامل کو عمل کے طریق کا عِلم ہوتا ہے۔ وہ واحد لاشریک ہے، ہر جگہ موجُود ہے اور سب کا منبع و سرچشمہ ہے۔

مُرشدِ کامل کی خدمت کے بغیر یوگ، حاصل نہیں ہوتا۔ مُرشد سے مِلے بغیر نجات نہیں ملتی۔ مُرشد کامل سے مِلے بغیر کلمۂ الٰہی کا راز نہیں مِلتا اور صدہا صدمات سہنے پڑتے ہیں۔ مُرشد کے بغیر تکبّر کا گرداب گھیرے رکھتا ہے۔ بغیر مُرشدِ کامل انسان مُردہ ہے اور زندگی کی بازی ہار چکا ہے۔

اِس کے برعکس مُرشد کی راہ پر چلنے والا تکبّر و خُودی کو ختم کر کے نفس پر قابُو پا لیتا ہے وہ اُس محبُوبِ حقیقی کو اپنے باطن میں بَسا لیتا ہے۔ وہ دُنیا کو جیت لیتا ہے اور مَلک الموت کے فرشتے کو کاٹ ڈالتا ہے۔ مُرشد کی راہ پر چلنے والا خُدا کی درگاہ میں رسائی سے محرُوم نہیں ہوتا۔ مُرشدِ کامل جس پر یہ رحمت کرتا ہے، بس وہی خُدا سے وِصال پاتا ہے۔ فقط مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی کلمۂ الٰہی کے سربستہ راز کا پتہ چلتا ہے۔

اے یوگی، تو کلمۂ الٰہی کے مُتعلق اب لُبِ لُباب، اور حرفِ آخر سُن۔ کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل یعنی شغلِ سُلطان الاذکار (سُرت شبد یوگ) کے بغیر حقیقی یوگ، نا ممکن ہے۔ جو نامِ خُدا کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں، اُن کو دِن رات ایک لافانی نشہ چڑھا رہتا ہے۔ اُن

کو ایک لا بیاں سُرور و سکُون مِل جاتا ہے۔ اُن کو اِس رُوحانی عمل سے ہی عِرفانِ حقیقی ہوتا ہے اور اسی کی بدولت پتہ چلتا ہے کہ جو کُچھ بھی ہے وہ کلمۂ اِلٰہی سے ہی پیدا ہوا ہے۔ جو لوگ شغلِ کلمۂ الٰہی کی بجائے دیگر مذہبی طریق میں اُلجھے ہوئے ہیں، وہ بھٹک گئے ہیں۔ مگر یہ تمام بھی اُس کُل مالک کی موج و رضا سے ہی ہو رہا ہے۔ لیکن جب حقیقی مُرشدِ کامل سے کلمۂ الٰہی کا راز مل جاتا ہے تو اصل 'یوگ' کا پتہ چل جاتا ہے۔ اے یوگیو، خُوب غور و فکر کر کے دیکھ لو، بغیر شغلِ کلمہ کے نجات نہیں مِل سکتی۔

پہر

زندگی کے چار منازل

ہندوستانی روائیت کے مُطابق زندگی کو چار حصّوں میں بانٹا گیا ہے۔ بچپن، جوانی، ادھیڑ عُمر اور بڑھاپا۔ مندرجہ ذیل دو نظموں میں گورو صاحب نے زندگی کے ان چار حصّوں کو رات کے چار پہروں سے مشابہت دی ہے اور ہر پہر کو بیان کرتے ہوئے اُسے گہرے رُوحانی رموز سے بھر دیا ہے۔

اِنسانی زندگی رات کی مانند ہے۔ اِنسان کو چاہیے کہ صُبح کے نُور میں بیدار ہونے کی کوشش کرے تاکہ اُس کی تمام تکلیفات ختم ہو جائیں۔ لیکن اِس منزل تک پہنچنے کے لیے بہت جدوجہد کی ضرورت ہے۔ گورو صاحب پُرزور الفاظ میں اِنسان کی اِس حالت کو بیان کرتے ہیں۔ اِس نادان کا بچپن تو کھیل کُود میں گُذر جاتا ہے، نوجوانی نفسانی لذآت و عیش و عشرت کی نذر ہو جاتی ہے، ادھیڑ عُمر زر و مال جمع کرنے میں برباد ہو جاتی ہے اور بڑھاپا بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور اِس طرح حیاتِ اِنسانی کا یہ بے بہا موقعہ فضُول کاموں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اِنسان ماں کے پیٹ سے تو اِس مضبُوط اِرادہ سے نکلا تھا کہ وہ اپنی طاقت فضول کاموں میں ضائع نہیں کرے گا اور ہر لمحہ اُس کے عِشق و عِبادت میں محو رہے گا۔ مگر افسوس یہاں (دُنیا میں) آکر یہ تمام وعدے بھُول گیا۔

اِس نظم کا اصل مقصد یہی ہے کہ اِنسان فضُول اور بے ہُودہ کاموں میں پھنس کر اپنا دُنیا میں آنے کا بُنیادی مقصد بھُول جاتا ہے۔ اِس زندگی کا مقصدِ حقیقی، عبادت و ریاضت کے ذریعہ کُل مالک سے وِصال کرنا ہے اور حیات و موت کا چکر ہمیشہ کے لیئے

ختم کرنا ہے عبادتِ حقیقی کا طریق وترکیب فقط مُرشدِ کامل سے ہی مل سکتا ہے کیونکہ وہ خُود منزل پر پہنچ چُکا ہے اور دوسروں کی عملی راہ نمائی کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

پہلے پہرے رَین کے وَنجاریا مِترا حُکم پیا گر بھاس (۱)
اُردھ تپ اَنتر کرے وَنجاریا مِترا خصم سیتی اَرداس
خصم سیتی اَرداس وکھانے اُردھ دَھیان لِو لاگا
نامرجاد آئیا کل بھیتر باہُڑ جاسی ناگا
جَیسی قلم وُڑی ہے مَستک تیسی جِیئڑے پاس
کہو نانک پرانی پہلے پہرے حُکم پیا گھر بھاس
دُوجے پہرے رَین کے وَنجاریا مِترا وِسر گیا دِھیان (۲)
ہتھو ہتھ نچائیے وَنجاریا مِترا جیو جسُدھا گھر کاہن
ہتھو ہتھ نچائیے پرانی مات کہے سُت میرا
چیت اَچیت مُوڑھ مَن میرے اَنت نہیں کچھ تیرا
جِن رَچ رَچیا تِسے نہ جانے مَن بھیتر دَھر گیان
کہو نانک پرانی دُوجے پہرے وِسر گیا دِھیان

---

(۱) دُنیا میں تجارت کے لیے آئے اَے دوست! تو خُدا کے حُکم سے رات کے پہلے پہر میں ماں کے بطن میں آیا تو وہاں اُلٹا لٹکا ہوا ریاضت کرتا اور مالک سے دُعا کرتا تھا۔ تیری لَو اُس مالک سے لگی ہوئی تھی تو دُنیا میں ننگا آیا اور آخری وقت ننگا ہی جائے گا۔ تجھے تقدیر کا نوشتہ بُھگتنا پڑے گا۔

(۲) دُنیا میں پیدا ہوتے ہی) تو اُس مالک کو بُھول گیا۔ جیسے یشودھا کے گھر کرشن لاڈ پیار سے ہاتھوں ہاتھ کِھلایا جاتا تھا۔ کوئی اُس کے پاؤں زمین سے لگنے نہیں دیتا تھا۔ تجھے بھی پیار محبت سے کِھلایا گیا اور ماں نے یہ کہنا شروع کر دیا "یہ میرا بیٹا ہے" مگر اے احمق اِنسان ہوشیار و خبردار ہو کیونکہ وقتِ آخر تیرا کوئی نہیں ہوگا۔

تیجے پہرے رَین کے وَنجاریا مترا دھن جوبن سیو چِت
ہَر کا نام نہ چیتی وَنجاریا مترا بَدھا چھُٹیں جِت

ہرکا نام نہ چیتے پرانی بِکل بھیا سنگ مایا (۱)
دھن سیو رَتا جوبن مَتا اَہلا جنم گنوایا (۲)
دھرم سیتی واپار نہ کیتو کرم نہ کیتو مِت
کہو نانک تیجے پہرے پرانی دھن جوبن سیو چِت

چوتھے پہرے رَین کے وَنجاریا مترا لاوی آیا کھیت (۳)
جا جَم پکڑ چلایا وَنجاریا مترا کسے نہ ملیا بھیت
بھیت چیت ہر کسے نہ ملیو جا جَم پکڑ چلایا
جھوٹھا رُدن ہُوا دُوآلے کھِن میں بھیا پرایا (۴)
سائی وَست پراپت ہوئی جِس سیو لایا ہیت
کہو نانک پرانی چوتھے پہرے۔ لاوی لُنیا کھیت

(سری راگ، محلہ ا صفحہ ۷۴)

۱۔ مادیت میں غلطاں ہوکر تو گمراہ ہوگیا ہے۔ اب گھبرایا پھرتا ہے۔

۲۔ تو اپنی بیش قیمت حیاتِ انسانی فضول برباد کر رہا ہے۔

۳۔ تیری انسانی زندگی کی فصل پک گئی ہے اور کاٹنے کے لیے موت کا فرشتہ آگیا ہے۔ کس کو خبر کہ وہ رُوح کو کدھر لے گیا ہے؟

۴۔ تیرے اردگرد جمع لوگ دکھاوے کا رونا روتے ہیں، جھوٹی آہ و بکا کرتے ہیں۔ موت کے بعد انسان پل بھر میں سب سے غیر ہوجاتا ہے۔

پہلے پہرے رین کے ونجاریا مترا بالک بدھ اچیت
کھیر پیئے کھیلائیے ونجاریا مترا مات پتا سُت ہیت (۱)
مات پتا سُت نیہوں گھنیرا مایا موہ سبائی
سنجوگی مایا کرت کمایا کرنی کار کرائی
رام نام بن مکت نہ ہوئی بوڈی دوجے ہیت (۲)
کہو نانک پرانی پہلے پہرے چھوٹیگا ہر چیت
دوجے پہرے رین کے ونجاریا مترا بھر جوبن میں مت (۳)
اہنس کام ویاپیا ونجاریا مترا اندھلے نام نہ چِت (۴)
رام نام گھٹ انتر ناہیں ہور جانے رس کس میٹھے
گیان دھیان گن سنجم ناہیں جنم مرد گے جھوٹھے
تیرتھ ورت پرسچ سنجم ناہیں کرم دھرم نہیں پوجا
نانک بھائے بھگت نستارا دبدھا ویاپے دوجا

۱- دودھ پیتا ہے اور کھیلتا ہے۔ ماں باپ اِسے بہت پیار کرتے ہیں لیکن یہ سب مادیت کا تماشہ ہے۔

۲- انسان نامِ خدا کو بھول کر دوسری اشیاء یعنی دنیاوی تمناؤں اور لالچ میں پھنس کر ڈوب گیا ہے۔

۳- دوسرے پہر بھرپور جوانی کے نشہ میں چور ہو گیا۔

۴- رات دن خواہشاتِ نفسانی میں غلطاں رہا ہے۔ نامِ خدا یاد نہ کیا۔

تیجے پہرے رَین کے وَنجاریا مِترا' سَر ہنس اُٹھوڑے آئے ۱
جوبن گھٹے جُرا جینے وَنجاریا مترا' آئو گھٹے دِن جائے ۲
اَنت کال پچھتا سی اَندھلے جا جَم پکڑ چلایا
سب کچھ اپنا کر کر راکھیا کِھن مہہ بھیا پَرایا
بُدّھ وِسرجی گئی سیانپ کَرا وَگن پچھتائے ۳
کہو نانک پرانی تیجے پہرے پَربھ چیتو لو لائے
چوتھے پہرے رَین کے وَنجاریا مِترا بردھ بھیا تَن کِھین ۴
اَکھی اَندھ نہ دِسیئی وَنجاریا مِترا کنّیں سُنے نہ وَین
اَکھیں اَندھ جیبھ رَس ناہیں رَہے پراک اُتانا ۵
گُن انتر ناہیں کِو سُکھ پاوے مَن مُکھ آون جانا
کھڑ پکّی کُڑ بھجے بنسے آئے مان ۶
کہو نانک پرانی چوتھے پہرے گورمکھ سبد پچھان ۷

۱۔ جسم کے تالاب پر سفید بالوں کے ہنس اُتر رہے ہیں۔ یعنی بال سفید ہونے لگے ہیں۔

۲۔ جوانی جارہی ہے، بڑھاپا بڑھتا آرہا ہے اور دن بدن عُمر گھٹتی جارہی ہے۔

۳۔ بے وقوف بداعمال کرکے اب پشیمان ہورہا ہے

۴۔ بڑھاپے کے باعث جسم کمزور و ضعیف ہوگیا ہے

۵۔ آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔ زبان کا ذائقہ جاتا رہا ہے
پراک اُتانا: پراک یعنی محنت کرنے کے قابل نہیں رہا۔

۶۔ جیسے پکنے پر فصل خود بخود کُھل جاتی ہے اور دانے بکھر جاتے ہیں۔ ویسے ہی عُمر رسیدہ جسم ضعیفی سے ٹوٹنے لگتا ہے اور آخر ختم ہوجاتا ہے اِس فانی جسم پر کیا اِترانا اور غرور کرنا۔

۷۔ اے انسان! مُرشد کے بخشے ہوئے نام خُدا کو پہچان۔

اوڑک آیا تن ساہیا وَنجاریا مِترا جَرجَرِ دانا کَن ۱
اِک رَتی گُن نہ سمانیا وَنجاریا مِترا اَوگُن کھڑسن بَن ۲

گُن سَنجم جاوے چوٹ نہ کھاوے نہ تِس جَمن مَرنا ۳
کال جال جَم جوہ نہ ساکے بھائے بھگت بھَے تَرنا ۴
پَت سیتی جاوے سہج سماوے سَگلے دُوکھ مِٹاوے ۵
کہو نانک پرانی گُورمُکھ چھُوٹے ساچے تے پَت پاوے ۶

سری راگ، محلہ ۱ صفحہ ۷۵

---

۱ - تیرے سانس ختم ہونے کو ہیں۔ تیرے کندھے بڑھاپے کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔

۲ - تُو نے رتّی بھر (ذرا سے بھی) نیک اعمال جمع نہیں کیے بلکہ تیرے گُناہ بے شُمار ہیں۔ جن کا بارِ گراں تجھے ساتھ لے جانا ہوگا۔

۳ - جو اوصاف کو جانتا ہے اور ضبط سے کام لیتا ہے، وہ حیات و موت کے چکر کی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔

۴ - ملک الموت اور موت کے فرشتے اُس کے نزدیک نہیں آسکتے۔ وہ مالک کے عشق کے سہارے بحرِ ظُلمات سے پار اُتر جاتا ہے۔

۵ - وہ اِس جہان سے بڑی عزت و توقیر سے رحلت کرتا ہے اُس کے تمام دُکھ مٹ جاتے ہیں وہ اُس مالک کے عالمِ توازن (سہج) میں سما جاتا ہے۔

۶ - جیسے بھی مادّیت اور حیات و موت کے چکر سے نجات ملتی ہے، مُرشدِ عالی کی رحمت سے ہی ملتی ہے۔

پٹی

سی حرفی

'پٹی' باون حرفی' یا سی حرفی کی مانند ایک صنفِ شاعری ہے جس میں شاعر حروفِ تہجی کے ہر حرف کو بنیاد بنا کر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ یہ 'پٹی' یعنی نظم پنجابی حروف تہجی کے پینتس[۳۵] حروف کے مطابق ہے۔* روایت ہے کہ گورو نانک صاحب نے یہ نظم اپنی اوائل عمر' زمانہ طالب علمی کے دوران لکھی تھی۔ یہ نظم انھوں نے اپنی لکڑی کی تختی پر لکھی تھی جو عموماً حروف تہجی کو سیکھنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اُسے پنجابی زبان میں 'پٹی' کہا جاتا ہے۔

اس نظم 'پٹی' میں گورو صاحب کی تعلیم کے کئی اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً اس میں خدا کی فطرت' مرشد کی ضرورت' اصولِ اعمال (کرم سدھانت)' مسلہ تناسخ (آواگون) اور حیات و موت سے نجات کے طریق کو خاص مقام دیا گیا ہے۔ ذیل میں دیئے گئے اشعار سے اِس نظم کے مرکزی جذبہ و خیال کے متعلق بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سسئے سوے سرسٹ جن ساجی   سبھنا صاحب ایک بھیا
سیوت رہے چت جن کا لاگا   آیا تن کا سپھل بھیا
من کاہے بھوسے موڑھ منا   جب لیکھا دیوے بیرا تو و پڑھیا — رہاؤ
گگے گیان بوجھے جے کوئی   پڑھیا پنڈت سوئی
سرب جیا مہہ ایکو جانے   تا ہوے کہے نہ کوئی

---

* گزشتہ حروف تہجی موجودہ حروفِ ابجد کے مطابق نہیں ہیں۔

گھگھے، گھال سیوک جو گھالے سَبد گورُو کے لاگ رَہے
بُرا بھلا جو سَم کر جانے اِن بدھ صاحب رَمت رَہے
چھچھے، چھایا ورتی سب اَنتر تیرا کیا بھرم ہوآ
بھرم بُھلائی بُھلائیَن آپے تیرا کرم ہوا تِن گورُ مِلیا
ججھے، جُھور مَرو کیا پرانی جو کچھ دینا سو دے رہیا
ننجیں، ندر کرے جا دیکھاں دُوجا کوئی ناہی
ایکو رَو رہیا سب تھائیں ایکو وَسیا مَن ماہی
ڈھڈے، ڈھائے اُسارے آپے جیو تِس بھاوے تِوے کرے
کر کر ویکھے حُکم چلائے تِس نِستارے تاکو ندر کرے
دَدے، دوس نہ دیئو کسے دوس کرماں آپنیاں
جو میں کیا سو میں پایا، دوس نہ دیجے اَور جناں
دَھدے، دھار کلا جِن چھوڑی، ہر چیجی جِن رنگ کیا
تِس دا دیا سَبھنی لیا، کرمی کرمی حُکم پیا
پپھے، پھاہی سب جگ پھاسا، جَم کے سنگل بندھ لیا
گورُ پر سادی سے نرا بھرسے، جے ہَر سر ناگت بھج پیا

آسا، محلا، صفحہ ۴۳۲ - ۴۳۳

بارہ ماہ

کسی زمانے میں ہندوستان کے شاعروں میں سال کے بارہ مہینوں کی بِنا پر نظم لکھنے کا عام رواج تھا، جسے 'بارہ ماہ' کہا جاتا تھا۔ اِس میں قُدرتی مُناظر اور اِنسانی جذبات کی بِنا پر قارئین کو رُوحانی و اِخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ اِن نظموں میں جو تمثیلات دی گئی ہیں وہ موسموں کے تغیر و تبدل سے اخذ کی گئی ہیں۔

گُورُو نانک صاحب کے 'بارہ ماہ' میں ایک اہم خاصیت ہے۔ ہر ماہ کو اِنسانی زندگی سے مشابہت دے کر یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اِس نادر موقعہ کو بےکار کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اُنھوں نے ہر ماہ کے قُدرتی مناظر اور اُس کی خاص موسمی حالت کو اپنی رُوحانی تعلیم کا ذریعہ بنایا ہے۔ گُورُو نانک صاحب کے 'بارہ ماہ' کی ایک خاص خُوبی یہ بھی ہے کہ اِس میں اگر ایک طرف محبُوب (خُدا) سے فُرقت زدہ رُوح کے درد و ہجر کا پُر جذبات و دِل سوز بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف فُرقت و درد کی دوا اور محبُوب سے وِصال کا اِشارہ بھی دیا گیا ہے۔

گُورُو صاحب کا 'تکھاری راگ' میں لکھا گیا ہجر و وِصال کے خُوبصورت اِمتزاج کا یہ 'بارہ ماہ' ادب میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

اِس 'بارہ ماہ' میں چار مختلف موسموں کی نمائندگی کرنے والے چار مہینوں کا اِنتخاب کیا گیا ہے۔

چیت (مارچ اپریل)

چیت، موسمِ بہار کا دِلکش مہینہ ہے۔ قُدرت اپنی پُوری شان و شباب پر ہوتی ہے۔

چاروں طرف پھول کھلے ہوتے ہیں اور پھولوں کے چاروں طرف منڈلاتے بھنوروں میں نئی جوانی اور نئی اُمنگ کی مستی جھلکتی ہے۔ اِس چاروں طرف پھیلے ہوئے خُوشگوار، خُوبصورت اور دِلکش ماحول میں اُس عورت کو جس کا خاوند بدیس چلا گیا ہے چین کیسے آسکتا ہے۔ اُس کے لیے اپنی زندگی ایک بوجھ کی مانند ہے۔ گورُو نانک صاحب سمجھاتے ہیں کہ ظاہرہ ایک دُنیاوی کامیاب اِنسان جس کے پاس آرام و آسائش کے تمام سامان مہیا ہیں، اِطمینانِ قلب اور سچے سکُون سے محرُوم رہتا ہے تا وقتیکہ اُسے خُدا سے وِصال نصیب نہیں ہوتا۔

چیت بسنت بھلا بھور سُہاوڑے
بَن پھولے منجھ باریں پِر گھر باہوڑے
پِر گھر نہیں آوے دَھن کیو سُکھ پاوے
بِرہ بِرودھ تَن چھیجے
کوکِل انب سہاوی بولے کیو دُکھ انک سہیجے
بھَور بھونتا پھولی ڈالی کیو جیوا مر مائے
نانک چیت سہج سُکھ پاوے، جے ہَر وَر گھر دَھن پائے

اساڑھ :- (جُون جولائی)

چیت کے دِلکش موسمِ بہار کے برعکس اساڑھ کا مہینہ بُہت تکلیف دِہ ہے موسم بہُت خراب ہے۔ سخت گرمی پڑ رہی ہے۔ زمین بھٹی کی مانند جل رہی ہے۔ سراپا آگ کے گولے، سُورج نے زمین کو جھُلسا دیا ہے مگر یہ خُشک و مُرجھائی زمین تب بھی اپنے مالک سے ذمہ لگایا گیا کام بڑے صبر سے سرانجام دے رہی ہے۔

گھر کی چہار دیواری میں رہنے والی خانہ دار عورت شام کے ٹھنڈے اور آرام دہ سائے کی تلاش میں ہے۔ اگر یہ آرام گُناہ اور بدی کی پیدائش ہے تو اُسے موت کے بعد دُکھ اُٹھانے پڑیں گے۔ اگر وہ آرام سچائی پر مبنی ہے تو اُسے ابدی سکُون و چین کا اِنعام ملے گا۔

آساڑھ بھلا گگن تپے
دھرتی دُوکھ سہے سو کھے اُگن بھکھے ۱
اُگن رس سوکھے مریئے دھو کھے بھی سو کِرت نہ ہارے ۲
رتھ پھرے چھایا دھن تاکے ۳
ٹیڈ لوئے منجھ بارے
اوگن بادھ چلی دُکھ آگے، سُکھ تس ساچ سمالے ۴
نانک جِس نوں اِیہہ مَن دِیا ۵
مَرن جیون پرَبھ نالے

۱۔ زمین دُکھ سہہ رہی ہے۔ خشک ہو رہی ہے اور گرمی میں آگ کی مانند جل رہی ہے۔
۲۔ آگ کے باعث زمین کی تازگی خشک ہو گئی ہے۔ زمین اگرچہ جل رہی ہے مگر اپنا فرض منصبی سرانجام دے رہی ہے۔

۳۔ سُورج کا رتھ گھوم رہا ہے۔ عورت سایہ ڈھونڈتی ہے۔ جنگل بیابان میں جھینگر بھی چلیں کر رہے ہیں۔
۴۔ جو رُوح بد اعمال اور گناہ کر کے لے جاتی ہے وہ آگے جا کر بھی دُکھ و تکلیف پاتی ہے۔ سُکھ تو سچ (نیک اعمال) کو سنبھالنے والی رُوح کو ہی ملے گا۔
۵۔ اپنا تن مَن جس کے سپرد کر دیا ہے اب سُکھ دُکھ، زندگی و موت سب اُس کی رضا میں ہی سہنا ہوگا۔

ساون (جولائی اگست)

ساون کا مہینہ موسمِ برسات کی آمد کا دِلکش پیغام لے کر آتا ہے۔ موسمِ گرما کی تپش مِٹ جاتی ہے۔ خُشک زمین برسات کی ٹھنڈی ٹھنڈی بوچھاروں سے اپنی پیاس بُجھالیتی ہے جب بارش سے بھرے بادل گھر گھر کر آتے ہیں تو ہر طرف خُوشی و مستی چھا جاتی ہے۔ لیکن اِس دِلکش موسم میں محبُوب سے بچھڑی ہوئی فُرقت زدہ دُلھن ہِجر و فراق میں اور بھی غمگین ہوجاتی ہے۔ باہر کی رنگینی اور کھیل تماشے اُس کے دِلی درد میں اور بھی اِضافہ کرتے ہیں۔ تنہائی اُسے ڈراتی ہے۔ بجلی کی چمک سے وہ سہم سہم جاتی ہے۔ محبُوب کے بغیر اُس کی نیند اور بھوک اُڑ چکی ہے۔ اُسے اپنا لِباس بھی جسم پر بوجھ لگتا ہے۔ خاوند کو پیاری تو وہی ہے جو محبُوب کی آغوش میں جگہ پاتی ہے۔

ساوَن سَرس مَنا گھَن وَرسے رُت آئے
میں مَن تَن سَوہ بھاوے، پِر پَردیس سِدھائے
پِر گھر نہیں آوے مَریئے ہاوے، دامن چمک ڈرائے
سیج اکیلی کھَری دُوہیلی، مَرن بھیا دُکھ مائے
ہَر بِن نیند بھُوکھ کہو کیسی، کاپڑ تَن نہ سُکھاوئے
نانک سا سوہاگن کنتی، پِر کے انک سماوئے

پوس (دسمبر جنوری)

پوس کڑاکے کی سردی کا مہینہ ہے۔ جِس طرح سخت سردی کے باعث پیڑ اور پودے مُرجھا اور مرجاتے ہیں، اِسی طرح محبُوب کے فِراق میں جِسم و جاں بھی سُوکھ جلتے ہیں۔ فُرقت زدہ رُوح اپنے محبُوب مالک کے لیے تڑپتی ہے کیونکہ اُس کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔

نظم کا اگلا بند رُوحانی رمُوز سے پُر ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مالک

جو تمام دُنیا کو زندگی اور جان بخشتا ہے مُرشدِ کامل کے کلمۂ الٰہی کے شغل سے ہی مِلتا ہے۔ آخر میں گوُرو صاحب فرماتے ہیں کہ چاروں طرف آفرنیش (انڈوں سے، جھلّی سے، پسینہ سے، اور تبدیلیٔ موسم سے) کے تمام جانداروں میں اُس واحد انورِ باری کا ہی نُور جلوہ گر ہے۔ خُدانے پاک کا دِیدار تمام مَصائب و مُشکلات سے نجات دلاتا ہے۔

پوکھ تُکھار پڑے وَن ترن رَس سوکھے ۱
آوت کی ناہیں مَن تَن وَسے مُکھے ۲
مَن تَن رَو رِہیا جگ جیون، گوُر سَبدی رنگ مانی
اَنڈج، جیرج، سیتج، اُتبھج، گھٹ گھٹ جوت سمانی ۳
دَرسن دِیہو دَیا پَت داتے، گَت پاوَ مَت دِیہو ۴
نانک رنگ رَوے رَس رَسیا، ہَر سیو پریت سِنیہو ۵

تکھاری محلہ ا، صفحہ ۱۱۰۸- ۱۱۰۹

۱۔ پوس کے ماہ میں برف گرنے سے پیڑ پودوں کی تازگی خُشک ہو جاتی ہے۔

۲۔ اے میرے جسم و جاں زبان میں سمائے ہوئے محبُوب، تم کیوں نہیں آتے، (مُنہ میں سمایا ہوتا یعنی تیرا نام ہر دم میری زُبان پر رہتا ہے)۔

۳۔ آفرنیش کے چاروں طریق میں تیرا ہی نُور جلوہ گر ہے۔

۴۔ اے رحمان الرحیم! مُجھے دِیدار دے اور عقلِ سلیم عطا کر تاکہ میں (رُوحانی طور پر) بُلند پرواز پا سکوں۔

۵۔ جِسے خُدا سے عِشق ہے وہی اُس دِلبر محبُوب کے عِشق کا لُطف اُٹھاتا ہے۔

دکھنی اونکار

تخلیق۔ خُدا مُرشد اور نجات

کہا جاتا ہے کہ گورُو نانک صاحب نے 'دکھنی اونکار' نام کی اِس طویل نظم کو اپنی پہلی سیاحت کے دوران بنارس میں تخلیق کیا۔ اِس کے ۵۴ بند ہیں اور اِس کا اصل مضمون خُدا اور اُس کی کائنات کی صفت و ثنا ہے۔ اِس میں چار بند بمع خلاصہ مضمون و مرکزی خیال کے ذیل میں دیے جا رہے ہیں۔

اُس قادرِ مُطلق نے عالمِ توازن و مُطلق ہونے کی حالت میں تینوں جہانوں، کائنات کی تخلیق کی اور خُود ہی اُس کا نُور بن گیا یعنی اپنی تخلیق کے ذرہ ذرہ میں سما گیا۔ یہ سربستہ راز مُرشدِ کامل کی رحمت و مدد سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو اُس مالکِ کُل سے باطن میں وصال پا لیتا ہے، وہ بھی اِس راز کو جان جاتا ہے کہ ماسوا اُس مالک کے تمام دُنیا محض ایک فریب و طلسم ہے۔

سسّے سب جگ سہج اُپایا تین بھون اِک جوتی
گورمُکھ وست پرا پت ہووے چُن لے مانک موتی
سمجھے سُوجھے پڑھ پڑھ بُوجھے انت نرنتر ساچا
گورمُکھ دیکھے ساچ سمالے بن ساچے جگ کاچا

زمین و آسمان اُس انورِ باری کے نُور سے مُنوّر ہیں۔ مُرشدِ کامل اللہ تعالےٰ کی صورت ہے اور خُدا کی مانند تمام جہانوں پر اُس کا سکّہ چلتا ہے۔ وہ مولا آدمی بن کر دُنیا میں آتا ہے۔ مُرشدِ کامل سے ہی رُوح کو واپس اپنے اصل مُقام پر جانے کی آگاہی ہوتی ہے

خُدا پرست و خُدا رسیدہ کے باطن میں کلمۂ الٰہی کا آبِ حیات ہمیشہ ابرِ رحمت بن کر برستا رہتا ہے وہ ہمیشہ اُس کے عِشق میں محو و مَست رہتا ہے اور خالق میں جذب ہو کر اُسی کی صورت ہو جاتا ہے۔

اُورم دُھورم جوت اُجالا　　تین بھوَن میں گوُر گو پالا
اُ گوَیا اُس رُوپ دِکھاوے　　کر کر پا اپنے گھر آوے
اُ دِ نوٗ برسے نیجھر دھارا　　اُ دتم سبد سوارن ہارا
اِس ایکے کا جانے بھیوٗ　　آپے کرتا آپے دیوٗ

جیسے باطن میں علمِ عرفان ہو جاتا ہے وہ نفس، حواسِ خمسہ، اور اُس کی پانچوں بُرائیوں پر قابو پا لیتا ہے۔ اُس کی توجہ حواس کی لذّات سے ہٹ کر کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کی طرف لگ جاتی ہے۔ اُسے ہر جگہ خُدا کا نُور نظر آتا ہے۔ اُسے ہر مکان و زمان میں وہی موجُود نظر آتا ہے۔

وہ خُداوند کریم اپنے مہر و کرم سے رُوح کو اِنسانی قالب بخشتا ہے اِس جامۂ اِنسان میں ہی اُس سے وصال نصیب ہو سکتا ہے۔ اِنسان کا یہ فرضِ اولین ہے کہ اُس خالق کو کبھی فراموش نہ کرے۔ اُس مالکِ کُل کے نام و پیار میں محو و مَست رُوح دونوں جہان میں آرام و عزت پاتی ہے۔

اُگوَے سُوراُسر سِنگھارے　　اُ دِجو دیکھ سُبد بیچارے
اُوپر آد انت تِہو لوئے　　آپے کرے کتھے سُنے سوئے
اوہ بدھاتا مَن تن دے　　اوہ بدھاتا مَن مُکھ سوئے
پربھ جگ جیون اور نہ کوئے　　نانک نام رتے پت ہوئے

خُدا تمام وقت و زمانہ میں ظہُور پذیر ہے کیونکہ وہ لازماں ہے۔ تمام زمان میں اُسی کا نُور ہے۔ وہ نہ آتا ہے، نہ جاتا ہے۔ وہ دُشمنی و عداوت سے پاک ہے۔ وہ کسی سے حَسد و نفرت نہیں کرتا۔ جو کچھ ہے، اُسی کے سہارے کھڑا ہے۔ کیونکہ ہر شے میں اُس کا عکس ہے۔ وہ نفس و حواس کی رسا سے پَرے ہے۔ فقط شغلِ ندائے آسمانی

یا سُلطان الاذکار کے رُوحانی عمل سے پتہ چلتا ہے کہ خُدا ہی تمام کائنات و زندگی کی رُوح ہے۔ ماسوا اُس کی ہستی کے کوئی ہستی ہے ہی نہیں۔ جو کلمۂ اِلٰہی میں سرمست، اُس کے دربار میں جاتا ہے، اُسے باعزت قبول کیا جاتا ہے۔ اُس کے کلمۂ حقیقی کے بغیر کوئی کسی حالت میں بھی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

جُگ جُگ تھاپ سدا نِروَیر — جنم مَرن نہیں دَھندا دَھیر
جو دِیسے سو آپے آپ — آپ اُپائے آپے گھٹ تھاپ
آپ اگوچر دَھندے لوئی — جوگ جُگت جَگ جیون سوئی
کر آچار سچ سُکھ ہوئی — نام وِہُونا مُکت کِو ہوئی

رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۹۳۰ - ۹۳۱

حصّہ سوم

چُنیدہ کلام

اللہ تعالیٰ
مُرشدِ کامل
کلمۂ الٰہی
شریعت
نفس
عشق

اللہ تعالیٰ

1- تیری عظمت لامحدود ہے

کہا جاتا ہے کہ عقیدت، عاجزی و انکساری کے جذبات سے پُر یہ خوبصورت نظم بے ساختہ طور پر گورو نانک صاحب کی زبانِ مُبارک سے اِرشاد ہوئی۔ آپ نے اِس کی تخلیق بیئیں ندی کے کنارے وصالِ حق کے بعد کی حالت میں کی تھی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ جب آپ مراقبے کی حالت میں متواتر تین دن محوِ سرور رہے تو آپ نے محسوس کیا، خواہ میری عمر کروڑوں سال کی ہو جائے اور کسی غار میں بغیر لمحہ بھر کے وقفہ کے محوِ عبادت رہوں تب بھی ذاتِ اِلٰہی اور نامِ اِلٰہی کی عظمت بیان کر سکنا اور اُس کی اِنتہا کو پا سکنا غیر ممکن ہے۔ وہ غیر مجسّم اور لا بیان ہے۔ اُس کی عظمت کا اندازہ دُوسروں کے کہنے سُننے سے نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ مالکِ کُل خُود ہی کرم کرے اور اپنا راز دے تبھی اُسکا پتہ مِل سکتا ہے۔

ہم کئی قسم کے ضبط، ریاضت، ترک وغیرہ سے بھی اُس ذاتِ باری کی اِنتہا نہیں پا سکتے۔ خواہ کسی کو پرندوں کی طرح آسمان میں اُڑنے اور بغیر غذا اور پانی کے زندہ رہنے کی صلاحیت کیوں نہ مِل جائے وہ اپنی تمام صلاحیت اور کوششوں کے باوجود اُس ذاتِ باری کو نہیں جان سکتا۔

نظم کے آخر میں گورو صاحب فرماتے ہیں کہ خواہ میرے پاس لاکھوں مَن کاغذ ہو اور لکھنے کے لیے سیاہی کا سمندر بھرا ہو، مجھ میں ہوا کی رفتار سے لکھنے کی طاقت و صلاحیت ہو، تب بھی، مجھ سے اُس ربِ اعظم کی عظمت اور اُس کے نام کی شان بیان نہیں کی جا سکتی۔

(۱) کوٹ کوٹی میری آرجا — پَون پیئن آپیاؤ
چند سورج دوے گُپھانہ دیکھا — سُپنے سَون نہ تھاؤ
بھی تیری قیمت نہ پَوے — ہو کے وڈ آکھا ناؤ

ساچا نِرنکار نِج تھائے

(۲) سُن سُن آکھن آکھنا — جے بھاوے کرے تمائے
(۳) کُسا کُٹیا وار وار — پیسن پیسا پائے
(۴) اَگیں سیتی جالِیا — بھسم سیتی رَل جاؤ
بھی تیری قیمت نہ پَوے — ہو کے وَڈ آکھا ناؤ
پنکھی ہوئے کے جے بھوا — سَے اَسمانیں جاؤ
ندری کِسے نہ آدُو — نہ کچھ پیا نہ کھاؤ
بھی تیری قیمت نہ پَوے — ہو کے وڈ آکھا ناؤ
(۵) نانک کاگد لکھ مناں — پڑھ پڑھ کیجے بھاؤ
(۶) مَسُو توٹ نہ آوئی — لیکھن پَون چلاؤ
بھی تیری قیمت نہ پَوے — ہو کے وڈ آکھا ناؤ

سری راگ، محلہ ۔ ۱۔ صفحہ ۱۴

۱۔ میری کروڑوں برس کی عمر ہو اور ہوا میں ہی خورد ونوش (غذا) ہو

۲۔ تمائی = دیا۔ مہر کرم۔ لوگ سُن سُن کر اُس کے اوصاف بیان کرتے ہیں لیکن اگر وہ خود ہی کرم کرے تو اُسکے راز کا پتہ چلتا ہے

۳۔ میں پیٹا جاؤں، کاٹا جاؤں، یا پیسا جاؤں۔

۴۔ آگ میں جل جاؤں۔ خاک خاکستر ہو جاؤں

۵۔ لاکھوں مَن کاغذ کی مذہبی کُتب پڑھ پڑھ کر اُن پر غور و فکر کروں۔

۶۔ مَسُو = مَسی یعنی سیاہی۔ سیاہی کی کمی نہ آئے اور ہوا کی قلم سے لکھوں۔

(۲) سمندر اور مچھلی

وہ مالکِ کُل بحرِ بے کراں ہے اور رُوحیں چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کی مانند۔ ایک حقیر مچھلی سمندر کی تہ کیسے پا سکتی ہے؟ وہ بے چاری سمندر کی وسعت کیا جانے!

خُدا ہر جگہ موجُود ہے۔ جسے وہ خُدا ہر جگہ نظر نہیں آتا وہ اُسی طرح گھُٹ گھُٹ کر مرجاتا ہے، جس طرح پانی سے نکلی ہوئی مچھلی تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔ اِنسان اپنی موت سے آگاہ نہیں مگر جب موت کے فرشتے آکر اُس کا گلا دباتے ہیں، تب اُسے خُدا یاد آتا ہے۔

اِنسان اپنی لاعلمی کے باعث سمجھتا ہے کہ خُدا بہُت دُور ہے۔ اُسے یہ پتہ نہیں کہ وہ مالک تو اُس کے باطن میں ہی موجُود ہے اور اُس کے ہر فعل کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنے اعمال سے اِنکار کیسے کر سکتا ہے؟

آخر میں گُورو صاحب فرماتے ہیں کہ میرا جسم و جان و مال سب اُس محبُوبِ حقیقی کے قُربان جو ہر جگہ موجُود ہے اور سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے۔ وہ تمام کائنات کا کرتا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، اُس کی موج، رضا اور حُکم میں ہو رہا ہے۔

(۱) تو دریاؤ دانا بینا میں مچھلی کیسے انت لہا
جہہ جہہ دیکھا تہہ تہہ تو ہیں تجھ تے نکسی پھوٹ مرا
(۲) نہ جانا میو نہ جانا جالی جا دُکھ لاگے تا تجھے سمالی
تُو بھر پُور جانیا میں دُور جو کچھ کری سو تیرے ہدور
(۳) تو دیکھے ہو مُکر پاؤ تیرے کم نہ تیرے ناۓ

۱۔ تُو بحرِ بے کراں ہے۔ تُو علیم و بصیر ہے

۲۔ میوہ ملاح۔ نہ مجھے ملاح (مُرشد) کا پتہ ہے اور نہ ہی مچھیرے (ملک الموت) کا

۳۔ نہ ہی میں تیرے کسی کام کی ہوں اور نہ ہی تیرے حُکم و رضا میں

۱۔ جیتا دیہہ تیتا ہو کھاؤ   بیا دَر ناہی کے دَر جاؤ
نانک ایک کہے ارداس   جیو پنڈ سب تیرے پاس
آپے نیڑے دُور آپے ہی   آپے منجھ میانو
۲۔ آپے ویکھے سُنے آپے ہی   قُدرت کرے جہانو
جو تِس بھاوے نانکا   سوئی پروانو

سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۲۵

۱۔ بیا: دُوسرا۔ کوئی دُوسرا دَر نہیں جہاں میں چل جاؤں۔

۲۔ منجھ میانوں: دونوں کے درمیان۔ تُو قریب بھی ہے تُو دور بھی ہے اور دونوں کے درمیان بھی تُو ہی ہے۔

۳۔ رازقِ حقیقی

اِنسان اپنی نادانی کے باعث سمجھتا ہے کہ میں اپنی روزی روٹی خود کماتا ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ پرورِدگار جس کسی کو بھی اِس دُنیا میں بھیجتا ہے، اُس کی روزی کا پہلے ہی اِنتظام کر دیتا ہے۔ اِنسان، حیوان، چرند و پرند سب کا پروردِگار وہ خُدا خُود ہے۔ چرند و پرند نہ تو خزانہ بھرتے ہیں اور نہ ہی اناج کا ذخیرہ کرتے ہیں۔ وہ پرورِدگار جنگل کے درختوں اور قُدرت کے تالابوں وغیرہ سے ہی اُن کی روزی ور ہنے کا اِنتظام مہیّا کر دیتا ہے۔ صِرف وہ مالک ہی دائم ولافانی ہے، باقی تمام ناپائیدار وفانی ہے۔

(۱) نہ رِزق دَست آں کسے ہمارا ایک آسں وَسے (۲)
(۳) اَست ایک دِگر کوئی (۴) ایک تُوای ایک تُوئی
(۵) پرندے نہ گِراہ جَر (۶) درخت آب آس کر
(۷) دِہند سُوئی ایک تُوئی ایک تُوئی

ماجھ دی وار، محلہ۔ ۱، صفحہ ۱۴۴

---

(۱) دست : ہاتھ۔ کسے : کسی غیر۔ کسی اور کے ہاتھ میں رِزق یا روزی نہیں ہے

(۲) ہمارا : سب کا۔ وَسے۔ بَس۔ سب کو تیری تمنّا کافی ہے۔ کسی اور تمنّا کی ضرورت نہیں۔

۳۔ اَست ایک : ایک تُو ہے۔ دِگر کوئی : دُوسرا کون ہے؟

۴۔ ایک تُو ہی ہے بس ایک تُو ہی ہے۔

۵۔ پرندے : پرندے، گِراہ : گِرہ میں، جَر : زر یعنی مال وزر پرندوں کی گِرہ میں مال وزر نہیں ہوتا۔

۶۔ آب : پانی۔ وہ درختوں اور پانی کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔

۷۔ دِہند سوئی : دینے والا وہی ہے۔

۴۔ سمندر میں قطرہ، قطرہ میں سمندر

گورُو صاحب نے اِس نظم میں بڑے رُوحانی رموز افشا کیے ہیں۔ جیسے قطرہ سمندر میں ہوتا ہے اور سمندر کے تمام اوصاف قطرہ میں موجُود ہوتے ہیں بعینہ ہی رُوح خُدا میں اور خُدا رُوح میں موجُود ہے۔ ہر ذِی رُوح اُس نُورِ الٰہی کی کِرن ہے۔ ہر رُوح میں خُدا سے ہم آہنگ ہو کر اُسی کی صُورت بننے کی صلاحیت ہے۔ دراصل ہر ذی رُوح بُنیادی طور پر خُدا ہی ہے۔ وہ قادرِ مُطلق تمام کائنات کی تخلیق کر کے اُس کے ذرہ ذرہ میں موجُود ہے اِس حقیقت کا عِلم مُرشدِ کامل سے ہی ملتا ہے اور جو یہ جان جاتا ہے، وہ جِسم کی قید و بند سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔

گورُو صاحب کئی سراسر، بظاہر متضاد اِمثال و پہیلیوں کے ذریعہ اِس رُوحانی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا سکتا ہے اور رات کی گہری تاریکی میں سُورج کی روشنی ہو سکتی ہے۔ دراصل آپ یہاں باطنی رُوحانی طبقات میں سُورج کی روشنی کی طرف اِشارہ کر رہے ہیں۔ اُس سُورج کو نہ زوال ہے، نہ غرُوب۔ اُس سُورج کے دِیدار کرنے والے کو باطن میں اُس وقت بھی ہر سُو انورِ باری کا نُور نظر آتا ہے، خواہ باہر شبِ تاریک کیوں نہ ہو۔ مگر جس نے اُس آفتابِ الٰہی کے دیدار نہیں کیے، وہ رُوحانی نُور سے محرُوم ہے۔ خواہ باہر دوپہر کا سُورج چمک رہا ہو۔

مولانا رُوم نے بھی فرمایا ہے ہ میں تیرے ساتھ تب ہم کلام ہوں گا، جب تجھے نصف شب کو بھی آفتاب نظر آئے گا۔

چُوں شوی مَحرم کشایم با تو لب
تا بہ بینی آفتابے نیم شب

مولانا رُوم، مثنوی دفتر ۲

یہ علمِ سینہ یا اندرونی طریق مُرشدِ کامل سے ہی حاصل ہوتا ہے، دُوسرا کوئی خواہ کتنا ہی دانا اور صاحبِ ہُنر کیوں نہ ہو، یہ علم نہیں سِکھا سکتا۔

آپ سمجھاتے ہیں کہ شغل سُلطان الاذکار سے ایسا فہم و عرفان حاصل ہوجاتا ہے کہ زندگی کی تمام اُلجھنیں دُور ہوجاتی ہیں۔ اِس شغل سے یکسُوئی مِلتی ہے اور یکسُوئی سے علم و عِرفان مِلتا ہے۔ جس سے ہر بات کا صاف صاف عِلم ہوجاتا ہے۔ اور یہی مُرشدِ کامل کے کلمہ کی کرشماتی کہانی کا نِرالا بیان ہے۔

آخر میں گورو صاحب دُعا کرتے ہیں کہ میں اُن پر قُربان جاؤں، جو ہمیشہ مُرشدِ عالی کے بخشے کلمۂ الٰہی میں محو و مست رہتے ہیں:

ساگر مہں بُوند بُوند مہہ ساگر کون بُوجھے بِدھ جانے (۱)
(۲) اُتبھج چلت آپ کر چینے آپے تت پچھانے
(۳) ایسا گیان بیچارے کوئی
تِس تے مُکت پرم گت ہوئی
(۴) دِن میں رین رین میں دِنیر اُسن سیت بِدھ سوئی
تاکی گت مِت اَور نہ جانے گُور بِن سمجھ نہ ہوئی

---

(۱) اِس راز کو کون سمجھ سکتا ہے۔ کون اِسے پانے کی ترکیب جانتا ہے۔

۲۔ اُس خالق نے خُود ہی اِس کائنات کو تخلیق کیا ہے اور وہی اِس کے راز خفی سے واقف ہے۔

۳۔ جسے یہ عِرفانِ حق ہوجاتا ہے اُسے رُوحانیت کی اعلیٰ ترین کیفیت حاصل ہوجاتی ہے

۴۔ دن میں رات ہے اور رات میں دِن۔ اِسی طرح گرمی میں سردی ہے۔

(۱) پُرکھ میں نار، نار میں پُرکھا بُوجھہُ ہم گیانی
دُھن میں دھیان، دھیان مَہہ جانیا گُورمُکھ اکتھ کہانی
مَن مَہہ جوت جوت مَہہ مَنوآ پنچ مِلے گُور بھائیَ
نانک تن کے صد بلہاری جِن ایک سَبد لِو لائیَ

رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۸۷۹۔ ۸۷۸

۱۔ رُوح میں رحمان ہے اور رحمان میں رُوح ہے۔

۵۔ قادرِ مُطلق خُدا

وہ کُلّ مالک خُدائے برتر، نفس و عقل کی پہنچ سے پرے ہے۔ وہ لافانی، قائم و دائم، لامُنتہا و لا محدُود ہے۔ وہ وقت و مُقام، موت و اعمال اور ذات پات سے آزاد ہے وہ عمل و ردِ عمل کے قانُون سے بالا ہے۔ اُس کا نُور اپنے آپ سے ہے۔ اور وہ خُود ہی اپنی بُنیاد ہے۔ وہ خُود آپ ہے۔ نہ اُس کی کوئی صُورت ہے، نہ شکل نہ ذات ہے، نہ نسل۔ وہ حیات و موت کے چکر سے آزاد ہے۔

وہ فقط کلمۂ الٰہی سے ہی آشکار ہوتا ہے۔ اُسے جاننے کا بس یہی طریق ہے اور یہ راز زِندہ مُرشدِ کامل سے ملتا ہے۔ مُرشد کامل درِ مُحکم کھول کر رازِ الٰہی سے آگاہ کرتا ہے اور باطن میں محوِ مراقبہ اُس مالکِ کُل کے دِیدار کرا دیتا ہے۔

اُس قادرِ مطلق نے زندگی کی تخلیق کی مگر اُس کے اوپر موت کی چادر اوڑھا دی۔ اِس سے بچنے کے لیے گُورو نانک صاحب مُتلاشیِ حق کو مُرشدِ کامل کی تلاش کے لیے کہتے ہیں۔ مُرشدِ کامل ہی اُسے نغمۂ ربانی کو سُننے کے لیے رازِ نہانی عطا فرمائے گا۔

اگر اِس جسم کا ظرف آرزوؤں اور خواہشات سے خالی اور پاک صاف کر لیا جاوے تو وہ انورِ باری اِس میں داخل بھی ہوگا اور جلوہ ریز بھی ہوگا۔ مگر وہ جن کے ظرف بالکل پاک و پاکیزہ ہوں بہت کم ہی ملتے ہیں۔ واقعی ایسا کوئی خاص و خال ہی ہوگا جس کے باطن میں وہ خُدائے پاک خُود بستا ہو۔

اُلکھ اُپار اُگم اُگوچر   نہ تِس کال نہ کرما

جات اُجات اُجونی سنبھو   نہ تِس بھاؤ نہ بھرما [1]

۱۔ جو خُود سے ہُوا ہے اور موت و اعمال کی زد سے پرے ہے۔

ساچے سچیار وٹھو قربان
نہ تس رُوپ ورن نہیں ریکھا ساچے سبد نیسان
(۱) نہ تس مات پتا سُت بند ھپ نہ تس کام نہ ناری
(۲) اُکُل نرنجن اپر پر نپر سگلی جوت تمہاری
گھٹ گھٹ انتر برہم لکایا گھٹ گھٹ جوت سبائی
(۳) بجر کپاٹ مکتے گور متی نربھے تاڑی لائی
(۴) جنت اُپائے کال سر جنتا وس گت جگت سبائی
ستگور سیو پدارتھ پا دیہہ چھوٹے سبد کمائی
سُچے بھانڈے ساچ سماوے ورلے سُوچاچاری
(۵) تنتے کو پرم تنت ملایا نانک سرن تمہاری

سورٹھ محلہ ۱ صفحہ ۵۹۷

---

۱ - اُس کا کوئی بیٹا اور رشتہ دار نہیں ہے۔

۲ - اُس کی کوئی قوم و نسل، ذات پات نہیں۔ وہ نرنجن ہے یعنی مادیت سے پاک ہے۔

۳ - مرشدِ کامل کی رحمت سے درِ محکم کھلتے ہیں اور خود میں محو، خدائے بے خوف کا علم و آگاہی ہوتی ہے۔

۴ - خالق نے خلقت کی تخلیق کے بعد تمام کو ملک الموت کے ماتحت کر دیا۔

۵ - جزو کُل میں مل گیا ہے۔ یعنی روح رحمان میں جذب ہو گئی ہے۔

۶۔ نہ تھا کچھ بس خُدا تھا

بے شُمار صدیاں تاریکی طاری رہی کائینات کا کوئی نام ونِشان نہ تھا۔ مکمل خلا تھا۔ اُس وقت ذاتِ الٰہی اور نامِ الٰہی کے سِوا کچھ نہ تھا۔ اور خُدا خُود عالمِ لاہُوت میں محو و مست تھا۔

چونکہ آفتاب، مہتاب، زمین وستارے نہ تھے اِس لیے دِن اور رات بھی نہ تھے۔ تب نہ ہوا تھی نہ پانی اور نہ ہی زندگی کے دیگر آثار۔ تب نہ تو سمندر تھے نہ دریا، نہ ہی بَرِاعظم اور نہ ہی زیرِ زمیں طبقات۔ تب نہ آغاز تھا، نہ انجام۔ نہ ہی آفرینش تھی اور نہ ہی عدم۔ نہ فروغ تھا، نہ فنا۔

تب جنّت وجہنّم نہ تھے کیونکہ حیات وموت کا سِلسلہ ابھی شُروع نہ ہُوا تھا۔ اور نہ ہی کوئی بالائی رُوحانی طبقات تھے۔ تب دیوی دیوتا بھی نہ تھے۔ بَرہما، وِشنُو مہیش کا وُجود تک نہ تھا۔ ماسوا اُس واحد لاشریک کے کوئی اور نہ تھا۔

تب نہ کوئی عابد و زاہد تھے، نہ یوگی وسِدّھ، نہ رِند وبادہ خوار، نہ پار سا۔ نہ کسی قسم کی عبادت وریاضت تھی، نہ کوئی مذہب تھا، نہ کوئی ذات پات۔ اُس وقت خُود سے آیا خُدا، خُود ہی اپنے سُرور میں مسُرور تھا۔ وہ خُود ہی اپنا ظہور تھا۔ وہ خُود ہی اپنی سوچ تھا، خود ہی اپنی مَوج۔ تب خُدا خُود ہی اپنی طاقت کا اندازہ لگا کر اپنی عظمت وشان پر نازاں تھا۔

تب کرشن اور گوپیاں، گورکھ اور مچھندر، تنتر ومنتر، بَرہمن کشتری۔ گائے گائیتری، ہون اور یگ، روضہ وحج۔ مُلّا وقاضی، شیخ وحاجی، بادشاہ ورعایا، آقا و غلام، مذہبی کُتب ورسُوم۔ مندر ومسجد، شِو اور شکتی، عبادت وریاضت کا بھی نام ونِشان نہ تھا۔ تب مایا اور مادّیت، اُس کا پردۂ فریب، کُفر وباطل، مَعرضِ وجُود میں نہ آئے تھے۔

جب حیات و موت ہی نہ تھے اور نیکی و بدی کا خیال پیدا ہی نہ ہوا تھا تو اعمال اور نتیجۂ اعمال کا سِلسلہ کیسے شُروع ہو سکتا تھا؟ نہ بُت تھا، نہ بُت خانہ۔ جب عبادت و پرستش کا ہی پتہ نہ تھا تو مذہب اور مذہبی رسُوم کی آپسی مُخالفت کا سوال کہاں پیدا ہوتا تھا۔ نہ وید تھے نہ دیگر مذہبی کُتب۔ نہ کوئی صُبح کی حمد پڑھتا تھا، نہ شام کی دُعا۔ فقط وہ ہستیٔ لابیاں (خُدا) خُود ہی خُود سے محوِ گُفتگُو تھا۔ تب نہ تھا کچُھ، بس خُدا تھا۔ یکسر وحدانیت تھی۔

تب، اُس نے اپنے حُکم و رضا سے کائینات کی تخلیق کی اور اُس پر بِنا سہارے کے آسمان بنایا۔ اُس نے برہما، وشنو، شِو اور شکتی کی تخلیق کی۔ اُس تے مایا یعنی فریب کی دیوی کو پیدا کیا، جس نے لاعِلمی اور کثرت کو پھیلایا اور دُنیا وی لالچ و لگاؤ میں اور اِضافہ کیا۔

تب خُدا نے چند چُنیدہ رُوحوں کو اپنی رضا و حُکم سے مُرشد کامِل کے ذریعہ حقیقی کلمۂ الٰہی کا علم عطا فرمایا۔ خُود کو اُن پر آشکار کیا۔ وہ اُس نادِید کو دیکھنے اور عقل سے بعید کو سمجھنے کے قابل ہو گئے اُس کے حُکم سے ہی یہ سِلسلہ جاری ہے۔ دُنیا میں کوئی بھی خُود بخُود خُدا سے با خبر نہیں ہو سکتا۔ مگر مُرشدِ حقیقی ہی چند خُوش قسمت رُوحوں پر اِس رازِ خفی کو آشکار کرتا ہے اور کلمۂ الٰہی کے ذریعہ اُن کو خُدائے پاک سے مُنسلک کرتا ہے۔ یہی چند رسیدہ رُوحیں رحمت جاوِداں کی کیفیت کو حاصل کر پاتی ہیں۔

اَربد نَربد دُھندُو کارا — دَھرن نہ گگنا حُکم اَپارا
نہ دِن رَین نہ چَند نہ سُورج — سُنّ سمادھ لگائندا
کھانی نہ بانی پَون نہ پانی — اوپت کھپت نہ آون جانی
کھنڈ پتال سپت نہیں ساگر — ندی نہ نیر وَہا ئندا
نا تَد سُرگ مچھ پیالا — دوزخ بھِہشت نہیں کھے کالا
نرک سُرگ نہیں جمن مرنا — نہ کو آئے نہ جائندا

بر ہما بسن مہیس نہ کوئی — اَور نہ دیسے ایکو سوئی
نار پُرکھ نہیں جات نہ جنما — ناکو دُکھ سُکھ پا ئندا
نہ تَد جتی ستی بَن واسی — نہ تَد سِدّھ سادھک سُکھ واسی
جوگی جنگم بھیکھ نہ کوئی — نہ کو ناتھ کہا ئندا
جَپ تپ سنجم نہ بَرت پُوجا — نہ کو آکھ وکھانے دُوجا
آپے آپ اُپائے وِگسے — آپے قیمت پا ئندا
نہ سُچ سنجم تُلسی مالا — گو پی کاہن نہ گئو گوالا
تنت منت پا کھنڈ نہ کوئی — نہ کو وَنس وجا ئندا
کرم دھرم نہیں مایا ماکھی — جات جنم نہیں دِیسے آکھی
ممتا جال کال نہیں ماتھے — نہ کو کسے دِھیا ئندا
نِند بِند نہیں جیو نہ جندو — نہ تَد گورکھ نہ ماچھندو
نہ تَد گیان دھیان کُل اوپت — نہ کو گنت گنا ئندا
وَرن بھیکھ نہیں برہمن کھتری — دیو نہ دیہرا گئو گائتری
ہوم جگ نہیں تیرتھ نہاون — نہ کو پُوجا لائندا
نہ کو مُلّا نہ کو قا جی — نہ کو سیخ مسائیک حاجی
رعیت راؤ نہ ہومے دُنیا — نہ کو کہن کہا ئندا
بھاؤ نہ بھگتی نہ سِو سکتی — ساجن میت بند نہیں رکتی
آپے ساہ آپے ونجارا — ساچے ایہو بھا ئندا
بید کتیب نہ سمرت سا ست — پاٹھ پُران اُدے نہیں آست
کہتا بکتا آپ اگوچر — آپے اَلکھ لکھا ئندا

جا تِس بھانا تا جگت اُپایا
باجھ کلا آڈان رہایا
بر ہما بسن مہیس اُپائے۔ مایا موہ ودھا ئندا

وِرلے کو گُور شبد سُنایا
کرکر دیکھے حُکم سبایا
کھنڈ برہمنڈ پاتال ارنبھے گُپتہُ پرگٹی آئندا
تاکا انت نہ جانے کوئی۔ پُورے گُورتے سوجھی ہوئی
نانک ساچ رتے بِسمادی۔ بِسم بھئے گُن گائندا

مارو محلہ۔۱۔ صفحہ ۳۷۔ ۱۰۳۵

۷۰ ہمہ جا اوست

گورُو صاحب اِس نظم میں بڑے خُوبصُورت ڈھنگ سے خُدا کی ہمہ جا اوست صِفت کو بیان کرتے ہیں۔ دراصل اِس نظم کے تمام بند وحدت الوجُود کے مرکزی خیال کے تار میں پروئے ہوئے ہیں۔ وہ قادرِ مُطلق سب کا خالِق ہی نہیں، بلکہ سب میں موجُود بھی ہے۔ یعنی بلاشُبہ اُن سب کی پُشت پر وہی حقیقت ہے۔ اِس تمام کائینات کی اصل و پوشیدہ بُنیاد وہی ہے۔ وہ خُود ہی نہ صِرف اُن سب کا خالِق و کردگار ہے بلکہ اُن کا تاجر و خریدار بھی ہے۔

گورُو صاحب نے اگر ایک طرف یہ بتایا ہے کہ خُدا کا نُور کائینات کے ذرہ ذرہ میں موجُود ہے تو دُوسری طرف اِس بات پر بھی زور دیا ہے کہ خُدا خُود اِنسان کے قالب کے اندر بھی موجُود ہے۔ جامۂ انسان کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ ہمہ جا اوست یعنی ہر جگہ موجُود قادرِ مُطلق جب بھی مِلتا ہے، اِس قالب میں ہی مِلتا ہے۔

اِس نظم میں اِنسانی قالب کی خاص خصُوصیّت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ نِچلے طبقہ کے جانوروں کے اجسام برعکس اِنسانی قالب نو دروازوں تک ہی محدُود نہیں۔ اِس میں دسواں خُفیہ دَروازہ بھی موجُود ہے، جو خُدا کی درگاہ کو جاتا ہے، جہاں وہ خُود جلوہ افروز ہے۔

یہ اِنسانی قالب ایک قلعہ کی مانند ہے، جس میں ہَری (خُدا) بصُورت بیش قیمت ہیرے کے پوشیدہ ہے۔ جب خُداوند کریم کے کرم سے کسی مُرشِد کامل کی صُحبت نصیب ہوتی ہے تو اُس خدائے اکمل سے باطن میں وِصال کا طریق مِل جاتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت کے بغیر خُدا سے وِصال نہ صِرف مُشکل بلکہ نا مُمکن ہے۔ ایسا مُرشد کامل اندرُونی رُوحانی راہ کا واقفکار ہوتا ہے فقط اُسی کو اجسام کی قید میں بند جانداروں کو شہنشاہِ حقیقی کے ذاتی مقام پر لے جانے کی اِجازت ہوتی ہے۔ یہ

دسواں دَر زِندہ مُرشدِ کامل کی ہدایات پر چلنے اور رُوحانی عمل کرنے سے ہی کھولا جاسکتا ہے۔ وہ اِس رُوحانی سفر میں مُرید کی راہ نُمائی کرتا ہے۔ نشیب و فراز سے آگاہ کرتا اور حِفاظت کرتا ہے۔ مُرشد کامل کی رحمت و راہ نُمائی سے اِنسان کلمۂ الٰہی سے جُڑ کر اُس مالک کی رضا کو جان لیتا ہے۔ اور اُسے اُس ربِ العالمین سے مل کر رُوحانی عالم توازن و سکُون کو پانے کی فضیلت مل جاتی ہے۔

آپے آپ اُپائے نرالا — ساچا تھان کیئو دِیالا
(۱) پوَن پانی اگنی کا بندھن — کائیا کوٹ رَچائندا
نو گھر تھاپے تھاپن ہارے — دَسویں واسا اَلکھ اَپارے
سائر سپت بھرے جَل نرمل — گورُمکھ مَیل نہ لائندا
رَوِسس دیپک جوت سَبائی — آپے کر دیکھے وَڈیائی
(۲) جوت سروُپ سَدا سُکھ داتا — سچے سوبھا پائندا
گڑھ میں ہاٹ پٹن واپارا — پوُرے تول تولے وَنجارا
(۳) آپے رَتن وِساہے لیوے — آپے قیمت پائندا
قیمت پائی پاون ہارے — وِے پرواہ پوُرے بھنڈارے
سَرب کَلا لے آپے رہیا — گوُرمُکھ کِسے بُجھائندا
نَدر کرے پوُرا گوُر بھیٹے — جَم جَندار نہ مارے پھیٹے
جیوں جَل انتر کمل بگاسی — آپے بگس دِھیائندا

۱۔ اُس نے پانچوں عناصر کے مُرکب سے اِس مادی قلعہ کی تعمیر کی۔

۲۔ جو گُرو ح مُرشد کے طریق کے مُطابق باطن میں دسویں گھر اُس نادِید ولا محدُود خُدا سے وِصال پالیتی ہے۔ وہ دُنیا کی تمام آلائشوں سے پاک ہوجاتی ہے۔

۳۔ وہ خُود ہی جوہر ہے، خُود ہی جوہری اور خُود ہی خریدار۔

آپے وَر کھے امرت دھارا — رَتن جواہر لعل اَپارا
ستگور مِلے تا پُورا پائیے — پریم پدا رتھ پائندا
پریم پدارتھ لہے اَمولو — کبھی نہ گھاٹس پُورا تولو
سچے کاوا پاری ہوئے — سچو سودا پائندا
سچا سودا وِرلا کو پائے — پُورا ستگورو مِلے مِلائے
گُور مُکھ ہوئے سو حُکم پچھانے — مانے حُکم سمائندا
حُکمے آیا حُکم سمایا — حُکمے دِیسے جگت اُپایا
حُکمے سُرگ مچھ پیالا — حُکمے کلا رہائندا
حُکمے دھرتی دھول سِر بھارنگ — پون پانی گینا رنگ
حُکمے ہِٹو شکتی گھر واسا — حُکمے کھیل کھیلائندا
(۱) حُکمے آڈلے آگاسی — حُکمے جَل تَھل ترِبھون واسی
حُکمے ساس گراس سَدا پھُن — حُکمے دیکھ دِکھائندا
حکم اُپائے دس اوتارا — دیو دانو اگنت اَپارا
مانے حُکم سو دَر گہے پیجھے — ساچ مِلائے سمائندا
حُکمے جگ چھتّی گُذارے — حُکمے سِدّھ سادھک وِیچارے
آپ ناتھ نتھی سَب جاکی — بخشے مُکت کرائندا
(۲) کائیا کوٹ گڑھے مہہ راجا — نیب خواص بھلا دَر واجا

---

۱. 'حُکم' سے ہی یہ آسمان بغیر سہارے کے کھڑا ہے۔

۲. قالب کے قلعہ میں نفس بادشاہ ہے۔ حواس خِدمتگار بلکہ خاص خِدمتگار ہیں۔ اِس قالب یعنی جسم میں ہی ایک خوبصورت دَروازہ بھی ہے۔

۱ مِتھیا لوبھ ناہی گھر واسا   لَب پاپ پچھتائندا
۲ سَت سَنتو کھ نگر مہہ کاری   جَت سَت سَنجم سَرن مُراری
نانک سہج مِلے جگ جیون   گوُر سَبدی پَت پائندا

مارو محلہ۔۱۔ صفحہ ۱۰۳۶۔۱۰۳۷

۱۔ طمع۔ فریب ہے۔ لالچی اِنسان کبھی اپنے ذاتی مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ اُسے پشیمان ہونا پڑتا ہے۔

۲۔ سچ، صبر، تجرّد اور اصل ضبط کے اوصاف بھی جسم میں ہیں۔ اور اُس مالک کی حضوری میں بھی باطن سے پہنچا جا سکتا ہے۔

۸۔ خدائے حاضر و ناظر

اللہ تعالے ہر جگہ موجود ہے۔ حاضر و ناظر ہے۔ رحمان الرحیم ہے۔ وہ حیات و موت کے چکر سے آزاد ہے۔ لازماں ہے۔ سب کے باطن میں موجود ہے مگر سب سے لاتعلق ہے۔ یہ کائینات اُس کا عکس ہے۔ نہ اُس کا باپ ہے، نہ ماں، نہ بھائی، نہ بہن، نہ ذات، نہ نسل، نہ اُس کی پیدائش ہی ہے، نہ موت۔ وہ زمان و مکان، مادیت و لگاؤ کے زیر نہیں۔ اِس تمام کائینات کا بانی 'کال' تو اُس کا ایک لقمہ ہے۔ وہ جب چاہے، اُسے ختم کر سکتا ہے۔ وہ خدائے پاک حق کی صورت ہے۔ وہ بشکلِ کلمۂ الہی ہے۔ کلمۂ الہی سے جڑنے پر ہی اُس میں محویت ہوتی ہے اور تسکین و آرام دِہ عالمِ توازن (سہج) کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ مُرشدانِ کامل ہی اُس کیفیت کو پانے اور نغمۂ ربّی کو سُننے کی ترکیب بتا سکتے ہیں۔ جب مُرشدِ کامل یکسوئی و محویت کو نغمۂ ربی سے جوڑ دیتا ہے تو اُس خدائے شعلہ آسا کے، جو تمام دُنیا کی جان ہے، باطن میں دِیدار ہو جاتے ہیں۔ باطن میں خدائے پاک میں سما چکے مردانِ حق ہی اصل فقرائے کامل و سنت ہیں۔ وہی عزیزانِ حق ہیں۔ وہ ہمیشہ نامِ خدا کی مستی میں مست رہتے ہیں۔ وہ خود اس بحرِ ظلمات سے پار اُتر چکے ہیں اور دُوسروں کو بھی پار لگانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ جسمِ انسانی پانچ عناصر کا پُتلا ہے۔ مگر اِس میں ایک قوتِ بیدار، رُوح یعنی خود خدا موجود ہے۔ جب اِنسان (رُوح) کا باطن میں اِس قوت سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے تو جسم و جان و رُوح کو حقیقی سکون مِل جاتا ہے۔ اُسے ایسا دائمی سکون مل جاتا ہے کہ کسی اور چیز کی تمنا ہی نہیں رہتی۔

اِس اِنسانی قالب کے قلعہ میں چودہ محل، چاند سورج اور مالکِ حقیقی کا اپنا تخت بھی ہے۔ جو مُرشد کے بخشے ہوئے کلمۂ الہی کا رُوحانی عمل کرتا ہے اور پانچوں نداؤں کو سُنتا ہے، اُسے عرفان ہو جاتا ہے کہ خدا ہی آغاز کا آغاز اور انجام کا انجام

ہے۔ جو خُوش قسمت باطن میں اِس ذاتی مقام پر پہُنچ جاتا ہے، اُس کے تمام شک و شُبہات مِٹ جاتے ہیں۔ اُسے رُوحانی عالمِ توازن (سہج اوستھا) مل جاتا ہے۔ وہ راہِ مُرشد پر چلتا ہوا با آسانی بحرِ ظُلمات سے پار اُتر جاتا ہے۔ ایسے خُدا پرست مردِ حق کو ہر جگہ واحد خُدا کا نُور نظر آتا ہے اور وہ ہمیشہ نامِ خُدا کی مستی میں محو و مست رہتا ہے۔ اُس کے ہونٹوں سے شہد کی شیرینی ٹپکتی ہے۔

گورُو صاحب نظم کے آخر میں فرماتے ہیں کہ وہ خوش قسمت جو مُرشدِ کامل کی صُحبت و پناہ میں آتے ہیں، بس وہی مُقامِ حق کو پا لیتے ہیں۔ وہ نہ صرف خُود اِس دُنیائے دُنی سے نجات پا لیتے ہیں بلکہ اپنے تعلق میں آنے والوں کو بھی اِس سے نجات دِلا دیتے ہیں۔

جہہ دیکھا تہہ دِین دیالا
آئے نہ جائی پربھ کِرپالا
جیا اندر جُگت سمائی رہیو نِرالم رائیا (۱)
جگ تِس کی چھایا جس باپ نہ مایا
نہ تِس بھین نہ بھرا اُو کمایا
نہ تِس اوپت کھپت کُل جاتی اوہ اَجر اَور مَن بھایا (۲)
تُو اکال پُرکھ ناہی سِر کالا تُو پُرکھ الیکھ اگم نِرالا
ست سنتوکھ سبد اَت سیتل سہج بھائے لِو لایا

۱۔ وہ تمام جانداروں کے اندر اپنے طریق و ترکیب سے موجُود بھی ہے اور سب سے الگ بھی۔

۲۔ مُجھے وہ خُدا محبُوب ہے جو لازوال و لافنا ہے یعنی جو نہ کبھی بُوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔

(۱) تیرے دَر تائے چوتھے گھر واسا
کال بِکال کیئے اِک گراسا
(۲) نِرمل جوت سَرب جَگ جیون گور اَنحد سَبد دِکھایا
اُوتم جَن سنت بھلے ہر پیارے
ہر رَس ماتے پار اُتارے
نانک رَین سنت جَن سنگت ہر گوُر پرسادی پایا
توُ اَنتر جامی جیہ سب تیرے
توُ داتا ہم سیوک تیرے
امرت نام کرپا کر دیجئے گوُر گیان رَتن دِیپایا
(۳) پنچ تَت مِل ایہہ تَن کیا
آتم رام پائے سُکھ تھیا
کرم کرتوُت امرت پھَل لاگا۔ ہر نام رَتن مَن پایا
نہ تِس بھوُکھ پیاس مَن مانیا
سَرب نِرنجن گھٹ گھٹ جانیا
اُمرت رَس راتا کیول بیراگی، گوُرمت بھائے سُبھائیا

۱۔ وہ، تخلیقِ کائینات کے بعد لاتعلق ہوکر 'چوتھے پد' میں جا بیٹھا ہے۔
موت اور ملک الموت اُس کا ایک لقمہ ہیں۔

۲۔ اُس پاک خُدائے شعلہ آسا کے، جو تمام جہان کی جان ہے، مُرشدِ کامل نے کلمۂ الٰہی
کے ذریعہ باطن میں دیدار کرا دیئے۔

۳۔ اِس پانچ عناصر کے جسمِ خاکی کے اندر ہی خُدائے پاک کے وِصال کا سچا سرُور ملا ہے۔

(۱) اُدھیاتم کرم کرے دِن راتی
نرمل جوت نر نتر جاتی
(۲) سبد رسال رسن رس رسنا بین رسال وجائیا
(۳) بین رسال وجائے سوئی
جاکی ترِبھون سوجھی ہوئی
نانک بوجھو ایہہ بدھ گورُمت ہر رام نام لو لائیا
ایسے جن وِرلے سنسارے
گورُ سبد وِیچار رہہ رہے نرارے
آپ تر رہہ سنگت کُل تار ریہہ تن سپھل جنم جگ آیا
گھر در مندر جانے سوئی
جس پُورے گوُر تے سوجھی ہوئی
کایاگڑھ محل محلی پربھ ساچا بِدستے ساچا تخت رچایا۔
چتر دس ہاٹ دِیوے دوئے ساکھی
سیوک پنچ ناہی بکھ چاکھی
انتر وست انُوپ نرمولک گوُر مِلیئے ہر دھن پائیا
تخت بہے تختے کی لائق۔ پنچ سمائے گورمت پائیک
آدجُگادی ہے بھی ہوسی سہسا بھرم چکایا

۱۔ جسے باطن میں خدائے پاک مل جاتا ہے، وہ سدا پاک رُوحانی عمل کرتا ہے۔
۲۔ اُس کے باطن میں کلمۂ الٰہی کی ندائے شیریں گونجتی رہتی ہے۔
۳۔ جسے باطن میں کلمۂ الٰہی کی ندائے شیریں سُنائی دینے لگتی ہے۔ اُسے تینوں جہان سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ

تخت سلام ہووے دن راتی۔ ایہہ ساچ وڈائی گورمت ہوجاتی

نانک رام جپو تر تاری ہر انت سکھائی پائیا

مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۳۸-۱۰۳۹

۹- قادرِ مُطلق و حاضر ناظر خُدا

خُدا قادرِ مُطلق ہے۔ وہ ہر جگہ موجُود ہے۔ حاضر و ناظر ہے۔ وہ لامُنتہا و لایزال ہے۔ وہ قائم و دائم ہے۔ وہ سب میں ہے اور سب کا رازِق و پَروردِگار ہے۔ اپنی قُدرت سے سب جگہ آشکار ہے۔ اُس رب العالمین کی سب جگہ حکُومت و فرمانروائی ہے۔

خُداوند اپنی رضا و موج کا مالک ہے۔ وہ کلُ مالک جب کسی کو اپنے وصل کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتا ہے تو اُسے کسی مُرشدِ کامل کی صُحبت عطا کرتا ہے۔ مُرشدِ کامل اُس کے تمام شکُوک و شُبہات دُور کر کے اُسے باطن میں رُوحانی عالم توازن و سکُون (سہج آنند) کے لُطف کے سرچشمہ سے سرشار کر دیتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت کے بغیر اِس لُطفِ بیکراں کی حالت و عالم تک پہُنچ پانا ناممکن ہے۔

مُرشدِ کامل یہ کام مُرید کی رُوح کو کلمۂ الٰہی سے مُنسلک کرکے کرتا ہے۔ درحقیقت مُرشد و مالک ایک ہیں وہ ایک ہی سطح پر کام کرتے ہیں۔ جو مالک کی موج ہے، وہی مُرشد کی رضا ہے۔ حق اپنے فرزندان، فُقرا و سنتوں سے بہت پیار کرتا ہے۔ "اولیا اطفالِ حق اند اے پسر"* گورُو صاحب اِسی لیے بار بار تلقین کرتے ہیں کہ جیسے بھی ہو مُرشدِ کامل کی خدمت، صُحبت و پناہ میں آؤ۔

۱۔ نانک گور کے چرن سر پوو

۲۔ سیووَ ستگوُر سُمند اتھاہا ۳۔ ستگوُر سیووَ سُنک نہ کیجے

مُرشد کی پناہ، صُحبت اور خدمت کیوں ضرُوری ہے؟ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کے بغیر کسی کو بھی سکونِ قلب نہیں مِلتا۔ بغیر مُرشدِ کامل نہ کسی کو حقیقت کا عِلم ہوا ہے اور نہ ہی اُس نادِید کے دِیدار نصیب ہوئے ہیں۔

مذہبی کُتب کا مطالعہ یا جسم پر خاک مَلنے سے خُودی اور انا پر قابُو نہیں پایا

---

* اے بیٹا، اولیا لوگ خُدائے پاک کے بچے ہیں (مولانا روم)

جا سکتا۔ اِن کو تو مُرشدِ کامل کی اِمداد و رحمت سے ہی بس میں کیا جا سکتا ہے۔ چالاکیوں اور مکّارانہ چالوں سے وِصال حق نصیب نہیں ہوتا۔

بعین ہی مُتبرک مقامات کی زیارت، روزہ اور جنگلوں میں چِلّہ کشی سے بھی سکون و نجات نہیں ملتی۔

پرانایام۔ نیولی اور دیگر شرعی رسُوم میں وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ یہ مَن جب بھی قابو میں آتا ہے، مُرشد کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی آتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی وہ قادرِ مطلق خُدائے پاک باطن میں مِلتا ہے اور وہ حاضر ناظر خُدا ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے:

قُدرت کرنے ہار اُپارا کیتے کا ناہیں کیہُ چارا
جِیہ اُپائے رِزق دے آپے سِر سِر حُکم چلایا
حُکم چلائے رہیا بھرپُورے کس نیڑے کس آکھاں دُورے
گُپت پرگٹ ہر گھٹ گھٹ دیکھو وَرتے تاک سبایا
جِس کو میلے سُرت سمائے گُور شبدی ہر نام دھیائے
آنند رُوپ اَنُوپ اَگوچر گُور مِلیئے بھرم جائیا
مَن تَن دَھن تے نام پیارا اَنت سکھائی چلن وارا
موہ پسار نہیں سنگ بیلی بِن ہر گُور کِن سُکھ پایا
جِس کو نَدر کرے گُور پُورا سَبد ملائے گُورُ مَت سُورا
نانک گُورُ کے چرن سَریو جِن بھُولا مارگ پایا
سَنت جناں ہر دَھن جَس پیارا گُورُ مَت پایا نام تمہارا
جاچِک سیو کرے دَر ہَر کے ہر دَر گہہ جَس گایا
ستگورُ میلے تا محل بُلائے ساچی دَرگہہ گَت پت پائے
ساکت ٹھَور نہیں ہر مندر جنم مَرے دُکھ پایا

سیو و ستگور سمندر اتھاہا — پاوَو نام رتن دھن لاہا
(۱) بکھیا مل جائے امرتسر ناوَو — گور سر سنتوکھ پایا
ستگور سیوو سنک نہ کیجے — آسا ماہیں نراس رہیجے
سنسا دُوکھ بناسن سیوو — پھر باہُڑ روگ نہ لایا
ساچے بھاوے تس وڈیائے — گون سو دُو جاتس سمجھائے
ہر گور مورت ایکا ورتے — نانک ہر گور بھایا
واچیہہ پُستک وید پُرانا — اِک بہہ سُنیں سُنادیں کانا
اجگر کپٹ کہو کیوں کھُلے — بن ستگور تت نہ پایا
کریہہ بھبھوت لگاوے بھسمے — انتر کرودھ چنڈال سُو ہوے
پاکھنڈ کینے جوگ نہ پائیے — بن ستگور اَلکھ نہ پایا
تیرتھ ورت نیم کریں اُدیانا — جت ست سنجم کتھیں گیانا
رام نام بن کیو سُکھ پائیے — بن ستگور بھرم نہ جائیا
(۲) نیولی کرم بھوئینگم بھاٹھی — ریچک کُنبھک پُورک من ہاٹھی (۳)
پاکھنڈ دھرم پریت نہیں ہر سیوں — گور سبد مہارس پایا
قدرت دیکھ رہے من مانیا — گور سبدی سب برہم پچھانیا
نانک آتم رام سبایا — گور ستگور اَلکھ لکھایا

مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۴۲-۱۰۴۳

۱۔ دسویں دَر کو حوضِ کوثر (امرت سر) کہا ہے۔ جس میں غسل کرنے سے نفس کی تمام غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔

۲۔ نیولی کرم۔ کُنڈلنی کو جگانا اور ہٹھ یوگ کے دیگر عمل کرنا۔

۳۔ ریچک۔ کُنبھک۔ پُورک۔ پرانایام (حبسِ دم) کے عمل ہیں۔ جن میں دَم کو اندر یا باہر روکنے کی مشق کی جاتی ہے۔

۱۰ خُودی اور خُدا

جب تک ہماری خُودی کا خاتمہ نہیں ہوتا، خُدا سے وِصال ناممکن ہے۔ جہاں خُودی ہے، وہاں خُدا نہیں اور جہاں خُدا ہے، وہاں خُودی نہیں۔ خُودی کو ختم کرنے اور خُدا سے وِصال کرنے کا طریق مُرشدِ کامل سے ہی مِلتا ہے۔

خُوش قِسمتی سے جب ہمیں مُرشدِ کامل مِل جاتا ہے تو وہ ہمیں اپنی محدُود خُودی سے اُوپر اُٹھنے کا طریق بتلاتا ہے۔ جب خُودی ختم ہو جاتی ہے تو تمام شکُوک بھی مِٹ جاتے ہیں اور حیات و موت کے پُر درد چکر سے بھی نجات مِل جاتی ہے۔

عِرفانِ حق اور عقلِ سلیم، مُرشدِ کامل ہی عطا کرتا ہے۔ مُرشدِ کامل ہی ہمیں اُس نجات دینے والے خُدا سے مِلا سکتا ہے، کوئی دُوسرا یہ نیک کام نہیں کر سکتا۔

گورُو صاحب نظم کے آخری بند میں اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں "سوہنگ" (انا لحق) کا وِرد کرتا ہوں۔ میری رُوح پاک ہو کر اُس مالکِ کُل میں سما گئی ہے۔

ہوے کری تا تُو نا ہی	تُو ہو وِیہہ ہَوں نا ہے
بُوجھو گیانی بُوجھنا ایہہ	اَکتھ کتھا مَن ماہے
بِن گورُ تت نہ پائیئے	اَلکھ وَسے سب ماہے
ستگورُ مِلے تا جانیئے	جاں سبد وَسے مَن ماہے
آپ گیا بھرَم بھو گیا	جنم مَرن دُکھ جاہے
گورُمت اَلکھ لکھائیئے	اُتم مَت تَرا ہے
نانک سوہنگ ہنسا جپ جاپو	تر بھون تِسے سما ہے

ماروُ محلہ ۱ صفحہ ۱۰۹۲

۱۱۔ ربّ اور رُوح

رُوح میں خُدا سمایا ہوا ہے اور خُدا میں رُوح۔ لیکن اِس حقیقت کا عِلم مُرشدِ کامل کی رحمت اور اُس کے عطا کردہ کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی ہوتا ہے۔

ہمارا تکبّر و خُودی اور اِنفرادیت کی خُوش فہمی ہی خُدا سے وِصال کی راہ کی سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔ تمام دُنیا اِس میں بُری طرح مُبتلا ہے۔ درحقیقت نہ صِرف اِنسان اپنی تمام عقل و دانش کے باوجُود بلکہ دیوی دیوتا و فِرشتے بھی اِس مُوذی مرض میں مُبتلا ہیں۔ فقط وہی لوگ جو کلمۂ الٰہی کا رُوحانی شغل کرتے ہیں، ایسے خُوش قسمت اِنسان ہیں، جو اِس سے بچے ہوئے ہیں۔

گورُو صاحب نے خُودی کو 'دُوجا بھاؤ' بھی کہا ہے۔ اِنسان اُس واحد خُدا کو چھوڑ کر دُنیا کی دُوسری بے شُمار اشیا سے پیار کرتا ہے۔ وہ خُود کو خُدا سے علیحدہ سمجھ کر فانی دُنیا اور اِس کی اشیا کو اپنا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہی خُودی، 'دوجا بھاؤ'، یا جذبۂ ثانویت ہی اُس کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

خُودی کا یہ مرض ثانویت اور فانی اشیا کی مُحبت پر پروان چڑھتا ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ دُنیا کی کوئی چیز بھی قائم، دائم نہیں۔ یہاں ہر چیز فنا پذیر ہے قُدرت کے تمام عناصر، ہوا، پانی، سب فانی ہیں۔ کچھ بھی قائم و دائم نہیں۔ ہمارے ماں، باپ، نزدیکی رشتہ دار، کُنبے کے لوگ سب اعمال کے زیرِ اثر اکٹھے ہوئے ہیں۔ جب اعمال کا حِساب بے باق ہو جائے گا، وہ ہمیں چھوڑ جائیں گے۔ کسی اور چیز کا تو ذِکر ہی کیا، یہ ہمارا اپنا جسم بھی ساتھ نہیں دیتا۔ وقتِ آخر یہ بھی سپُردِ آگ یا سپُردِ خاک ہو کر یہیں ہی رہ جاتا ہے۔ یہ تمام مادّی دُنیا یا مایا، جسے حواس سے جانا جاتا ہے، فریب ہے، قائم و دائم نہیں۔ سب کچھ عارضی و فانی ہے اور ثانویت

کا شکار ہے۔

یہاں تک کہ فرشتے، دیوی دیوتا، اِس مادی دُنیا کا کرد گار، برہما، پروردِگار، وِشنو اور فنا کار، شِو، بھی ثنائویت اور انانیت کے اِس مرض سے مُبرّا نہیں۔

خُودی کے مرض سے چھٹکارا کیسے پایا جائے؟ اِس مرض کا واحد اور اکسیر علاج اِسم اعظم یا کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل ہے۔ مذہبی کُتب کا مطالعہ، جَپ، تیرتھ، ہٹھ یوگ وغیرہ کے بے شُمار آسن یا طریق اور ترکِ دُنیا وغیرہ نہ تو باطنی رُوحانی علم دے سکتے اور نہ ہی خُودی اور حیات و موت کے چکر سے نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

اُس کُل مالک اللہ باری کے فضل و کرم کے بغیر نہ تو کوئی کبھی اِس مرض سے شفا پا سکتا اور نہ ہی وصالِ حق حاصل کر سکتا ہے۔ اِنسان پر مالک کی مہر مُرشد کی صُورت میں ظہُور پذیر ہوتی ہے۔ مُرشدِ کامل ہی اِنسان کو کلمۂ الٰہی سے جوڑ کر اُسے اِس خُودی و تکبّر کے مُوذی مرض سے نجات دِلاتا ہے۔

آتم مَہہ رام رام مَہہ آتم چِینس گورُ بیچارا
(۱) اُمرت بانی سَبد پچھانی دُکھ کاٹے ہَو مارا
نانک ہوے روگ بُرے

جَہہ دیکھاں تَہہ ایکا بیدن آپے بخشے سَبد دُھرے
(۲) آپے پَرکھے پرکھن ہارے بُہر سُولاک نہ ہوئی
جِن کؤ نَدر بھئی گورُ میلے پربھ بھانا سچ سوئی

۱۔ شری آدگرنتھ میں شبد، بانی، نام، امرت وغیرہ کئی الفاظ کا ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔
پرانے زمانہ میں خزانچی روپیہ کے کھوٹے سکّہ پر کاٹ لگا دیتا تھا جسے 'سُولاک' کہا جاتا تھا۔ گورُو صاحب
۲۔ اِشارہ کرتے ہیں کہ وہ مالکِ کُل خُود ہی سب جانداروں کی جانچ کرتا ہے۔ جنکو معیار پر پُورا بنا لیتا ہے اُن کو اپنے ساتھ مِلا لیتا ہے۔ مگر جو کسوٹی پر پُورے نہیں اُترتے وہ 'چوراسی کے چکر' میں

پَوَن پانی بَیسنتر روگی۔ روگی دَھرت سبھوگی
ماتا پِتا مایا دیہہ سے روگی روگی کُٹنب سنجوگی
روگی برہما بِسن سُر درا روگی سَگل سنسارا
ہَرِ پد چِین بھیئے سے مُکتے گُور کا سَبد وِیچارا ۹۵
روگی سات سُمند سَندیا کھنڈ پاتال سَہ روگ بھرے
ہَر کے لوک سَہ ساچ سُہیلے سَرب تھائی نَدر کرے
روگی کھٹ درسن بھیکھ دھاری نانا ہٹھی اَنیکا
بید کِتیب کریں کہہ بَپُرے نہ بُوجھے اِک ایکا
مِٹھ رَس کھائے سو روگ بھریجے کند مُول سُکھ ناہی
نام وِسار چلہہ اَن مارگ اَنت کال پچھتاہی
تیرتھ بھرمے روگ نہ چُھوٹس پڑھیا باد بِباد بھیا
دُبدھا روگ سو اَدھک وَڈیرا مایا کا مُحتاج بھیا
گُورمُکھ ساچا سَبد صَلاحے مَن ساچا تِس روگ گیا
نانک ہَرجن اَن دِن نِرمل جِن کو کَرم نِیسان پَیا

بھیرو محلہ ۱، صفحہ ۱۱۵۳

بقیہ گذشتہ صفحہ

ہی گھومتے رہتے ہیں۔ کوئی بھی جاندار اپنی عقل و قوّت کے بل بُوتے پر معیار کے قابل نہیں بن سکتا۔ جسے بھی وہ اِس کے قابل بناتا ہے، خُدا خُود ہی بناتا ہے۔ دراصل کھوٹے اور کھرے سب میں وہ خُود ہی جلوہ گر ہے۔

۱۲- خُدا کی درگاہ

گورُو نانک صاحب جب مکّہ تشریف لے گئے تو آپ کی مُلاقات قاضی رُکن الدین سے ہوئی۔ دونوں میں رُوحانی امُور پر کافی لمبی گفتگو ہوئی، جس میں سے چند چُنیدہ حصّے ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

قاضی رُکن الدین نے گورُو صاحب سے پُوچھا کہ اللہ تعالےٰ کے قیام کا مقام کیسا ہے؟ گورُو صاحب نے قاضی صاحب کو یہ سمجھانے کے لیے کہ خُدا اِنسان کے جسم کے اندر رہتا ہے، کسی مندر، مسجد، گرجا گھر وغیرہ میں نہیں، خُدا کی درگاہ یعنی درگاہِ حق کا مُفصّل نقشہ کھینچا ہے۔

گورُو صاحب نے خُدا کے ذاتی مُقام کو ایک بڑے محل سے تشبیہ دی ہے۔ جس کی اپنی خصُوصیات ہیں۔ اِس محل یا قلعہ کے بارہ بُرج (ہاتھ اور پاؤں کے جوڑ) نو دروازے (دو آنکھ، دو کان، دو ناک کے سُوراخ، منّہ اور دو نیچے کے سُوراخ) باون (۵۲) کنگرے (۳۲ دانت اور ۲۰ ناخن) اور دو دریچے (دو آنکھیں) ہیں۔ اِس کے پانچ چوکیدار (حواسِ خمسہ) اور پچیس (۲۵) نائب (فِطرتیں) ہیں جو مُحافظ کا کام کرتے ہیں۔ یہ محل اِس قدر خُوبصورت ہے کہ اِس میں رہنے کے لیے فرشتے و دیوی دیوتا بھی ترستے ہیں۔

کبیر صاحب نے کہا ہے

اِس دیہی کو سمریں دیو   سو دیہی بھج ہر کی سیو

بھیرو، کبیر، آدگرنتھ، صفحہ ۱۱۵۹

جسمِ انسانی کے اندر بے شُمار خزانے اور قُوتیں موجُود ہیں۔ مگر یہ سب پوشیدہ و خوابیدہ ہیں۔ اِن کو آشکار و بیدار کر کے ہی اِن سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

اِن خوابیدہ طاقتوں کو باطن میں جگانے اور کلمہٴ الٰہی کے نغمہٴ ربّی کو سُننے کا واحد طریقہ ہے کسی مُرشدِ کامل کی تلاش اور اُس کی تعلیم پر عمل۔ ایسا مُرشد راہِ تنگ و کج (بنک نال) سے نِکلنے کا طریق سمجھاتا ہے اور درگاہِ ایزدی تک پہنچنے اور اُس مالکِ کُل

سے وصال کرنے میں اِمداد فرماتا ہے۔

قاضی رُکن اُلدین

رُکن آکھے نانکا درگہہ دی سُنائے
کیہا رنگ محل دا جِتھے رہے خُدائے
چھجے، چھتاں، بُرج گھر، کیہے لگے چوکاٹھ
کیہا گارا چُونٹرا کِس بنایا ٹھاٹ
صُورت کون محل دی کیونکر ہوئے دیدار
در تے کی کجھُ لِکھیا کیہڑا اُس دا یار
کیہڑی سُنت پائیئے کرے کون نماز
کون رسُول پہُنچائندا چاہیئے کیہڑا ساز
سب نِشانیاں دے توں تاتوں اوّل فقیر
پیراں دے سر پیر توں میراں دے سر میر

گورو نانک

نانک آکھے رُکن دین	درگہہ دی سُدّھ دے
(۱) رنگ عجائب محل دا	ہیرے لعل جڑے
(۲) آفتاب مہتاب لکھ	روشن بلے مشعال
بارہ بُرج محل دے	نو دروازے نال
(۳) پہرو پنج حواس ہیں	کارکُن پچیس

۱۔ اُس محل کی شان و شوکت نرالی ہے۔

۲۔ اُس میں لاکھوں سورج اور چاند مشعلوں کی مانند روشن ہیں۔

۳۔ پانچ پہرے دار اور پچیس کارندے ہیں۔

چھجّے چھت اَمولکاں　　مِینا کاری تیس
گارا چُونا کیسری　　چَندن دے چوکاٹھ
(۱) دِہیل پارس دے بَنے　　بجر دے کپاٹ
کام دَھین لکھ پُھمیاں　　کارن گولیاں کار
رِدّھی سِدّھی نَو نِدھ　　حاضر رہے دَوار
باون کِنگرے کوٹ دے　　اُوپر نُور محل
ست سمُندر کھائیاں　　تس وِچ کنول اَچل
اِک محل دو باریاں　　رشو شکتی سُلطان
نُوری بیٹھا بادشاہ　　پَنتھ تخت سُجان
(۲) غیبی واجے وَجدے　　بھانت اَنیک اَپار
راگ راگنی گاؤ نَو دے　　اَدبُھت سُراں اُچار
مُرشد کھولے کپاٹ جِس　　ہوسی تِسے دِیدار
(۳) اُچے خاصے محل دے　　دَیوے بانگ خُدائے
سُتے بانگ نہ سُن سَکیں　　رِہیا خُدا جگائے
سُتی پیئی بِھاگ سَب　　سُنے نہ بانگاں کوئے
جو جاگے سوئی سُنے　　سائیں سَندی سوئے
بھائی بالے کی جنم ساکھی صفحہ ۱۲۵-۱۲۶

۱۔ اس کی دہلیز پارس کی بنی ہیں۔ یعنی جو اِن میں سے گذرتا ہے وہ سونا (خالص، پاک) بن جاتا ہے۔ مگر اِس کے دروازے بہت مضبوط ہیں جو آسانی سے نہیں کُھلتے۔

۲۔ نغمۂ ربّی کی لاتعداد غیبی آوازیں گُونج رہی ہیں۔ جب مُرشدِ کامل درِ مُحکم کھولتا ہے تب ہی محل میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۳۔ خُدا کی درگاہ سے آ رہی نغمۂ ربّی کی ندائے شیریں رُوح کو ہر لمحہ اپنی طرف صدا دے رہی ہے۔

مُرشدِ کامِل

ا۔ فنا فی الشیخ

جس طرح ایک ہی دھات کے ٹکڑے پگھل کر آپس میں ایک ہو جاتے ہیں بعینہٖ ہی مُرید اپنے مُرشد کی عِبادت سے اُسی میں مِل جاتا ہے یعنی فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے۔ جو انسان یکسوئی سے خُدا کے تصوّر میں کھو جاتا ہے، وہ اُسی میں جذب ہو جاتا ہے۔ وہ فنا فی الشیخ ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔

گورُو نانک صاحب عامل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اِس دارِ فانی سے نجات پانے کے لیے مُرشد کے مُبارک قدموں کی خاک ہو جانا چاہیئے۔ پچھلے جنموں کے نیک اعمال کی بدولت انسانی زندگی کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ صُحبتِ مُرشد کامل اور کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل اُسے بالائی اور خوبصورت آسمانی درگاہِ ایزدی تک لے جاتا ہے۔

اِنسان ہمیشہ اپنے تینوں قسم کے اعمال کے جال کا قیدی بنا رہتا ہے۔ اِس جال سے کیسے نِکلے؟ مُرشد کامل کی رحمت و راہ نُمائی سے ہی اعمال کے جال سے رہائی ملتی ہے۔ اور بالآخر توازن و سکُون کا 'سہج' حاصل ہوتا ہے۔ مُرشدِ کامل سے ہی یہ آگاہی ہوتی ہے کہ اُس مالکِ کُل کا محل ہمارے جِسم کے اندر ہے۔ جب اُس کا ابرِ کرم برستا ہے تو ہم گُناہوں کی غلاظت سے پاک ہو جاتے ہیں۔ تب ہم اپنے مُرشدِ کامل کی رحمت و اِمداد سے خُدائے پاک سے وصال پا جاتے ہیں۔

نظم کے آخر میں گورُو صاحب سمجھاتے ہیں کہ مُتلاشیِ حق کو ماسوائے کلمۂ الٰہی کی طلب کے اپنی تمام خواہشات و تمناؤں کو ترک کر دینا چاہیئے۔ اُسکو اُس امر پر اپنی تمام تر

توجہ اور یکسوئی لگادینا چاہیے۔ نظم کو ختم کرتے ہوئے گورو صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایسے مُرشدِ کامل پر قربان ہوں جس نے خود خدا کے دیدار کئے ہیں اور دوسروں کو بھی اُسکے دیدار کرائے ہیں۔

(۱) دھات مِلے پھُن دھات کو　　صِفتی صِفت سمائے
(۲) لال گُلال گہرا　　سچا رنگ چڑھاؤ
سچ مِلے سنتو کھیا　　ہر جپ ایکے بھائے
(۳) بھائی رے سنت　　جناں کی رین
(۴) سنت سبھا گور　　پائیئے مکت پدارتھ دھین
(۵) اُوچ تھان سُہاونا　　اُوپر محل مُرار
سچ کرنی دے پائیئے　　در گھر محل پیار
(۶) گورمکھ من سمجھائیئے آتم رام بیچار

۱۔ جس طرح دھات پگھل کر دھات میں یکجان ہو جاتی اُسی طرح خُدائے پاک کی عظمت کے گیت گانے والا اُسی میں مل جاتا ہے۔

۲۔ اُس پر نام (نامِ حق) کا گہرا رنگ چڑھ جاتا ہے۔

۳۔ فقرائے کامل کی خاکِ پا بن جاؤں۔

۴۔ اولیائے کرام کی صحبت سے مُرشد ملتا ہے اور مُرشدِ عالی کی رحمت سے نجات کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔

۵۔ وہ 'مُراری' یعنی خُدائے پاک اپنے اعلےٰ و بالا مقام (مقامِ حق) میں جلوہ افروز ہے۔

۶۔ راہِ مُرشد پر چل کر نفس پر قابو پاؤ اور رُوح کے 'رام' یعنی خُدائے پاک کا تصور کرو۔

(۱) ترِ بِدھ کرم کمائیے آس اندیسہ ہوئے
(۲) کیوں گورُ بِن ترکُٹی چھُٹسی سہج مِلئیے سُکھ ہوئے
نِج گھر محل پچھانیے ندر کرے مَل دھوئے
بِن گورُ میل نہ اُترے بِن ہر کیوں گھر واس
ایکو شبد وِیچاریئیے اَور تیاگے آ بس
نانک دیکھ دِکھائیے ہو صدؔ بلہارے جاس

سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۱۸

۱۔ جب تک ہم تین قسم کے اعمال (ستوگُن، رجوگُن اور تموگُن کرموں) کی بندش و جال میں ہیں۔ ہم آس و یاس کی قید میں ہیں۔
۲۔ مُرشدِ کامل کی رحمت کے بغیر ان تینوں قسم کے اوصاف (ستوگن، رجوگُن اور تموگُن) سے مُکتی، خلاصی نہیں ہو سکتی۔

۲۔ تلاشِ مُرشدِ حقیقی

اِس نظم میں گورُو صاحب نفس (مَن) کو مُرشدِ کامل کی پناہ لے کر کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کی تلقین کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے اُسے موت پر فتح اور غموں سے نجات مِل جائیگی۔

جِس طرح خاوند سے فُرقت زدہ عورت کبھی خُوش نہیں رہ سکتی، اُسی طرح خُدا سے وِصال کے بغیر رُوحِ انسان بھی کبھی سکُون نہیں پا سکتی۔

گورُو صاحب اپنے مُرشد کے ممنُون و شُکر گزار ہیں، جس نے اُن کو کلمۂ الٰہی کے راز سے آشنا کیا۔ کلمہ ہی دولت ہے، کلمہ ہی جنّت ہے۔ مُرشد کی رحمت سے ہی اُنکو درگاہِ خُدا میں عزّت اور وصل کی دولت مِلی ہے۔ اور اب کلمۂ الٰہی ہی قدم، قدم پر راہ نُمائی کرتا ہے۔

گورُو صاحب اِنسان کو نقلی اور فریبی پِیروں فقیروں سے خبردار کرتے ہیں جو خود اندھے ہیں وہ دوسروں کی کیا راہ نُمائی کریں گے؟ اِس لیے مُرشد کے اِنتخاب میں بڑی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لینا چاہیے۔ وہ واقعی مُرشدِ کامل ہو۔ ایک حقیقی مُرشدِ کامل خُود بھی شغلِ اِسمِ اعظم کرتا ہے اور اپنے مُریدوں کو بھی اِسکا طریق و علم عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی انانیّت و خُودی کو ختم کر کے سکُون و توازن کی کیفیت (سہج اوستھا) میں رہتا ہے اور اپنے مُریدوں کو بھی اِس کی تعلیم دیتا ہے۔

جو خُود کو کلمۂ الٰہی میں محو و جذب کر کے کلمہ میں مَر جاتا ہے وہ دوبارہ نہیں مرتا۔ لوگ کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کے بغیر حیات و موت کے چکر یعنی چوراسی کے چکر میں گھومتے رہتے ہیں۔ وہ مرتے ہیں، دوبارہ پیدا ہوتے ہیں، پھر مرتے ہیں۔ بار بار پیدا ہوتے اور بار بار مرتے ہیں اور یہ سلسلہ لاانتہا جاری رہتا ہے۔

سُن مَن بھُولے باورے گورُ کی چرنی لاگ
ہرِ جپ نام دھیائے تُو جم ڈرپے دُکھ بھاگ
دُوکھ گھنو دو ہاگنی کیوں تھرر ہے سوہاگ
بھائی رے اَور ناہی مَیں تھاؤ
میں دھن نام زِدھان ہے گورُ دِیا بَل جاؤ
گورُ مَت پَت ساباس تِس تِس کے سنگ مِلاؤ
تِس بِن گھڑی نہ جیوؤ بِن ناوے مَر جاؤ
بیں اَندھلے نام نہ وِسرے ٹیک ٹکی گھر جاؤ
گورُو جنہاں کا اندھلا چیلے ناہیں ٹھاؤ
(۱) بِن ستگورُ ناؤں نہ پائیئے بِن ناوے کیا سُوآؤ
(۲) آئے گیا پچھتاونا جیوں سُنجے گھر کاؤ
۳ بِن ناوے دُکھ دیہُری جیوں کلّر کی بھیت
تب لگ محل نہ پائیئے جب لگ سابچ نہ چیت
۴ سبدرَ بے گھر پائیئے نِربانی پد نیت

---

(۱) 'نام' کے بغیر کام (وصالِ حق کا) مکمل نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جس طرح کسی سُونے گھر میں کوّے کو کچھ نہیں ملتا۔ اُسی طرح نامِ خدا کے بغیر اس دنیا میں آنا اور جانا لاحاصل ہے۔

۳۔ نامِ خدا کے بغیر جسم تکلیف اُٹھاتا ہے اور شورہ اور ریت کی دیوار کی طرح گِر کر ختم ہو جاتا ہے۔

۴ ۔ کلمۂ الٰہی میں جذب و ہم رنگ ہو جانے پر رُوح اپنے ذاتی مقام پر پہنچ جاتی ہے اور 'نِروان' یعنی نجات حاصل کر لیتی ہے۔

ہو گورُ بُجھو آپنے گورُ بُجھ کار کماؤ
سَبد صَلاحی مَن وَسے ہومَے دُکھ جَل جاؤ
سہجے ہوئے مِلاوڑا ساچے ساچ مِلاؤ
سَبد رَتے سے نِر مَلے تَج کام کرودھ آہنکار
نام صلاحن صَد سدا ہر راکھے اُر دھار
سو کیوں مَنوں وِساریئے سب جیہ کا آدھار
سَبد مَرے سو مَر رہے پھِر مَرے نہ دُوجی وار
سَبدے ہی تے پائیئے ہَر نامے لگے پیار
بِن سَبدے جگ بھُولا پھِرے مَر جنمے وار و وار
سب صَلاحے آپ کو وَڈُو وڈیری ہوئے
گورُ بِن آپ نہ چِینئے کہے سُنے کیا ہوئے
نانک سَبد پِچھانیئے ہومے کہے نہ کوئے

سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۵۷

وہ ہمیشہ نامِ خدا کا وِرد کرتے ہیں اور خدا کو اپنے با من میں بسا لیتے ہیں۔

۳- بغیر مُرشد، گُم گشتہ راہ

جس عورت کو مرد کا وِصال حاصل نہیں، اُس کی تمام خُود آرائی و زیبائش فضُول و بے سُود ہے۔ ایسی عورت زیورات وجواہرات کے باوجُود غمگین و اُداس رہتی ہے۔

گورُو نانک صاحب وِصالِ حق کے لیے بندگی و عبادت پر زور دیتے ہیں۔ مگر خُدا کی صحیح عبادت کے لیے مُرشدِ کامل کی راہ نُمائی و ہدایات ازحد لازمی ہیں۔ بغیر مُرشد کامل کی رحمت کے عشقِ خُدا کبھی بیدار نہیں ہوتا۔ مُرشد کی مُحبت و خدمت سے ہی دل کو سکُون وخوشی ملتی ہے۔

عورت کا اپنے مرد سے سچی مُحبت کا ہونا ہی اُن کے رِشتہ کی اصل جان ہے۔ اِسی طرح اگر رُوح کی ربّ سے سچی مُحبت ہے تو وہ ضرور رنگ لائے گی۔ اُس کا غُنچۂ دِل کِھلا رہے گا اور وہ ہمیشہ سکون وچین کے عالم میں رہے گی۔ مگر مالک کو منانے کے لیے نفس وخُودی کو ختم کرنا ہوگا۔ تب رُوح اور ربّ اِس طرح ایک ہو جاتے ہیں، جیسے دھاگا اور موتی مِل کر موتیوں کی مالا بن جاتے ہیں۔

ایک دُنیا پرست اِنسان پیدا ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے، مَر جاتا ہے۔ اُسکی زندگی بے کیف و بے مَقصد ہے۔ مگر اِسکے بَرعکس وہ خُدا پرست اِنسان جسے کلمۂ الٰہی کا عِلم ہوگیا ہے اور جو اُس میں جذب ہوگیا ہے، دُنیا کے تغیّر وتبدّل سے لاتعلق و بے نیاز رہے گا۔ وقت کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ وہ اُس کی رَسا سے بعید و برتر ہے۔

وہ سوداگر جو سچ کا سودا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے واسطہ رکھتے ہیں، اپنے سودے میں خُوب نفع کماتے ہیں کیونکہ اُن کا اصل زر مُرشد کامل ہوتا ہے جو ہر طرح کی بَدی سے پاک ہے۔ مُرشد کی صُحبت و رحمت سے اُن کی زندگی سے تمام دُنیاوی خواہشات تمنائیں اور ترغیبات ختم ہوجاتی ہیں۔

نظم کا اِختتام کرتے ہوئے گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ قلب کی صفائی صِرف دِینیات پر گفتگو یا مذہبی کُتب کے مطالعہ سے ہی نہ ہوگی بلکہ مُرشدِ عالی کے عطا کردہ کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی ہوگی۔

(۱) بِن پِر دَھن سیگار یئے جو بَن باد خوار
نہ مانے سُکھ سیجڑی بِن پِر باد سِنگار
(۲) دُکھ گھنو دو ہاگنی نہ گھر سیج بھتار
مَن رے رام جپو سُکھ ہوئے
بِن گور پریم نہ پائیئے سَبد مِلے رنگ ہوئے
گور سیوا سُکھ پائیئے ہر وَر سہج سِیگار
سیج مانے پر سیجڑی گُوڑھا ہیت پیار
گور مُکھ جان سِنجانیئے گور مِیلی گُن چار
سیچ مِلو وَر کامنی پِر موہی رنگ لائے
مَن تَن ساچ وِگسیا قیمت کہن نہ جائے
ہَر وَر گھر سوہاگنی نِرمل ساچے نائے
(۳) مَن مہہ مَنوا جے مَرے تا پِر راوے نار

۱۔ خاوند کے بغیر عورت کا شباب اور آرائش و زیبائش بے معنی ہیں۔

۲۔ جس بد نصیب عورت کا خاوند حُجلۂ عروسی (سیج) پر نہیں آتا اُسے ناقابلِ برداشت غم و آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

۳۔ مَن (نفس)؛ من میں مرجائے یعنی مَن (نفس) اپنے مقامِ پیدائش یا جائے قیام (تربوکی) میں ہی جذب ہو جائے۔

اِکت تاگے رَل مِلے گل موتیّن کا ہار
سنت سبھا سُکھ اُوپجے گوُرمُکھ نام اُدھار
کِھن میں اُپجے کِھن کھپے۔ کِھن آوے کِھن جائے
سبد پچھانے رَو رَہے نہ تِس کال سنتائے
صاحب اُتل نہ تُولیئے کتھن نہ پایا جائے
واپاری وَنجار یا آئے وَجو لکھائے
کار کماوے سچ کی لاہا مِلے رَجائے
(۱) پُونجی ساچی گوُر مِلے نہ تِس تِل نہ تَمائے
(۲) گوُرمکھ تول تُلائے سی سچ تراَجی تول
آسا مَنسا موہنی گوُرُ ٹھاکی سچ بول
آپ تُلائے تولسی پُورے پُورا تول
کتھنے کِہن نہ چھوٹیئے نہ پڑھ پُستک بھار
(۳) کایا سوچ نہ پائیئے بِن ہر بھگت پیار
نانک نام نہ وِسرے میلے گوُرُ کرتار

سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۵۸-۵۹

۱۔ جسے ایسا مُرشدِ کامل مِل جاتا ہے، جسے رتّی بھر کا طمع نہیں اُسے نامِ خُدا یعنی خُدا کی سچی دولت مِل جاتی ہے۔

۲۔ مُرشدانِ کامل کی رحمت سے ہی خُدا یعنی حق کو پرکھنے (پانے) کا طریق مِلتا ہے

۳۔ سوچ = شوچ، پاکیزگی

خُدا جسم کی صفائی سے نہیں بلکہ عشق و عبادت و دل کی صفائی سے مِلتا ہے۔

۴۔ مِل جائے اگر مُرشِد

یہ نظم مُرشدِ کامل کی تعریف و توصیف میں لکھی گئی ہے جو ہمیشہ بے بہا نعمت عطا کرتا ہے۔

اگر ہمیں مُرشدِ کامل مِل جائے تو رُوح کو یکسُوئی کے بیش قیمت طریق کا عِلم ہوجائے۔ اگر ہم اپنے نفس کو مُرشد کی نذر کردیں تو اپنے بے شُمار گُناہوں کے باوجُود عشقِ حقیقی کی دولت اور نجات کی نعمت سے سرفراز ہوجائیں گے۔

مُرشدِ کامل کے بغیر علم و عرفان نہیں ہوتا۔ برہما' نارد اور ویاس بھی شہادت دیں گے کہ گورُو بن گیان نہیں ہوتا۔ نغمۂ ربی کو سُنے بغیر عرفان نہیں ہوسکتا اور یہ نغمہ فقط مُرشدِ کامل کی ہدایات پر عمل کرنے سے سُنا جاسکتا ہے۔

مُرشدِ کامل کلمۂ بے داغ اور عشقِ پاک کا بھرپُور خزانہ ہے۔ کسی خُوش قسمت کو ہی یہ خزانہ ملتا ہے۔ مُرشد غموں کو دُور اور خوشیوں سے شرابُور کرتا ہے۔ وہ پانچوں بَدجذبات کو ختم کردیتا ہے۔

زندگی کا یہ بحرِ ظُلمات خوفناک و بےکراں ہے۔ نہ اِس کا یہ کنارہ نظر آتا ہے' نہ وہ'۔ نہ کوئی کشتی ہے' نہ چپّو' نہ ملاّح۔ اِس بحرِ ظُلمات سے تو بس مُرشدِ کامل ہی پار لگا سکتا ہے۔

خُدائے پاک کو فراموش کرنا' خوشیوں سے مُنہ موڑنا اور غموں کو دعوت دینا ہے۔ ایک دن ہمارا یہ جسدِ خاکی ختم ہوجائے گا۔ موت اِسے دبوچ لے گی۔ تب وقتِ مرگ پشیمان ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دورانِ حیات بہت چیزوں کو 'میری' میری' کہتے رہے مگر بوقتِ مرگ پتہ چلے گا کہ زرِ۔ زن و زمین تو کیا' یہ جسم بھی ہمارا نہیں ہے۔

بس ایک ہی سرمایہ ہے جو موت کے بعد بھی ساتھ رہتا ہے' اور وہ ہے ' دولتِ نامِ خُدا یعنی کلمۂ الٰہی۔ فقط ایک رشتہ دار ہے جو ساتھ نبھائے گا اور وہ ہے

ہمارا مُرشد عالی۔ اِن دونوں کے سِوا اِنسان مایا اور مادّیت کی تاریک بھُول بھلیاں میں ہی بھٹکتا رہتا ہے۔

ہماری حیات وموت اور تقدیر کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اِس میں سے ایک لفظ بھی مِٹایا نہیں جاسکتا۔ ہمیں اِس کو بڑے تحمّل۔ حوصلہ اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔ البتہ اِس بات کا خیال رہے کہ آئیندہ اعمال کے نئے بیج نہ بوئے جائیں۔ ورنہ اُن کا نتیجہ بھُگتنا ہوگا۔ ہمیں مُرشدِ کامل کی ہدایت کے مُطابق کلمۂ الہٰی کے روحانی عمل کے ذریعہ اعمال کے جال سے نِکل کر اُس ذاتِ پاک میں محو و جذب ہو جانا چاہیے۔

ستگورُ پُورا جے مِلے پائیے رتن بیچار
مَن دِیجے گورُ آپنے پائیے سَرب پیار
مُکت پَدارتھ پائیے اَوگن میٹن ہار
بھائی رے گورُ بِن گیان نہ ہوئے
(۱) پُوچھو برہمے ناردے بید بیاسے کوئے
(۲) گیان دِھیان دُھن جانیئے اکتھ کہاوے سوئے
سَپھلیو برکھ ہریا دلا چھاؤ گھنیری ہوئے
لَعل جواہر مانکی گورُ بھنڈارے سوئے

۱۔ گورو صاحب نارد اور وید بیاس کے ساتھ برہما کا نام بھی شامل کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ کائینات کے خالق نے کائینات کی تخلیق کی اِبتدا سے ہی یہ اصول بنایا ہے کہ بغیر مُرشدِ کامل کے نجات نہیں ملتی۔

۲۔ ندائے آسمانی میں مُنسلک (جُڑنا) ہونا ہی سچا علم و عرفان ہے نغمۂ ربّی خُدا کی صُورت ہے اور مُرشد اُس کی مجسم صُورت ہے۔

گورُو بھنڈارے پائیے　　نرمل نام پیار
ساچو دُکھ سنچیے　　پُورے کرم اپار
(۱) سُکھ داتا دُکھ میٹنو　　ستگور اسُر سنگھار
بھوجل بِکھم ڈراؤنو　　نہ کندھی نہ پار
نہ بیڑی نہ تُلہڑا　　نہ تِس منجھ مُلار
ستگورُ بھے کا بوہِتھا　　ندری پار اُتار
اِک تِل پیارا وِسرے　　دُکھ لاگے سُکھ جائے
جِیہوا جُلو جلاونی　　نام نہ جپے رسائے
(۲) گھٹ بِنسے دُکھ اگلو　　جم پکڑے پچھتائے
(۳) میری میری کر گئے　　تن دھن کلت نہ ساتھ
(۴) بِن ناوے دھن بادھے　　بھُولو مارگ آتھ
ساچو صاحب سیوئیے　　گورمُکھ اکتھو کاتھ

۱۔ مُرشد خوشیوں کا خزانہ ہے وہ خوشیاں بانٹتا ہے۔ وہ غم و آلام کا باعث بننے والی بد رُوحوں یعنی بد اعمال اور بدیوں کا خاتمہ کرنے والا ہے۔

۲۔ جسمِ خاکی کے ختم ہونے یعنی جسمِ انسانی کے مٹکے کے ٹوٹنے پر بہت دُکھ ہوتا ہے۔ جب رُوح کو موت کے فرشتے پکڑ کر لے جاتے ہیں تو بہت پشیمان ہونا پڑتا ہے۔

۳۔ جس زر۔ زن۔ زمین و جسم کو میرا' میرا' (اپنا' اپنا) کہتا تھا۔ اُن میں سے کوئی بھی ساتھ نہیں گیا۔ کسی نے ساتھ نہیں دیا۔ کوئی بھی اپنا نہ بنا۔

۴۔ نامِ خُدا یا کلمۂ حق کی دولت ہی لافانی اور حقیقی ہے باقی تمام زر و مال و دولت غیر حقیقی و فانی ہے۔

آوے جاوے بھوائیے   پئیے کرت کمائے
پُورب لِکھیا کیوں میٹئیے   لِکھیا لیکھ رجائے
بِن ہر نام نہ چھُٹیے   گُور مت ملے مِلائے
تِس بِن میرا کو نہیں   جِس کا جیو پَران
ہوئے ممتا جَل بَلو   لوبھ جَلو ابھیمان
نانک سبد وِیچاریئے   پاییے گُنی نِدھان

سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۵۹

۵- مُرشدِ عالی سے عشق

گورُو صاحب نے اِس مقابلتاً لمبی نظم میں مُرشد و مُرید کے حقیقی عِشق و محبت کو اُجاگر کرنے کے لیے کئی تشبیہات کا اِستعمال کیا ہے۔

گورُو صاحب مُرید کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ اپنے مُرشد سے اِس طرح عِشق کرے جیسے کنول کا پھُول پانی سے پیار کرتا ہے حالانکہ وہ لگاتار موجوں کے تھپیڑے کھاتا ہے مگر پانی سے اپنے پیار میں ثابت قدم رہتا ہے، ڈگمگاتا نہیں۔ بلاشُبہ مُرید کا عِشق اُس مچھلی کی مانند ہونا چاہیئے جو پانی سے باہر نِکلتے ہی مر جاتی ہے۔ وہ پانی کے بغیر زِندہ نہیں رہ سکتی۔ جِتنا زیادہ پانی ہوگا، اُتنا ہی وہ خوش و خُرّم ہوگی۔ جب تک عشقِ مُرشد اِس درجہ تک نہ پہنچے گا، حیات و موت سے نجات ناممکن ہے۔

گورُو صاحب عِشق کی ایک اور تمثیل پپیہے کی دیتے ہیں۔ وہ پانی سے لبالب بھری جھیل سے ایک قطرہ پانی نہ پیئے گا، خواہ وہ پیاس سے مر کیوں نہ رہا ہو۔ وہ جب بھی اپنی پیاس بُجھائے گا، بارش کی (سواتی) بُوند سے ہی بُجھائے گا۔

گورُو صاحب آخری تشبیہہ چکوی کی دیتے ہیں۔ وہ اپنے محبُوب کے فِراق میں تمام رات تڑپتی ہے اور بڑی بے تابی سے دِن نِکلنے کا اِنتظار کرتی ہے تاکہ وہ اُسے پا سکے۔ وہ چکوے کو بہت قریب سمجھتی ہے جبکہ درحقیقت وہ بہت دُور ہوتا ہے۔

دُنیاوی لوگ سمجھتے ہیں کہ خُدا بہت دُور ہے مگر خُدا پرست کے لیے وہ ہمیشہ حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ دُنیا پرست تو اندازے ہی لگاتے رہتے ہیں جبکہ ہوتا وہی ہے

جو منظورِ خُدا ہوتا ہے۔ کوئی اُس کی قیمت نہیں لگا سکتا۔ وہ اِنسانی تخمینے، اندازے بلکہ عقلِ اِنسانی سے بعید ہے۔ اُسے جاننے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے مُرشدِ کامل کی راہ نمائی و رحمت۔ اگر خوش قسمتی سے کسی کو مُرشد کامل کی صُحبت مِل جائے تو اُس میں عشقِ حقیقی بیدار ہوگا۔ اُسے عِرفان حاصل ہوگا۔ اور اُس پر تینوں جہان کے رمُوز آشکار ہو جائیں گے۔

اگر کوئی نیک و پاک زندگی اور نیکی کا خواہاں ہے تو اُسے کلمۂ الٰہی کے عمل کو کسی حال ترک نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ فقط شغلِ کلمۂ الٰہی ہی حیات و موت سے نجات دِلا کر اِنسان کو لافانی بنا دیتا ہے۔ دُنیا کے لوگ اُن کھلنڈرے پرندوں کی مانند ہیں جو تالاب کے کنارے تھوڑی دیر کے لیے چونچ چلا کر چلے جاتے ہیں۔ یہاں اُن کا قیام بہت مُختصر ہوتا ہے۔ سِتم یہ ہے کہ وہ اِس مُختصر عرصۂ حیات کا بھی مُناسب اِستعمال نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ رُوحانیت حاصل کرنے کے مقصد کی تکمیل کی کوشش نہیں کرتے۔

وہ شخص جو خُود کو جان گیا وہ کلمۂ الٰہی کے راز کو بھی جان جاتا ہے۔ اور مُرشدِ کامل کی رحمت و راہ نمائی سے ہی وہ اپنے آپ کو جان سکتا ہے۔ مُرشدِ کامل کے علاوہ کوئی بھی اُسے خُود کو جاننے میں مدد نہیں دے سکتا۔ خُود آگاہی ہی خُدا آگاہی ہے۔ جو خُدا سے ہم آہنگ ہو چُکے ہیں، اُن کا مقام کتنا اعلےٰ و بالا ہے! وہ درجۂ کمال کو پہنچ چُکے ہیں۔ کلمہ اُن پر آشکار ہو چُکا ہے۔ اِس کے برعکس دُنیاوی لوگ جہالت میں غلطاں ہیں اور خُدا سے جُدائی کے باعث مصائب میں مُبتلا ہیں۔

گورُو صاحب نظم کے اِختتام میں اعلان کرتے ہیں کہ مُقامِ حق تک پہنچنے کا فقط ایک ہی دروازہ، دسواں دُوار، ایک دَر، تیسرا تِل یا نُقطۂ سویدا ہے۔

مَن رے ایسی ہر سیوں پریت کر جیسی جَل کملیہہ
لہری نال پچھاڑیئے بھی وِگسے اَسنیہہ
جَل مہہ جی اُپائے کے بِن جَل مَرن تِنیہہ
مَن رے کیوں چھوٹے بِن پیار

گوُرمُکھ اَنتر رَو رِہیا بخشے بھگت بھنڈار رہاؤ
رے مَن ایسی ہر سیوں پریت کر جیسی مچھلی نیر
جیوں اَدھکو تیوں سُکھ گھنو مَن تَن شانت سریر
بن جل گھڑی نہ جیوئی پربھ جانے ابھ پیر (۱)
رے مَن ایسی ہر سیوں پریت کر، جیسی چاترک میہہ
سَر بھر تھَل ہریاولے اک بوُند نہ پَوئی کیہہ (۲)
کَرم ملے سو پائیے کِرت پیا سَر دیہہ
رے مَن ایسی ہر سیوں پریت کر جیسی جَل دُدھ ہوئے
آوٹن آپے کھوَے دُدھ کو کھپن نہ دے (۳)
آپے میل وِچھنیا سچ وڈیائی دے

رے مَن ایسی ہر سیوں پریت کر جیسی چکوی سُور
کھن پَل نیند نہ سووئی جانے دُور حضُور
مَن مُکھ سوجھی نہ پوَے گوُر مُکھ سدا حضُور
مَن مُکھ گنت گناونی کرتا کرے سو ہوئے
تا کی قیمت نہ پوَے جے لوچے سب کوئے
گوُر مت ہوئے تاں پائیے سچ ملے سُکھ ہوئے

۱۔ پانی کے بغیر مچھلی کے دِل میں جو درد اُٹھتا ہے اُسے خُدا ہی جانتا ہے۔
۲۔ خواہ حوض و تالاب پانی سے لبالب بھر جائیں، مگر پپیہا اُس میں سے ایک بُوند بھی نہیں پیتا۔
۳۔ پانی آگ کی تپش خُود سہتا ہے مگر دُودھ کو آنچ نہیں لگنے دیتا۔

سچا نیہوں نہ تُٹئی جے ستگوُر بھیٹے سوئے
گیان پدارتھ پائیے ترِبھوَن سوجھی ہوئے
نِرمل نام نہ وِیسرے جے گُن کا گاہک ہوئے
کھیل گئے سے پنکھنُوں جو چُگدے سرتَل
گھڑی کہ مُہت کہ چلنا کھیلن آج کہ کل
جس توں میلیں سو مِلے جائے سچا پِڑ مَل
بِن گوُر پریت نہ اُپجے ہومے مَیل نہ جائے
(۱) سوہنگ آپ پچھانیے سبد بھید پتیائے
گورمُکھ آپ پچھانیے اَور کی کرے کرائے
مِلیا کا کیا میلیئے سبد مِلے پتیائے
مَن مُکھ سوجھی نہ پوَے وِچھڑ چوٹاں کھائے
نانک دَر گھر ایک ہے اَور نہ دُوجی جائے

سری راگ، محلہ ۱ صفحہ ۵۹

۱۔ جب وہ کلمۂ حق کا راز دان ہوجاتا ہے تب اُس پر راز آشکار ہوتا ہے "میں" اور "حق" حقیقتاً ایک ہیں۔ سوہنگ = میں وہی ہوں جو حق ہے۔ انا الحق

۶۔ خُدا رسیدہ

خُدا رسیدہ، خُدا پرست یا گوُر مُکھ ہمیشہ حق و فہم کے سُخن ہی کہے گا۔ کیونکہ اُس نے خُود کو پُوری طرح خُدا کی رضا کے سُپرد کر رکھا ہے۔ وہ دُنیا سے بالکل لاتعلق ہے۔ وہ دُنیاوی خواہشات سے غیر مُتاثر اور بے نیاز ہے۔ شیطان اُس کے نزدیک نہیں جا سکتا کیونکہ اُس نے درگاہِ ایزدی میں پناہ لے رکھی ہے۔

اِس کے برعکس دُنیا پرست، خُود پرست یا مَن مُکھ حیات و موت کے چکر میں لگاتار چکر لگا رہا ہے۔ وہ اپنی ہر زندگی میں دُنیاوی خواہشات کی نااُمیدی و مایوسی میں ہی مُبتلا رہتا ہے۔

گورُو صاحب ہمیں تلقین کرتے ہیں کہ کلمۂ الٰہی کو اپنے باطن میں آشکار کریں۔ اور یہ آبِ حیات پی کر لافانی ہو جائیں۔ یہ کیفیت ہمیں رحمتِ جاوِداں اور وجد سے سرشار کر دے گی۔

یہ کیفیت مُرشدِ کامل سے بیعت ہو کر اُس کی صُحبت کے فیض سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر انسان مُرشد کی راہ پر مُستعدی سے گامزن رہے تو خُدا خُود اُس کی زبان سے گویا ہوتا ہے۔

مُرشدِ پاک کے مُبارک قدموں میں اپنے جسم و نفس کی مُکمل سپُردگی سے اِنسان کو اپنی رُوح کی یکسُوئی اور اپنے آپ یعنی خُود کے رمُوز کا راز مِل جاتا ہے۔ خُود کی پہچان خُدا کی پہچان تک لے جاتی ہے اور خُدا رسیدہ شخص خُدا کو ہر جگہ، ہر شے اور ہر ایک میں جلوہ گر دیکھنے لگتا ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ یہی راہِ نجات ہے اور یہی واحد راستہ ہے۔ گورُو صاحب اِس نظم کو مُرشد کی تعریف و توصیف سے ختم کرتے ہیں۔ اُن کا فرمان ہے کہ فقط مُرشد کی رحمت سے ہی وہ اُس نادِید خُدا کے دِیدار کے قابل ہوئے اور مایا، مغالطہ اور فریب سے مخلصی پائی۔

بوہے ساپرح متھیا نہیں رائی
چالے گوُر مکھ حکم رجائی
رہے اتیت سچے سر نائی
سہج گھر بیسے کال نہ جوہے
مَن مُکھ کو آوت جاوت دُکھ موہے
اپیو پیو اکتھ کتھ رہیئے
نج گھر بیس سہج گھر لہیئے
ہر رس ماتے ایہہ سُکھ کہیئے
گوُر مت چال نہچل نہیں ڈولے
گوُر مت ساپرح سہج ہر بولے
پیوے امرت تت رور وسے
(۱) ستگوُر دیکھیا دیکھیا لینی
(۲) مَن تن ار پیوَ انترگت کینی
(۳) گت مت پائی آتم چینی
بھوجن نام نرنجن سار
پرم ہنس سچ جوت اپار
جہہ دیکھو تہہ ایکنکار

۱۔ مُرشد کے دیدار کیئے۔ اُس سے رازِ حق پایا
۲۔ جسم وجاں اُس کی نذر کر کے رُوح کو یکسُو کیا۔
۳۔ رُوح کو پہچان کر رازِ حق پایا۔

نرہے نرالم ایکا سبح کرنی
پرَم پَد پایا سیوا گوُر چرنی
مَن تے مَن مانیا' چُوکی اَہنگ بھرمنی
اِن بِدھ کوَن کوَن نہیں تاریا
ہر جَس بھگت سنت نِستاریا
پَربھ پائے ہم اَور نہ بھاریا
ساچ محل گوُر اَلکھ لکھایا
نہچل محل نہیں چھایا مایا
ساچ سنتوکھے بھرَم چُکایا
جِن کے مَن وَسیا سچ سوئ
تِن کی سنگت گوُر مُکھ ہوئ
نانک ساچ نام مَل کھوئ

گوڑی' محلہ۔ا' صفحہ ۲۲۷۔۲۲۸

۷۔ ہنس اور بگلا

اِس نظم میں سمندر، ہنس، بگلا اور تالاب کی تمثیلات و تشبیہات کا استعمال کیا گیا ہے۔ مُرشد سمندر ہے جو موتیوں اور جواہرات سے پُر ہے۔ ہنس سے مُراد عاشقِ خُدا یا خُدا پرست ہے۔ اور بگلا ایک دُنیاوی یا خُود پرست اِنسان کی علامت ہے، جس کی تمام تر دِلچسپی دُنیاوی خواہشات پر مرکوز رہتی ہے تالاب، پُر غلاظت دُنیائے دَنی کو ظاہر کرتا ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ بندگانِ خدا اپنے مُرشد کے سہارے زندہ رہتے ہیں، جس طرح ہنس سمندر کے موتیوں پر زندہ رہتا ہے۔ اِس کے برعکس دُنیا پرست لوگ اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین و تکمیل میں اُلجھے رہتے ہیں (جیسے بگلے جوہڑ کے کیچڑ میں ہی لت پت رہتے ہیں) بندگانِ خُدا کا مقصد عرفانِ اِلٰہی ہوتا ہے جبکہ دُنیا پرست لوگوں کی توجہ لذّاتِ نفسانی پر لگی ہوتی ہے۔ پہلا حیات و موت کے چکر سے رہائی پا لیتا ہے جبکہ دُوسرا اِسی میں مُتواتر گھُومتا رہتا ہے۔ عشق کی کیف آور کیفیت میں مُرید، مُرشد میں محو و جذب ہو جاتا ہے۔ دونوں ہم آہنگ ہو کر ایک ہو جاتے ہیں۔ رُوح (ہنس) رحمان (سمندر) میں اِس طرح مِل جاتی ہے جیسے قطرہ سمندر میں اور سمندر قطرہ میں۔

گورُو صاحب اللہ تعالےٰ کو عاملِ حقیقی (سچا یوگی) قرار دیتے ہیں۔ جو اِنسانی طور پر لا بیاں ہے۔ تینوں جہان اُس کی رضا کے تحت ہیں۔ وہ تمام رحم و کرم کا سرچشمہ ہے۔ اِنسان و فرشتے سب اُسی کی پناہ میں ہیں۔ جب خُودی کا عذاب ختم ہو جاتا ہے تو عرفانِ الٰہی ہو جاتا ہے۔

موت ایک یقینی امر ہے۔ کوئی بھی ترکیب و تدبیر کسی کو موت کے پنجے سے نہیں بچا سکتی۔ لہٰذا حیاتِ اِنسانی کا یہ نادر موقعہ رایئگاں نہیں جانے دینا چاہیے۔ ہماری تمام تر کوشش کا رُخ مُرشد کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کی جانب ہونا چاہیے تاکہ حیاتِ اِنسانی کا اصل مقصد حاصل ہو جائے۔

گورُ ساگرُ رتنی بھر پُورے　　اَمرت سنت چُگھہ نہیں دُورے
ہر رَس چوگ چُگھہ پربھ بھاوے　　سرور مہہ ہنس پران پت پاوے
کیا بگ بپڑا چھپڑی نہائے　　کیچڑ ڈوبے مَیل نہ جائے
رکھ رکھ چرن دھرے ویچاری　　دُبدھا چھوڈ بھئے نرنکاری
مُکت پدارتھ ہر رَس چاکھے　　آون جان رہے گورُ راکھے
سرور ہنسا چھوڈ نہ جائے　　پریم بھگت کر سہج سمائے
(1) سرور مہہ ہنس ہنس مہہ ساگر　　اَکتھ کتھا گورُ بچنی آدر
سُن منڈل اِک جوگی بیسے　　نار نہ پُرکھ کہو کوؤ کیسے
تربھون جوت رہے لِو لائی　　سُر نر ناتھ سچے سرنائی
آنند مول اناتھ ادھاری　　گورُ مکھ بھگت سہج بیچاری

---

(1) سمندر میں ہنس اور ہنسوں میں سمندر ہے یعنی فُقرا تے کامل اُس بحرِ بے کراں، اللہ تعالےٰ میں سے آتے ہیں اور جب وہ اِس دُنیائے فانی میں عام لوگوں کی طرح رہتے نظر آتے ہیں تب بھی وہ اپنے اندر 'اُس' بحرِ بے کراں کو لیے ہوتے ہیں۔
آپ اگلی چند سطور میں بتاتے ہیں کہ وہ مالکِ کُل جو ذات ونسل سے بالا ہے مقامِ حق میں بیٹھا تمام کائینات کا اِنتظام کر رہا ہے۔ وہ سراپا سکُون ہے۔ تمام کائنات کی بُنیاد ہے اور تمام دیوی، دیوتا، حُور وملائک اُس ہی کے زیرِ حُکم ہیں۔

بھگت وَچھل بے ہن ہارے ہومے مار مِلے پگ دھارے
اَنِک جتن کر کال سَنتائے مَرن لکھائے مَنڈل مَہہ آئے
جنم پدارتھ دُبدھا کھووے آپ نہ چِینس بھَرم بھَرم رووے
کہَتو، پڑھتو، سُنتو ایک دِھیرج' دھرم' دھرنی دَھرٹیک
جَت سَت' سنجم رِدے سمائے چوتھے پد کو جے من پتیائے
ساچے نِرمل مَیل نہ لاگے گوُر کے سَبد بھَرم بھَو بھاگے
صُورت مُورت آد اَنُوپ نانک جاچے ساچ سرُوپ

دھناسری' محلہ۔ ا' صفحہ ۶۸۵۔ ۶۸۶

۸۔ نادر موقعہ

اِنسانی زندگی ایک نادر نعمت ہے۔ فُقرائے کامل ہی اِس کی اصل قیمت جانتے ہیں دُوسرے لوگ اِس کی قدر و قیمت سے ناواقِف ہونے کے باعث اِسے ضائع کر دیتے ہیں۔

اگر کسی شخص کو خُوش قسمتی سے مُرشدِ کامل مِل جائے تو وہ عشقِ مولےٰ میں شرابور ہو جاتا ہے تب اُسے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنا خُوش نصیب ہے۔

جب بندگانِ خُدا کے اِس جہان سے جانے کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے نیک اعمال کا سرمایہ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اُن کو درگاہِ ایزدی میں عزت و توقیر کا مُقام ملتا ہے۔

جو عشقِ خُدا سے سرشار ہوگا، وہی نفسِ اَمّارہ پر قابُو پا سکے گا اور یہ نعمت مُرشدِ عالی ہی عطا فرماتا ہے۔

گورُو نانک صاحب خُدا سے دُعا کرتے ہیں کہ چُونکہ وہ خُود اُن میں جلوہ گر ہے لہٰذا اُن کو نیک و پاک زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کرے۔

جو لوگ اُس مالک سے مُنہ موڑ لیتے ہیں، وہ شکوک و اوہام کی بھُول بھلیاں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اُن کے دِل گُناہوں سے داغدار ہوتے ہیں۔ وہ کشمکش و تذبذب کی موت مرتے ہیں۔ اُن کے دِل عشقِ الٰہی کے اِحساس سے محرُوم رہتے ہیں۔

نظم اِس دُعا کے ساتھ ختم ہوتی ہے " اے خُدا! مُرشدِ کامل کی زیرِ ہدایت زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ کلمۂ الٰہی کی نعمت حاصل ہو اور حیات و موت کے چکر سے نجات ملے۔"

مانس جنم دُلبھ گوُر مُکھ پایا مَن تن ہوئے چُلنبھ جے ستگوُر بھایا
چلے جنم سَوار وَکھر سچ لے پت پائے دَربار ستگوُر سبد بھے
مَن تَن سچ صلاح ساچے مَن بھایا لال رَتا مَن مانیا گوُر پوُرا پایا
ہو جیوا گن سار انتر توُ وسے توُ وسیں مَن ماہی سہجے رَس رسے
مُورکھ من سمجھائے آکھو کیتڑا گوُر مُکھ ہر گُن گائے رنگ رنگیتڑا
پت پت پر دے سمال پریتم آپنا جے چلہہ گن نال ناہیں دُکھ سنتاپنا
(۱) مَن مُکھ بُھرم بُھلانا نہ تِس رنگ ہے مَرسی ہوئے وِڈانا مَن تن بھنگ ہے
(۲) گوُرُ کی کار کمائے لاہا گھر آنیا گوُرُ بانی نِربان سَبد پچھانیا
(۳) اِک نانک کی اَرداس جے تُدھ بھاوسی مَیں دیجے نام نِواس ہَر گُن گاوَسی

سُوہی محلہ ۱ صفحہ ۷۵۱-۷۵۲

۱۔ خود پرست اِنسان اوہام میں مُبتلا ہے، شکوک کا شِکار ہے وہ وصالِ حق کا لُطف نہیں لے سکتا اور آخرش پریشان و پشیمان ہو کر مرتا ہے۔

۲۔ کلمۂ الٰہی کی پاک نِدا جو مادّیت کی تمام آلائشوں سے پاک ہے، اُسی کے ذریعہ اُس کُل مالک سے آگاہی ہوئی۔

۳۔ اے اللہ تعالےٰ! میری اِلتجا ہے کہ تُو مُجھ پر کرم کر اور اپنے اسمِ اعظم میں جگہ دے تاکہ میں ہمیشہ تیری عظمت کے گیت گاتا رہوں۔

۹۔ مُرشد کو خراجِ عقیدت

یہ نظم مُرشدِ عالی کو خراجِ عقیدت ہے، جو ایک غُلام کا اپنے آقا کو مُخاطب کر کے ایک فردانہ گُفتگو کی صنف وصُورت میں پیش کی گئی ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ نہ صرف وہ خُود بلکہ اُس کے ماں باپ بھی غُلام تھے یعنی وہ غُلاموں کی اولاد ہے۔

تب مُرید برمُلا کہتا ہے کہ وہ مُرشد کی رضا میں ہر طرح اُس کی خدمت بجا لائیگا۔ اگر مُرشد پیاسا ہوگا تو پانی بھر کر لائے گا۔ اگر اُسے بُھوک لگے گی تو اُس کے کھانے کے لیے آٹا پیسے گا۔ گرمی ہوگی تو اُسے پنکھا کرے گا اور وہ تھکا ماندہ ہوگا تو اُس کے پاؤں دبائے گا۔ آخر میں وہ کہتا ہے کہ وہ کسی طور بھی مُرشد کے لائق نہ تھا۔ مگر مُرشد نے اپنی رحمت سے اُس پر یہ کرم فرمایا ہے۔

گورُو نانک صاحب اِس نظم میں اِنتہائی عقیدت وعاجزی کے جذبہ کے تحت مُرشد ومالک کو ایک ہی قرار دیتے ہیں۔

مُل خریدی لالہ گولا میرا ناؤں سبھاگا
گورُ کی بچنی ہاٹ بِکانا جِت لایا تِت لاگا
تیرے لالے کیا چترائی، صاحب کا حُکم نہ کرنا جائی
ماں لالی پِٹو لالہ میرا، ہنو لالے کا جایا
لالی ناچے لالہ گاوے بھگت کروں تیری رایا
پیئے تاں پانی آنی میرا کھاہے تاں پیسن جاؤ
پکھا پھیری پیر مَلو وا جپت رہا تیرا ناؤ
لُون حرامی نانک لالہ بخشئے تُدھ وڈیائی
آد جُگاد دیا پَت داتا تُدھ بن مُکت نہ پائی

مارو، محلہ ا، صفحہ ۹۹۱

۱۰۔ بحرِ خوفناک

گورُو نانک صاحب اِس نظم میں ہماری اِس دُنیا کی بڑی نمایاں تمثیل بیان کر رہے ہیں۔ وہ دُنیا کے لوگوں کی پُر درد اور دِگرگوں حالت کی بڑی مؤثر تصویر پیش کر رہے ہیں۔ آپ اِس دُنیا کو ایک خوفناک سمندر سے تشبیہ دیتے ہیں، جس میں ہمارے اعمال کے بارِ گراں سے لدی ہمارے نفس (مَن) کی کشتی بغیر چپّو کے بہتی چلی جا رہی ہے۔ یہ ایسا بحرِ بے کراں ہے جس کا نہ یہ کنارہ نظر آتا ہے اور نہ وہ۔ کوئی نہیں جانتا کہ اِس دُنیا کا آغاز کب ہوا اور انجام کب ہوگا۔ اِس کشتی کا نہ تو کوئی چپّو ہے اور نہ ہی کوئی ملّاح۔ اِن حالات میں اِس خوفناک بحرِ ظلمات سے پار اُترنے کی کیا اُمید کی جا سکتی ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں، یقیناً ایک راستہ ہے۔ اگر بے یار و مددگار مُسافر کو مُرشدِ کامل مِل جائے تو وہ اُس کی کشتی کو پار لگا دے گا۔ وہ اُس کا ملّاح بن جائے گا اور کلمۂ الٰہی چپّو کا کام دے گا۔ وہ مُسافر جونہی اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے گا، اِس خوفناک بحرِ ظلمات کے طوفان، آفات و خطرات سے ہمیشہ کے لیے بچ جائے گا۔ یعنی اُسے ہمیشہ کے لیے حیات و موت کے چکر سے نجات مِل جائے گی۔ وہ وقت و مقام، حدُود و بند کی قید سے بھی آزاد ہو جائیگا۔ اُسے مُتوازن و پُرسکون رُوحانی کیفیت (سہج اوستھا) حاصل ہوگی، جو اُسے انتہائی پاک مسرّت و خوشی سے سرشار کر دے گی۔

گورُو صاحب اِس حقیقت کو بھی واضح کرتے ہیں کہ نفس ہمیشہ کلمۂ الٰہی کے آبِ حیات کو پی کر ہی بس میں آتا ہے۔ اُسے سدا کے لیے دبا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ خُودی جو نفس کو زہر آلودہ کرتی ہے، عرفانِ حق کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔ کلمۂ الٰہی کے مَن میں بسنے سے خُودی کی جڑ کٹ جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نظم کے آخر میں گورُو صاحب رُوح کو طوطے اور جسم کو اُس پنجرے سے تشبیہہ دیتے ہیں، جس میں وہ طوطے کی مانند قید ہے۔ رُوح کا یہ طوطا اگر حقیقت کا دانہ چُگے اور حق کا آبِ حیات پیئے تو اِس جسمانی پنجرے کی قید سے نجاتِ دائمی پا سکتا ہے۔

(۱) بِکھ بوہتھا لادیا دِیا سمُند مُنجھار
(۲) کَندھی دِس نہ آوئی نہ اُروار نہ پار
(۳) وَنجھی ہتھ نہ کھیوٹو جَل ساگر اُسرال
بابا جَگ پھا تھا مہا جال
گورُ پر سادی اُبرے سچا نام سَمال
ستگورُو ہے بوہِتھا سَبد لنگھاون ہار
(۴) تِتھے پوَن نہ پاوکو نہ جَل نہ آکار
(۵) تِتھے سچا سَچ نائے بھوجَل تارن ہار

۱۔ زہر (گناہوں) سے بھرا جہاز (اِنسان) سمندر (دُنیا) میں چل رہا ہے۔

۲۔ اِس خوفناک بحرِ ظلمات کا نہ یہ کنارہ نظر آتا ہے نہ وہ۔

۳۔ اس کشتی کا نہ کوئی ملاّح ہے، نہ چپّو و بادبان ہے۔

۴۔ جہاں یہ کلمۂ الٰہی ہے، وہاں پانچ عناصر نہیں ہیں۔

۵۔ پار لگانے والا یہ کلمۂ الٰہی کا (نوری) جہاز پانچ عناصر (کی مادّیت) سے بالا و بعید ہے

(۱) گورمُکھ لنگھے سے پار پئیے سچے سیوں لو لائے
(۲) آواگون نِواریا جوتی جوت مِلائے
گورمتی سہج اُوپجے سچے رہے سمائے
(۳) سپ پڑائی پا ئیے بِکھ انتر مَن روس
پُورب لِکھیا پائیے کِس نُوں دیجئے دوس
(۴) گورمکھ گارُڑ جے سُنے مَنے ناؤں سنتوس
(۵) ماگر مچھ پھہائیے کنڈی جال وتائے
(۶) دُرمت پھاتھا پھاہیئے پِھر پِھر پچھوتائے
جمن مرن نہ سُجھئی کِرت نہ میٹیا جائے

۱۔ مُرشدِ کامل سے بیعت شُدہ کلمۂ الٰہی کا شاغل اِس خوفناک بحرِ ظلمات سے پار ہو جاتا ہے۔
۲۔ وہ حیات و موت کے چکر سے نجات پاکر مالکِ کُل میں جذب ہو گئے۔

۳۔ پٹاری میں بند سانپ کا زہر و غُصّہ ختم نہیں ہوتا یعنی نفس زبردستی یا جبر سے قابُو میں نہیں آتا۔
۴۔ سپیرا سانپ کا زہر دُور کر دیتا ہے۔ اِسی طرح مُرشد نفس کو قابُو میں کر لیتا ہے۔
۵۔ مگر مچھ گوشت کے لالچ میں کانٹے کو بھی نگل جاتا ہے جو اُسکے گلے میں جاکر پھنس جاتا ہے۔
۶۔ صُحبتِ بد کا شِکار اِنسان رنج و آلام کے صدمے سہتا ہے۔

ہوئے بکھ پائے جگت اُپائیا۔ سبدؤ سے بکھ جائے
(۱) جُراجوہ نہ سکئی سَیچ رہے لِو لائے
جیوَن مُکت سو آکھیے جس وِچہ ہومے جائے
دَھندے دھاوت جگ بادھیا نہ بُوجھے وِیچار
جَمن مَرن وِساریا مَن مُکھ مُگدھ گوار
گورُ راکھے سے اُبرے سچا سَبد وِیچار
(۲) سُوہٹ پِنجر پریم کے بولے بولن ہار
(۳) سَیچ چُگے اَمرت پیئے اُڈے تا ایکا وار
گورُ مِلیئے خصم پچھانیئے کہہ نانک موکھ دوار   مارُو محلہ ا صفحہ ۱۰۰۹-۱۰۱۰

۱۔ جُرا: بڑھاپا۔ مُرشد کے عطا کئے کلمۂ الٰہی میں محویت سے بڑھاپا نزدیک نہیں آتا یعنی انسان ہمیشہ چوکنا و خبردار رہتا ہے۔

۲۔ سُوہٹ: طوطا۔ طوطا (رُوح) پنجرے (جسم) کے لگاؤ میں پھنسا ہوا سُکھ دُکھ کئی قسم کی بولی بولتا ہے۔

۳۔ اگر یہ طوطا (رُوح) باطن سے حقیقت، کلمۂ الٰہی کا دانہ چُگے یعنی رُوحانی عمل کرے تو اِس جسمِ اِنسانی کے پنجرے کی قید سے نجاتِ دائمی پاسکتا ہے۔

۱۱۔ مُرشدِ کامل کے بغیر نجات نہیں

دُنیا میں ہمارے تمام رشتہ داروں میں سے کوئی بھی ہمارا سچا رشتہ دار نہیں کیونکہ کوئی بھی ہمیشہ ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔ فقط خُدا ہی ہمارا واحد حقیقی رشتہ دار ہے، جسے صرف مُرشدِ کامل کے مہر و کرم سے ہی پایا جا سکتا ہے۔

گورُو صاحب مُرشد کی مزید تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مُرشد کی اِمداد کے بغیر حیات و موت کے مصائب کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

گورُو صاحب رُوح کو دُلھن اور خُدا کو دُولھا سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بس یہی رشتہ دائمی ہے۔ دُلھن، اپنے 'خاوند' کی پناہ میں ہمیشہ خوشی و سُرور کا اِحساس کر سکتی ہے یعنی جب رُوح کو ایک بار خُدا تک رسائی مِل جاتی ہے تو وہ پھر کبھی اُس سے جُدا نہیں ہوتی۔

مُرشدِ کامل وہ ملاح ہے جو اِس بحرِ ظُلمات سے پار کرنے کے لیے لوگوں کو متواتر دعوت دیتا رہتا ہے۔

اِس نظم کو گورُو صاحب یہ کہتے ہوئے ختم کرتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی بھی بُرا نہیں اور کبھی بھی بس اپنے آپ کو ہی اچھا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اِنسان خُودی کو ختم کر کے ہی رُوحانی عرُوج تک پہنچ سکتا ہے۔

نہ بھیَنیاں بھرجائیاں نہ سَے سُسُڑیاہ
سچا ساک نہ تُٹئی گورُ میلے سَیاہ
بَلِہاری گورُ آپنے سَد بلہارے جاؤں
گورُ بن ایتا بھو تھکی گورُ پِر میلم رِتم مِلائے
پھُوپھی نانی ماسیا دیر جِٹھانڑ یاہ
(۱) آوَن وجھن نہ رہن پُور بھرے ہِنیاہ

۱۔ تمام رشتہ دار (چھوڑے) جار ہے ہیں کوئی بھی یہاں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

ماھے تے مامارنیا	بھائر باپ نہ ماؤ
ساتھ لڈّے تن ناٹھیا	بھیڑ گھنی دریاؤ
۱۔ ساچو رنگ رنگاولو	سکھی ہمارو کنت
سچ وچھوڑا نہ تھیئے	سوسہو رنگ رَوَنت
سبھے رُتی چنگیا	جت سچے سیو نیہو
(۲) سا دھن کنت پچھانیا	سُکھ سُتی نس ڈیہو
(۳) پتن کوکے پاتنی	ونجھو دھرک ولاڑ
(۴) پار پوندڑے ڈٹھ میں	ستگور بوہتھ چاڑ
ہکنی لدیا ہک لد گئے	ہک بھارے بھر نال
جنہی سچ ونجیا	سے سچے پربھ نال
نہ ہم چنگے آکھیئے	بُرا نہ دسے کوئے
نانک ہومے ماریئے	سچے جیہڑا سوئے

ماروُ محلہ ۱۔ صفحہ ۱۰۱۵

۱۔ وہ خُدا ہی حقیقی، دائمی اور لافانی محبُوب ہے۔

۲۔ جو رُوح (دُلھن) خُدا (خاوند) کو پہچان لیتی ہے وہ دن رات سدا سُکھی رہتی ہے

۳۔ ملّاح (مُرشدِ کامل) آواز دیتا ہے کہ جسے بھی دریا (بحرِ ظلمات) سے پار اُترنا ہے، وہ دوڑ کر چلا آئے۔

۴۔ میں نے دیکھا ہے کہ مُرشد کے جہاز پر چڑھ کر رُوحیں بحرِ ظلمات سے پار اُتر رہی ہیں۔

۱۲۔ مالکِ کُل اور مُرشدِ کامل

یہ نظم وحدت الوجُود کے نظریہ و تصوّر کے تحت شروع کی گئی ہے۔ وہ قادرِ مُطلق اس ظاہرہ دُنیا کے پسِ پردہ اصل حقیقت ہے۔ وہ خُود ہی خالق ہے۔ اور خُود ہی تخلیق وہ خُود ہی مُرشدِ حقیقی ہے اور خُود ہی مُتلاشیِ حق۔ دراصل وہ اِس تمام کائنات میں، اِس کے جوہر کی مانند، ہر جگہ سمایا ہُوا ہے۔ لہٰذا خُدا کہیں دُور نہیں، وہ ہمارے قریب سے قریب تر ہے۔

یہ علم و آگہی مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی ہوتی ہے۔ مُرشدِ کامل مُرید کو کلمۂ الٰہی کے رمُوز بتلاتا و سِکھلاتا ہے۔ تب مُرشدِ کامل کی صُحبت کے فیض سے مُرید لافانی دولت یعنی نجاتِ آخری پانے کے قابل ہوجاتا ہے۔

ہر زمانہ مُرشدانِ کامل کی موجُودگی و رحمت سے فیض یاب ہوتا رہا ہے۔ دُنیا کبھی بھی اُن کی موجُودگی سے محرُوم نہیں رہی۔ وہ نہ صرف خُود گُناہوں کے داغ سے پاک ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے مُریدوں کو بھی گُناہوں کی تمام غلاظت سے پاک و صاف کر دیتے ہیں۔

یہ نظم ہمیں تنبیہہ کرتی ہے کہ زندگی مُختصر ہے۔ عرصۂ حیات کم و قیمتی ہے اِسے فضول گپ شپ و بہتان تراشی میں ہی ضائع نہیں کر دینا چاہیئے۔

گوُرُو صاحب زور دے کر فرماتے ہیں کہ فقط مُرشدِ کامل کے عنایت کیئے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی وصالِ حق مُمکن ہے۔ مذہبی کُتُب کے مُطالعہ و حِفظ سے پانچوں بد خصلتوں سے خلاصی نہیں ہوسکتی۔ جب تک مُرشد کی مہر نہیں ہوتی، اِنسان قعرِ نارِ جہنم سے کسی طور بچ نہیں سکتا۔

نظم اِس بیان پر ختم ہوتی ہے کہ مُرشدِ کامل نہ صرف خُود ہی بوجہ خُدارسیدہ ہونے کے نجات حاصل کر لیتا ہے بلکہ وہ اپنے آبا و اجداد و پیروکاروں کو بھی نجات دِلا دیتا ہے۔

آپے کرتا پُرکھ بِدھاتا — جِن آپے آپ اُپائے پچھاتا
آپے ستگورُ آپے سیوک — آپے سرسٹ اُپائی ہے
آپے نیڑے ناہی دُورے — بُوجھے گُورمُکھ سے جن پُورے
تِن کی سنگت اَہنس لاہا — گورُ سنگت ایہہ وڈائی ہے
جُگ جُگ سنت بھلے پربھو تیرے — ہرگُن گاویہہ رسن رسیرے
اُستت کریں پرہر دُکھ دالَد — جِن ناہی چنت پرائی ہے
اوے جاگت رہیں نہ سوتے دیسہہ — سنگت کُل تارے ساچ پریسہہ
(۱) کل مَل میل ناہیں تے رز مل — اوے رہیں بھگت لو لائی ہے
بُوجھہُ ہر جن ستگورُ بانی — ایہہ جو بن ساس ہے دیہہ پُرانی
آج کال مَر جائیے پرانی — ہر جپ جپ ردے دِھیائی ہے
(۲) چھوڈو پرانی کُوڑ کباڑا — کُوڑ مارے کال اُجھا ہاڑا
(۳) ساکت کُوڑ پیچھہ من ہومے — دوہو مارگ پچے پچائی ہے
چھوڈیہہ نِندا تات پرائی — پڑھ پڑھ دَجھہ سات نہ آئی
مل ست سنگ نام صلاحو — آتم رام سکھائی ہے
(۴) چھوڈو کام کرودھ بُریائی — ہومے دھند چھوڈو لپٹائی
ستگورُ سرن پرو تاں اُبرو — اِیوں تر سیے بھوجل بھائی ہے

۱۔ اُن کو گُناہوں کا داغ نہیں لگا۔ وہ پاک ہیں اور ہمیشہ خُدا سے لَو لگائے رکھتے ہیں

۲۔ جھُوٹ اور فضُول باتوں کو چھوڑو۔ جھُوٹے اور فریبی اِنسان کو ملک الموت بڑے شوق اور چاؤ سے مارتا ہے۔

۳۔ خُدا سے مُنکر اِنسان جھُوٹ، خُودی اور دُوئی کی راہ پر چلتے ہیں۔

۴۔ غُصّہ، خواہشاتِ نفسانی، خُودی بدی اور مکر و فریب کو ترک کرو۔

(۱) آگے بمل ندی اگن بکھ جھیلا — تتھے اور نہ کوئی جیو اکیلا
(۲) بھڑ بھڑ اگن ساگر دے لہری — پڑ ڈ جھیں مَن مُکھتائی ہے
گورُ پہ مُکت دان دے بھلنے — جن پایا سوئی پدھ جلنے
جن پایا تن پوُچھو بھائی — سُکھ ستگُور سیو کمائی ہے
گورُ بن اُرجھ مریہہ بیکارا — جم سر مارے کرے خوارا
بادُکھے مُکت ناہی نر بندک — ڈد بے زند پُر ائی ہے
(۳) بولو ساچ پچھانو اندر — دُور ناہی دیکھو کر تندر
(۴) بگھن ناہی گورُ مُکھ تر تاری — ایویں بھو جل پار لنگھائی ہے
(۵) دیہی اندر نام رنواسی — آپے کرتا ہے ابناسی

۱۔ جہنم کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آگے سراپا آگ کا دریا ہے، جس میں سے زہر کے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔

۲۔ بے پیر جلتی ہوئی آگ کے سمندر میں جل جاتا ہے۔

۳۔ راہِ حق پہ چلو۔ خُدا کو اپنے اندر پہچانو۔ وہ دُور نہیں۔ اپنے گوشِ باطن سے اُسکی ندا کو سُنو

۴۔ مُرشدِ کامل کے ذریعہ بحرِ ظلمات کو پار کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں آئے گی۔

۵۔ وہ 'نام' یا کلمہ جو خالق ہے لافنا ہے، جسم میں مقیم ہے۔ گورُو صاحب نے دیگر کئی جگہ بھی 'نامِ خُدا' اور خُدا کا ایک ہی معنوں میں استعمال کیا ہے آپکی 'نام' سے مُراد کوئی لفظ نہیں، بلکہ خالق کی قوّتِ تخلیق سے ہے، جو کائینات کی تخلیق کرکے اُسکے ذرہ ذرہ میں سما گئی ہے اور ہر جاندار کے اندر جلوہ گر ہے۔

(۱) نہ جیو مَرے نہ ماریا جائیٔ — کر دیکھے شبد رجائی ہے
اوہ نِرمل ہے ناہِیں اندھیارا — اوہ آپے تخت بہے سچیارا
ساکت کُوڑے بندھ بھولیئے — مر جنمے آئی جائی ہے
گورُ کے سیوک ستگورُ پیارے — اوئے بیسہہ تخت سو شبد وچارے
(۲) تت لہیہ اَنترگت جانے — ست سنگ ساچ وڈائی ہے
(۳) آپ ترے جن پِتراں تارے — سنگت مُکت سو پار اُتارے
(۴) نانک تِس کا لالہ گولا — جن گورُ مکھ ہر لِو لائی ہے

(مارو، محلہ ا صفحہ ۱۰۲۵-۱۰۲۶)

۱۔ رُوح لافنا ہے۔ خُدا اپنے 'شبد' 'کلمہ' 'نام' یا 'حُکم' کے مُطابق جیسا چاہتا ہے دُنیا (کو چلاتا) کا اِنتظام کرتا ہے اور خُود ہی اُس کی حِفاظت و نگہبانی بھی کرتا ہے۔

۲۔ مُرشدِ کامل کے مُرید باطن میں ہی خُدا سے وصال کر لیتے ہیں۔ اُن کو اصل جوہرِ حقیقت صُحبتِ صالح (ست سنگ) سے حاصل ہو جاتا ہے۔

۳۔ مُرشدانِ کامل یا بندگانِ خُدا خُود بھی اِس بحرِ ظُلمات سے پار اُتر جاتے ہیں اور اُن کی صُحبت کے فیض سے اُن کی نسلیں اور مُرید بھی نجات پا جاتے ہیں۔

۴۔ جو نیک اِنسان اپنے مُرشد کامل کے زیرِ حُکم مالکِ کُل سے لَو لگاتے ہیں میں نانک اُن کا غُلام بے دام ہوں اور اُن پہ قُربان ہوں۔

۱۳۔ مُرشد سے دُعا

یہ نظم مُرشدِ کامل کے لیے عقیدت و احسان کے جذبات سے پُر ہے۔ وہ مالکِ کُل کی مانند ہی مُکمل و اکمل ہے۔ دراصل گورُو صاحب نے اِس نظم میں مالک و مرشد کو ایک کہا ہے۔ تمام کائینات مُرشد کے زیرِ حُکم ہے۔ ہر جگہ اُسی کی رضا، حُکم یا سِکّہ چلتا ہے۔ مُرشد ہی باطن کے خوبصورت طبقات کو مُرید پر آشکار کرتا ہے۔ مُرشد ہی مُرید کو باطن کے آبِ حیات کو پینے کے قابل بناتا ہے۔ مُرشد ہی مُرید کا باطن میں، دسواں دوار، تیسری آنکھ، نُقطۂ سویدا کھولتا ہے۔ وہ اُس پر باطن کے دِلکش نُور اور پانچ نغمات کا راز بھی افشا کرتا ہے۔ دُنیاوی یا خُود پرست انسان ہمیشہ نفس، غُصّہ، لالچ، غرُور اور لگاؤ ــــ پانچ بُرائیوں کے غلبہ کے تلے دبا رہتا ہے، جبکہ مُرشدِ کامل کا مُریدؔ اِن پر فتح پا چُکا ہوتا ہے۔ لہذا فقط مُرشدِ کامل ہی یہاں اور وہاں دونوں جہان میں ہمارا حقیقی ہمدرد، دوست اور مہربان نگہبان ہے۔

سَرن پڑے گورُ دیو تُمہاری　　تُو سَمرتھ دیال مُراری
تیرے چوج نہ جانے کوئی　　تو پُورا پُرکھ بدھاتا ہے
تو آد جُگادکر یہہ پرت پالا
گھٹ گھٹ رُوپ انُوپ دیالا
جیوں تُدھ بھاوے توے چلاوے　　سب تیرو کیا کماتا ہے
انتر جوت بھلی جگ جیون
سب گھٹ بھوگے ہرس پیون
آپے لیوے آپے دیوے تہہُ لوئی　　جگت پِت داتا ہے
جگت اُپائے کھیل رچایا
پَونے پانی اگنی جیو پایا
دیہی نگری نو دروازے　　سو دسواں گُپت رہاتا ہے

چار ندی اُگنی اُسرالا
کوئی گورُمُکھ بُوجھے سَبد نِرالا
ساکت دُرمت ڈُوبہہ داجھہہ گورُ راکھے ہَر لِوراتا ہے۔
اُپ تیج واتے پِرتھمی آکاسا
تن مہہ پنج تَت گھر واسا
ستگورُ سبدِ رَہے رنگ راتا تج مایا ہومے بھَراتا ہے
اِیہہ مَن بھیجے سَبد پتیجے
بِن ناوے کیا ٹیک ٹکیجے
اَنتر چور مُہے گھر مَندر اِن ساکت دُوت نہ جاتا ہے
دُندر دُوت بھُوت بھیہالے
کِھچو تان کریں بے تالے
سَبد سُرت بِن آوے جاوے پَت کھوئی آوت جاتا ہے
کُوڑ کلَر تن بھسمے ڈھیری
بِن ناوے کیسی پَت تیری
باَدھے مُکت ناہی جُگ چارے جَم کِنکر کال پراتا ہے
جَم دَر بادھے مِلے سجائی
تِس اپرادھی گت نہی کائی
کرن پَلاو کرے بِلاوے جِیوں کُنڈی مین پراتا ہے
ساکت پھانسی پڑے اَکیلا
جَم وَس کیا اَندھ دُہیلا
رام نام بِن مُکت نہ سُوجھے آج کال پَچ جاتا ہے
ستگورُ باجھ نہ بیلی کوئی
ایتھے اوتھے راکھا پربھ سوئی

رام نام دیوے کر کرپا ایوں سِلبے سَکل مِلاتا ہے
بھُوے سِکھ گورُد سمجھائے
اُجھڑ جاندے مارگ پائے
تِس گورُ سیو سَدا دِن راتی دُکھ بھنجن سنگ سَکھاتا ہے
گورُ کی بھگت کرے کیا پرانی
بَرہمے اندر مہیس نہ جانی
ستگور الکھ کہو کیو لکھیئے جس بخشے تِسے پچھاتا ہے
اَنتر پریم پراپت دَرسن
گورُ بانی سیوں پریت سو پرسن
اَہنَس بزمل جوت سبائی گھٹ دِیپک گورُ مکھ جاتا ہے۔
بھوجن گیان مہارَس میٹھا
جِن چاکھیا تِن دَرسن ڈیٹھا
دَرسن دیکھ ملے بیراگی مَن مَنسا مار سماتا ہے
ستگورُ سیوے سو پردھانا
تِن گھَٹ گھَٹ اَنتر برہم پچھانا
نانک ہَرجس ہَرجن کی سنگت دیجئے جِن ستگورُ ہر پَربھ جاتا ہے۔

مارو محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۱-۱۰۳۲

۱۴۔ گھر میں گھر

گورُو نانک صاحب اِس نظم میں مُرشدِ کامل کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مُرشدِ حقیقی وہ ہے، جو مُرید کو جسم میں ہی اُس کا مقامِ حقیقی دِکھا دے۔ جسمِ انسانی وہ دِلکش و نرالا محل ہے، جس میں پانچ آسمانی نوبتیں گُونج رہی ہیں۔ اِس میں نہ صرف بے حد وسیع و خوبصُورت رُوحانی کائنات ہی موجُود ہے بلکہ اِس میں 'انحد شبد' کا نغمۂ الٰہی بھی گونج رہا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ باطن میں ہی وہ شہنشاۂ اعظم، اللہ باری، اپنی تمام شان و شوکت سے جلوہ افروز ہے۔

اِس مقامِ حقیقی کو جانے کی راہ، شہ رگ (سُکھمنا ناڑی) اور رشُن منڈل) لاہُوت سے ہو کر جاتی ہے۔ اور مُکمل سُکون و سُرور کی مُتوازن کیفیت (سہج اوستھا) میں پہنچ کر قرار پا جاتی ہے۔ اُس مقام پر نفس کی تمام خواہشات ختم ہو جاتی ہیں اور اُس کا باہری دُنیا میں بھٹکنا بند ہو جاتا ہے۔ تب رُوح اُس مالکِ کُل میں سما جاتی ہے۔ بندگانِ خُدا کا ذاتی مقامِ حقیقی یہی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ گورُو صاحب نے اِس نظم کو ایک خاص موقعہ پر قلمبند کیا تھا۔ گورُو نانک صاحب کی مُلاقات اپنی ایک سیاحت کے دوران شیخ بابا فرید صاحب کے ایک جانشین شیخ اِبراہیم سے ہوئی تھی۔ رُوحانی اُمور پر تبادلۂ خیالات کے دوران شیخ اِبراہیم نے گورُو صاحب سے عرض کیا کہ اِنسان کے اصل رُوحانی مقام کے متعلق روشنی ڈالیے۔ گورُو صاحب نے جواب میں مندرجہ ذیل نظم تخلیق کی اور اپنے اِن خیالات کا اِظہار کیا۔

گھرُ میں گھرُ دِکھلائے دے سو ستگورُ پرُکھ سُجان
پنچ سَبد دُھنکار دُھن تہہ باجے سَبد نیسان

(۱) دیپ لو پاتال تہ کھنڈ منڈل حیران
(۲) تار گھور با جنتر تہہ ساچ تخت سُلطان
(۳) سُکھمن کے گھر راگ سُن سُن منڈل لو لائے
اُکتھ کتھا بیچار یئے منسا منہہ سمائے
(۴) اُلٹ کمل امرت بھریا ایہہ مُن کتہو نہ جائے
(۵) اَجپا جاپ نہ وِیسرے آد جُگاد سمائے
(۶) سب سکھیاں پنچے ملے گورُ مکھ نج گھر واس
(۷) سبد کھوج ایہہ گھر لہے نانک تا کا داس

ملار دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۱۲۹۰-۱۲۹۱

۱۔ وہاں ایسے نرالے طبقات و کُرّہ جات ہیں کہ جنکو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔
۲۔ جہاں وہ سُلطان (خُدا) تخت پر جلوہ افروز ہے وہاں ندائے آسمانی کی پُرتاثیر و پُرزور گونج اُٹھ رہی ہے۔
۳۔ شاہ رگ (سُکھمنا) میں ندائے حق کو سُننے سے عالمِ لاہوت (سُن منڈل) میں لَو لگ جائے گی اور مالک کے گھر، مقامِ حق کی راہ کھُل جائے گی۔

۴۔ 'ہردے کمل'، غنچۂ باطن سیدھا ہو جاتا ہے۔ اِس میں کلمہ یا نامِ خُدا کا آبِ حیات بھر جاتا ہے جس سے نفس (مَن) ساکن و پُر سکون ہو جاتا ہے۔
۵۔ بغیر بجائے بج رہے 'انحد ندا' کو اَجپا جاپ کے نام سے پُکارا ہے۔ جس سے مُنسلک ہو کر اِنسان کائینات کے مخزن، اُس مالکِ کُل میں جذب ہو جاتا ہے۔
۶۔ مُرشدِ کامل کی رحمت و رہنمائی سے ذاتی مقام میں قیام ہو جاتا ہے اور وہاں کئی خُدا رسیدہ رُوحوں سے مُلاقات ہو جاتی ہے۔
۷۔ جو بھی مُتلاشیٔ حق مُرشد عالی سے کلمۂ الٰہی کا راز لے کر اور جُستجُو کر کے ذاتی مقام پر پہنچ گیا ہے، نانک اُس کا غُلام ہے۔

۱۵- مولے و مُرشد

بُنیادی طور پر یہ نظم خُدا کی تعریف میں اُس کی عظمت و شان بیان کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ نظم کا آخری حِصّہ وصالِ خُدا کے لیے مُرشد کے کردار کو بیان کرتا ہے۔

خُدا کی درگاہ کے دروازہ پر بڑے بڑے پیر، پیغمبر، دیوی دیوتا، فرشتے، اوتار بھی دست بستہ ہیں۔ اُن میں بڑے بڑے مُجرّد (برہم چاری)، جَتی سَتی، تیاگی اور یوگی بھی شامل ہیں۔ وہاں لاتعداد عظیم ہستیاں تصوّر میں محو، عقیدت کا مُجسّمہ بنی بیٹھی ہیں۔ حیران کُن کرشمانی قُوتوں کے مالک لاتعداد سِدّھ بمعہ اپنے چیلوں کے با ادب کھڑے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں جِنّ و ملائک اُس مالکِ کُل کے حُکم کے مُنتظر ہیں۔

گورُو صاحب نظم کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کی ہدایات کے بغیر کوئی بھی سکُونِ قلب نہیں پا سکتا۔ مُرشدِ حقیقی کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی شغل کے بغیر کوئی بھی خُدا کی درگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جت دَر لکھ محُمدا لکھ برہمے بِسن مَہیس
لکھ لکھ رام وَڈیرئیے لکھ راہی لکھ وِلیس
لکھ لکھ اوتھے جَتی ہے سَتیہہ تسے سنیاس
لکھ لکھ اوتھے گورکھا لکھ لکھ ناتھا ناتھ
لکھ لکھ اوتھے آسناں گورُ چیلے رہ راس
لکھ لکھ دیوی دیوتے لکھ دانو لکھ بِداس
لکھ پیر پیغمبر اَولیے لکھ قاضی مُلّا شیخ
کہے سانت نہ آئیا بِن ستگورُ کے اُپدیس

سادھک سِدّھ اگنت ہے کیتے لکھ اَپار
اِتیئڑیاں اَپو تر تے ،بن ستگوُر کے سَبد وِیچار
سَر ناتھاں کے ایک ناتھ ست نام کرتار
نانک تا کی قیمت نہ پُوسے' بےانت بے شُمار
آدگرنتھ' بیڑ بھاگ' بنو والی*

* ایم۔ اے۔ میکالف کا ترجمہ
(دی سِکھ ریلیجن ۔ ۴۰-۱)

کلمۂ الٰہی

ا۔ کلمۂ الٰہی کی عظمت

بوقتِ موت جِسم تو جَل کر راکھ ہو جاتا ہے یا مٹی میں مِل کر خاک ہو جاتا ہے۔ مگر نفس (مَن) دُنیاوی آلائشوں سے آلودہ ہوتا ہے۔ ہمارے اعمال ہم پر حاوی ہوتے ہیں۔ جھُوٹ و فریب کی جیت ہوتی ہے۔ کلمۂ الٰہی سے رابطہ نہ ہونے کے باعث ہم حیات و موت کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔ گورُو نانک صاحب بار بار تاکید کرتے ہیں کہ جب تک ہم مُرشدِ کامل کی ہدایت کے مُطابق باطن میں کلمۂ الٰہی سے مُنسلک نہیں ہوتے، ہمارا حیات و موت کا چکر کبھی ختم نہ ہوگا۔

دراصل وہی جسمِ اِنسانی پاکیزہ ہے جس میں کلمۂ الٰہی جلوہ گر بھی ہے اور نغمہ سرا بھی۔ ایسے قالبِ انسانی والا شخص ہمیشہ وَجد و سرخُوشی کی حالت میں رہتا ہے۔ اور اُس کا جسم تمام جذباتِ بد سے مُبرّا رہتا ہے۔

وہ رُوحِ عظیم جو کلمۂ الٰہی میں محو و مست رہتی ہے۔ درگاہِ ایزدی میں عزت و توقیر پاتی ہے۔

جب نفس حق و حقیقت کا حامل ہو جاتا ہے تو اُس پر خُدا کی رحمت برستی ہے۔ خوفِ خُدا پیدا ہوتا ہے اور جسم کے تمام عناصر میں توازن آجاتا ہے۔ باطن نُورِ حقیقت سے مُنوّر ہو جاتا ہے۔ گُناہوں کی سیاہی و تاریکی مِٹ جاتی ہے۔

باطن نوری اوصاف سے منوّر ہو جاتا ہے۔

(۱) تن جل بل ماٹی بھیا من مایا موہ منور
(۲) اوگن پھر لاگو بھئے کور وجائے طور
بن سبدے بھر مائیے دبدھا ڈوبے پور
من رے سبد ترو چت لائے
جن گورمکھ نام نہ بوجھیا مر جنمے آوے جائے
تن سوچا سو آکھیے جس میں ساچا ناؤ
بھے سچ راتی دیہری جھوا سچ سو آؤ
سچی ندر نہالیئے بہُڑ نہ پاوے تاؤ
(۳) ساچے تے پون بھیا پونے تے جل ہوئے
جل تے تر بھون ساجیا گھٹ گھٹ جوت سموئے
نرمل میلا نہ تھیئے سبد رتے پت ہوئے
ایہہ من ساچ سنتوکھیا ندر کرے تس ماہے
(۴) پنج بھوت سچ بھے رتے جوت سچی من ماہے
نانک اوگن وسرے گور راکھے پت تاہے

سری راگ محلہ ۱ صفحہ ۱۹-۲۰

۱۔ مادّیت کے لالچ و لگاؤ کے باعث نفس (مَن) لوہے کے زنگ اور میل کی مانند ہو گیا ہے۔

۲ اوصافِ بد حاوی ہو گئے اور جھوٹ کی فتح کے شادیانے بج اُٹھے۔

۳۔ حق یعنی اللہ باری یا کلمۂ حق سے ہَوا پیدا ہوئی اور بعد ازاں دُوسرے عناصر پیدا ہوئے۔

۴۔ شاستروں (ہندوؤں کی مذہبی کتب) میں پانچوں عناصر کے جوہرِ لطیف کو 'پانچ بھوت' یا 'پنج بھوت' کہا جاتا ہے۔

۲- نامِ خُدا پر جینا

اِنسان پیدا ہوتا ہے اور اپنی زندگی کی معیاد پُوری کر کے وفات پا جاتا ہے۔ اُسے اِس بات کا علم نہیں کہ پیدائش سے پہلے وہ کہاں سے آیا اور موت کے بعد کہاں جانا ہو گا۔ اُسے اِس بات کا بھی علم نہیں کہ وہ اِس دُنیا سے کیوں بندھا ہوا ہے۔ وہ کیسے اِس سے رہائی پا سکتا ہے اور کیسے اپنی اِس محدُود ہستی کو خُدائے لامحدُود میں محو و جذب کر سکتا ہے۔

گورُو نانک صاحب اِن سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو بھی خُدا کے نام یعنی کلمہ میں محو و مست ہو کر جیتا ہے بالآخر وہ اُسی کا ہم جِنس و ہم ذات ہو جاتا ہے۔

اِنسان اِس دُنیا میں اپنے من میں اُٹھنے والی خواہشات کے تحت پیدا ہوتا ہے اور موت کے بعد بھی مَن ہی کا غُلام رہتا ہے۔ فقط مردانِ حق ہی اِس سے بَری و بالا ہیں۔ وہ چوراسی کے چکر سے بھی آزاد ہیں کیونکہ وہ 'نامِ خُدا' یا 'کلمۂ الٰہی' میں ہی رَچے بسے رہتے ہیں۔

گورُو صاحب اِس دُنیا کو ایک درخت اور اِس کے لوگوں کو درخت پر رین بسیرا کرنے والے پرندوں سے مُشابہت دیتے ہیں۔ وہ آسمان میں اُونچا اُڑنا تو چاہتے ہیں مگر خواہشاتِ دِلی میں پھنس کر انجام کار تباہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ رُوحیں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اِس دُنیا میں واپس آتی رہتی ہیں۔ لیکن وہ جو نام یا کلمہ میں جذب و محو ہو گئے ہیں، اِس دُنیا کو عارضی جائے قیام یا سرائے سمجھتے ہیں۔ وہ نفسانی جذبات کو ترک اور لاعلمی کے پردے دُور کرتے اور رُوحانیت کی لاانتہا دولت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ دولت دَرِ باطن (دسواں دَر) کھولنے پر ہی مِلتی ہے، جس کا طریق و ترکیب فُقرائے کامل سے مِلتی ہے۔ خُداوند کریم کو فُقرا و اولیا سے پیار ہے۔ وہ اُسکے فرزندانِ عزیز ہیں۔ وہ اُن کی

بات کبھی نہیں ٹالتا۔

جاتو جائے کہاں تے آوے　　کہہ اُپجے کہہ جائے سماوے
کیوں بادھیو کیوں مُکتی پاوے　　کیوں ابناسی سہج سماوے
(۱) نام ہر دے اُمرت مُکھ نام　　نر ہر نام نر ہر نہکام
سہجے آوے سہجے جائے　　من تے اُپجے من ماہیں سمائے
گورُ مُکھ مُکتو بندھ نہ پائے　　سبد بیچار چھُٹے ہر نائے
(۲) تر ور پنکھی بہو نِس باس　　سُکھ دُکھیا من موہ وِناس
(۳) سا جھ بہاگ تکہہ آگاس　　دہ دِس دھاوے کرم لِکھیاس
(۴) نام سنجوگی گوئل تھاٹ　　کام کرودھ پھُوٹے بکھ ماٹ
بِن وکھر سُونو گھر ہاٹ　　گورُ مِل کھولے بجر کپاٹ
سادھ مِلے پُورب سنجوگ　　سچ رہسے پُورے ہر لوگ
من تن دے لے سہج سُبھائے　　نانک تِن کے لاگو پائے

(گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۱۵۲-۱۵۳)

۱۔ جس کے دِل و زُباں پر نامِ خُدا ہے۔ وہ خُدائے لایزال کی طرح لاتعلق، بے نیاز و لازوال ہو جاتا ہے۔

۲۔ درخت پر کئی پرندے رات کاٹنے کے لیے آتے ہیں۔ کچھ خُوش و خُرّم ہیں، کچھ اُداس و غمزدہ۔ دُنیا سے لگاؤ ہی اُن کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ وہ رات دن آسمان پر نظر لگائے رکھتے لیکن اعمال کے زیرِ دسوں اطراف میں چکر کاٹتے رہتے ہیں۔

۴۔ نامِ خُدا میں مست، خُدا رسیدہ اِنسان، اِس دُنیا کو چراگاہ یعنی چندروزہ جائے قیام سمجھتا ہے۔

۳۴۔ اے دل! نامِ خُدا کا وِرد کر

بندگانِ خُدا ہمیشہ 'اُس' کے عشق میں سرشار رہتے ہیں۔ دلوں میں بے پناہ مُحبت لیے وہ اُس سے وِصال کے طالب رہتے ہیں۔ اِسی طلب و تمنّا و ہجر و فراق کے باعث ہی اُن کا محبُوب سے وِصال ہوتا ہے۔ جس سے اُن کو لابیاں سرُور و سکُون مِلتا ہے۔

گورُو نانک صاحب سرکش و ضِدّی نفس کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ وہ 'نامِ خُدا' کا وِرد کرے اور خُدا کی پناہ میں آئے۔ فقط 'نام' یا کلمۂ الٰہی ہی وہ کشتی ہے جس کے ذریعہ بحرِ حیات سے پار اُترا جاسکتا ہے۔ کلمۂ الٰہی کے صحیح رُوحانی عمل کے لیئے زندہ مُرشدِ کامل کی راہ نُمائی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

گورُو نانک صاحب باہری رسم و رواج مثلاً مُقدس مقامات کی زیارت اور مُتبرک دریاؤں میں غُسل کے خلاف بھی تنبیہہ کرتے ہیں۔ اُن کا فرمان ہے کہ اِن شرعی کاموں سے نہ تو گُناہوں کی غلاظت صاف ہوتی ہے، نہ شکوک مِٹتے ہیں۔ اور نہ ہی اِس سے 'چوراسی کا چکر' ختم ہوتا ہے۔ فقط مقامِ حق یا ذاتی مقام پر پہُنچ کر ہی عالمِ توازن (سہج) کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

(۱) بھگت پریم آرادِھتنگ سَچ پیاس پَرم ہِتنگ
(۲) بِل لاپ بِلَل بِنیتیا سُکھ بھائے چِت ہِتنگ

۲۰۱۔ جو اِنسان اِعتقاد و عقیدت سے اُس مالکِ کُل، قادرِ مُطلق کی پرستِش کرتے ہیں اور جن کے دل میں اُس کے عشق کی طلب و تشنگی ہے وہ رو رو کر اُسے پکارتے ہیں اور اِسی جذبۂ عشق کے باعث اُن کا دِل صبر و سکُون کا ٹِھکانہ بن جاتا ہے۔

جَپ مَن نام ہَر سُرنی
سَنسار ساگر تار تارن رام نام کر کرنی
(۱) اَے مَن ہِرت شُبھ چِنتنگ گورُ سبد ہَر رَ منسگ
(۲) مَت تَت گیا ننگ کلیان نِدھا ننگ ہَر نام مَن رَمننگ
(۳) چَل چِت وِت بھرما بھرمنگ جگ موہ مَگن ہِتننگ
(۴) تھِر نام بھگت دِڑ ننگ مَتی گورُو اک سبد رَتننگ
(۵) بھرمات بھرم نہ چُوکیئی جگ جنم بیادھ کھپنگ
(۶) اُستھان ہَر نہکیو کَنگ سَت مَتی نام تپنگ

---

۱ - اے مَن (نفس) اگر تو مُرشد کے بخشے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے فنا فی اللہ ہو جائے گا تو یہ موت بھی تیری ہی خواہ و خیر اندیش بن جائے گی۔
۲ - علمِ حق یعنی اصل حقیقت تیری سمجھ میں آجائے گی اور تو مخزنِ حیات' نامِ خُدا میں محو و مست ہو جائے گا۔
۳ - شریر اور مُتلوّن مزاج یہ نفس زر و مال کے چکر میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اور دُنیاوی اشیا کے لالچ میں ہی اُلجھا رہتا ہے۔
۴ - عشقِ نامِ خُدا ہی ایک قائم و دائم حقیقت ہے۔ مُرشد کے حُکم کے تحت ثابت قدمی سے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل میں محو ہو جاؤ۔
۵ - باہر بھٹکتے رہنے سے نہ تو شکوک مِٹتے ہیں اور نہ ہی حیات و موت کا مرض ختم ہوتا ہے۔
۶ - صرف مقامِ حق ہی سدا قائم و دائم ہے۔ وہ ہی پاک و پاکیزہ ہے کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل ہی وصالِ حق کا سیدھا اور صحیح راستہ یعنی صراطِ مُستقیم ہے۔

(۱) اِیہہ جگ موہ ہیت بیا پتنگ دُکھ ادِھک جنم مرننگ
(۲) بھج سرن ستگور اُوبرے ہر نام رِد رمننگ
(۳) گور مت رہنچل من من مننگ سہج بیچار رنگ
(۴) سو من نرمل چت ساچ انتر گیان رتن سارنگ
(۵) بھے بھائے بھگت تر بھو جل منا چت لائے ہر چرنی
(۶) ہر نام ہردے پوتر پاون اِیہہ سریر تو سرنی
(۷) لب لوبھ لہر نوار ننگ ہر نام راسں مننگ
(۸) من مار تو ہی نر نجنا کہو نانکا سر ننگ

گجری، محلہ ۱، صفحہ ۵۰۵-۵۰۶

۱۔ اِس دُنیا میں لالچ و لگاؤ کا دور دورہ ہے اور بار بار حیات و موت کی مُصیبت یعنی زندگی اور موت کے چکر کی مُصیبت مزید ہے۔
۲۔ اے اِنسان جلد از جلد مُرشدِ کامل کی پناہ میں آ۔ نامِ خُدا کو دل میں جگہ دینے سے تُم نجات پا سکو گے
۳۔ مُرشدِ کامل کی تعلیم سے ہی یہ نفس (مَن) ساکن ہوتا ہے۔ اور رُوحانی عالم توازن کی کیفیت ملتی اور مضبُوط ہوتی ہے۔
۴۔ وہ نفس پاک ہے جس کے اندر حق، حقیقت اور تمام اوصاف کا بہترین وصف، جوہر علمِ عِرفان جلوہ گر ہے۔
۵۔ اے مَن دِل کو خُدا کے پاک قدموں میں لگا۔ اور خُوفِ خُدا اور پُر عقیدت عبادت سے بحرِ ظُلمات کو پار کر لے۔
۶۔ اے مالک! میرے باطن میں پاک و پاکیزہ نامِ خُدا، تیرا نام جاگزیں ہے۔ میں اپنے جسم و جاں یعنی خُود کو تیرے حضُور لے آیا ہوں۔
۷۔ اے من! طمع و لالچ کی اُمنگوں، ترنگوں اور تمناؤں کو ہٹانے و مٹانے والا نام خُدا ہی اصل دولت و سرمایہ ہے۔
۸۔ اے مادّیت سے مُبرّا مالکِ کُل! میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ تُو رحمت کر اور میرے من کو مار یعنی قابو میں کر دے۔

۴۰۔ خُدا کا نام لگے پیارا

جیسے انیمی کو انیم اور مچھلی کو پانی پیارا ہے، اُسی طرح بندگانِ خُدا کو خُدا کا نام پیارا ہے۔ نامِ خُدا ہی اُن کی زندگی کی جان ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ خُدا ایک ایسا لاثانی درخت ہے، جس میں آبِ حیات (حیاتِ جاوداں) کا پھل لگتا ہے۔ جو اُسے پیتا ہے، وہ لافانی ہو جاتا ہے۔ اُس کی پُوری طرح تسلی اور سیرگی ہو جاتی ہے۔ اُسے مکمل سکون مل جاتا ہے۔

وائے افسوس! وہ خُدا جو ہر جگہ موجُود ہے، ہمیں نظر نہیں آتا! یہ خُودی کی دیوار ہے، جو انسان کو خُدا سے جُدا کئے ہوئے ہے۔ اگر پیاسے اور ٹھنڈے میٹھے پانی کی جھیل کے درمیان دیوار کھڑی ہو تو تشنہ لب اپنی پیاس کیسے بُجھا سکتے ہیں؟

گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں "اے مالک! میں تیرا (تیرے نام کا) سوداگر ہوں۔ تو ہی میرا ساہوکار، سرمایہ اور سودا ہے" وہ مزید فرماتے ہیں: "میں فقط تیرے فضل و کرم سے ہی دُنیا کے طلسم سے باہر نکل سکتا ہوں"۔

عَلی عَمل نہ اینٹڑے   کچھی رنیر نہ ہوے
جوڑتے سَہہ آپنے   رتن بھاوے سب کوے
ہوں واری وَنجاں کھینیئے ونجاں تو صاحب کے ناوَے
صاحب سپھلیو رُکھڑا   امرت جاں کا ناوٗ
جن پیا تے ترپت بھئے   ہوں تن بلہارے جاوٗ
مَے کی نَدر نہ آوَیہی   وَسے ہبھیاں نال
تِکھا تِہایا کیوں لہے جا   سَر بھیتر پال
نانک تیرا بانیا   توُں صاحب میں راس
مَن تے دھوکھا تاں لہے   جاں صفت کری اَرداس

وڈہنس، محلہ ۱، صفحہ ۵۵۷

۵۔ نامِ خُدا میں جذب ہونا

من اِس جِسم میں، جِس میں کر چھ چکر ہیں، مقیم ہے اور نغمۂ الٰہی بھی اِسی جِسم میں گُونج رہا ہے۔ گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ میرا من نغمۂ الٰہی کی موسیقی سے ہم آہنگ ہے اور اب مجھے اُس رُوحانی سُکون کی کیفیت حاصل ہو گئی ہے جو لابیاں ہے۔ مجھے یہ نعمت مُرشدِ کامل کی رحمت و شفقت سے ہی مِلی ہے۔ اب میں نامِ خُدا میں ہی محو و مُستغرق ہوں۔

اُس مالکِ کُل میں مُستغرق ہونے کے لیے سب سے پہلے لازم ہے کہ اپنے نفس کو ساکن کیا جائے اور اِس کی دُنیاوی اشیا کی فِطری طلب پر قابو پایا جائے، اپنے اندر سے خُودی کو ختم کیا جائے۔ بس تب ہی موت کا خوف ختم ہو گا۔

اُس مالکِ کُل سے جب بھی وِصال ہو گا، کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل و شغل سے ہی ہو گا۔ اِس عمل سے ہی گُناہوں کے سب داغ صاف ہو جاتے ہیں اور مُرید کا باطن مُرشد کے بخشے ہوئے علمِ عِرفان سے مُنوّر ہو جاتا ہے۔

ایسا خُدا رسیدہ عابِد جسمِ خاکی کی 'غار' میں رہتا ہوا بھی دُنیا کی تمام خواہشات و آلائشوں سے لاتعلق و پاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حواسِ خمسہ کے ڈاکوؤں کو زیر کر چُکا ہوتا ہے۔ اُس کا مَن کسی غیر کے زر و مال وغیرہ کی آرزو یا لالچ میں نہیں پھنستا۔ وہ اب رُوحانی عالمِ توازن (سہج) کی کیفیت میں محو و مست رہتا ہے۔

کھٹ مَٹ دیہی مَن بیراگی   سُرت سَبد دُھن اَنتر جاگی
واجے اَنحد میرا مَن لِینا   گورُ بچنی سَچ نام پتینا
پرانی رام بھگت سُکھ پائیے
گورُمکھ ہَر ہَر میٹھا لاگے   ہَر ہَر نام سَمائیے
مایا موہ بِوَرج سَمائے   ستگورُ بھیٹے میل مِلائے
نام رَتن نِرمولک ہیرا   تِت راتا میرا مَن دِھیرا

ہومے مُمتا روگ نہ لاگے رام بھگت جم کا بھو بھاگے
(۱) جم جندار نہ لاگے موہ نِرمل نام رِدے ہرسوہ
سبد بیچار بھئے نِرنکاری گوُرمت جاگے دُرمت پرہاری
اُن دِن جاگ رہے رلو لائی جیون مُکت گت انتر پائی
(۲) اُلپت گُپھا میں رہے نِرارے تسکر پنچ سبد سنگھارے
پَر گھر جائے نہ مَن ڈو لائے سہج نِرنتر رہو سمائے
گوُر مُکھ جاگ رہے اودُھوتا سَد بیراگی تت پروتا
جگ سُوتا مَر آوے جائے بِن گوُرُ سبد نہ سوجھی پلئے
اُنحد سبد وَجے دِن راتی اُودگت کی گت گوُرُ مُکھ جاتی
تُو جانی جا سبد پچھانی ایکو رَو رَہیا نِرِبانی
سُن سمادھ سہج مَن راتا تج ہوں لو بھا ایکو جاتا
گوُرُ چیلے اپنا مَن مانیا نانک دُوجا میٹ سمانیا

رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۹۰۳-۹۰۴

۱۔ بے رحم و سنگدِل موت کے فرشتے میرا کچھ نہیں بِگاڑ سکتے۔
۲۔ پانچ ڈاکو یعنی حواسِ خمسہ کو کلمۂ الٰہی کے عمل سے مار ڈالا ہے۔

۶۔ نامِ خُدا ہی اصل دولت ہے

گورُو نانک صاحب نے اِس نظم میں خاص طور پر مالک و مُرشد کی عظمت بیان کی ہے۔ گورُو صاحب ہمیں نامِ خُدا کا سرمایہ جمع کرنے اور مُرشد کی خدمت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ فُقرائے کامل خُدا کو بے حد عزیز ہیں۔ فقط مُرشدِ کامل ہی ہمارا اُس دائم و قائم، لا منتہا و بیش قیمت اللہ باری سے وِصال کرا سکتا ہے۔

اِس جسمِ انسانی کا موازنہ ایک خُوب صُورت شہر سے کیا گیا ہے، جس میں 'پانچ نوبتوں' کی نرالی صدائے شیریں گُونج رہی ہے۔ خُدا خُود بھی اِسی میں مکین ہے۔ جسمِ انسانی کے اِس شہر میں ظاہرہ نو دروازے ہیں لیکن خُدا کو دسویں دَر یعنی دَرِ باطن سے ہی پایا جا سکتا ہے اور یہ نعمت اُس کی رحمت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

حیاتِ اِنسانی کا اصل مقصد اِس جسدِ خاکی کے شہر میں اپنے ذاتی مقام کی تلاش کرنا ہے اور یہ جُستجُو فقط نامِ خُدا یا کلمۂ الٰہی کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔

ہماری منزلِ مقصُود کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹیں ہمارے جذباتِ بَد یعنی غصّہ، غرور اور نفس ہیں۔ مُرشدِ کامل کی ہدایات پر چل کر ہی اِن کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ مُرشدِ کامل کے مہر و کرم سے ہمارا مَن ساکن بھی ہوتا ہے اور خواہشات و تمنّاؤں کے اثر سے بھی بچ جاتا ہے۔ مزید برآں مُرشد کے مہر و کرم سے ہی باطن میں پانچ نوبتوں کی صدا سُنائی دیتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے دِیدار بھی نصیب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہر شے و ہر جاندار میں موجُود ہے۔ وہ خُود ہی ساہُوکار ہے اور خُود ہی سوداگر۔ وہ خُود ہی سب کی جانچ کرتا اور اپنی اِس جانچ کا معیار مُقرّر کرتا ہے۔

وہ خُداوندِ کریم اپنے کرم سے ہمیں خُودی اور جذبۂ ثانویت سے نجات دیتا ہے اُسی کی رحمت کی بدولت ہم اِس جسمِ اِنسانی میں رہتے ہوئے بھی اِس مادّی دُنیا

سے لاتعلق رہنے کے قابل بن جاتے ہیں۔

گوُرُو صاحب نظم کے آخر میں فرماتے ہیں کہ فقط اُسے ہی سمجھدار اور سیانا کہنا چاہیئے، جس نے نہ صرف اپنی خُودی سے خلاصی پالی ہے بلکہ کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کے ذریعہ رُوحانی عالم توازن میں پہنچ کر خُود آگاہی حاصل کرلی ہے۔

ہَر دَھن سنچورے جن بھائی ستگوُرُ سیو رَہو بو لائی
(۱) تسکر چور نہ لاگے تاکو دُھن اُپجے سَبد جگایا
تُو ایکنکار نِرالم راجہ تُو آپ سوار یہہ جَن کے کاجا
اُمر اڈول اَپار اَمولک ہر اَستھر تھان سوہایا
(۲) دِیہی نگری اُتم تھانا پنچ لوک وَسیں پُردھانا
اُوپر ایکنکار نِرالم سُن سمادھ لگایا
دِیہی نگری نَو درواجے سر سر کرنے ہارے ساجے
دسوے پُرکھ اَتیت نِرالا آپے اَلکھ لکھایا
پُرکھ الیکھ سچے دِیوانا حکم چلائے سچ نیسانا
(۳) نانک کھوج لہو گھر اپنا ہَر آتم رام نام پایا
سَرب نرنجن پُرکھ سُجانا عدل کرے گوُرُ گیان سَمانا
کام کرودھ لے گردن مارے ہومے لوبھ چُکایا
سچے تھان وَسے نِرنکارا آپ پچھانے سَبد وِیچارا
سچے محل نِواس نِرنترِ آون جان چُکایا
نہ مَن چلے نہ پوَن اُڈاوے جوگی سَبد اناحد واوے

۱۔ چور و ڈاکو اس دولت کو چُرا نہیں سکتے۔

۲۔ اس جسم کے افضل محل کی پانچ بڑی بڑی منزلیں ہیں۔

۳۔ اس جسمِ انسانی کے محل میں ہی تلاش کرنے سے 'ذاتِ الٰہی' یعنی اللّٰہ تعالےٰ کا وِصال نصیب ہوتا ہے۔

(۱) پنچ سَبد جھنکار نِرالم پَربھ آپے واتے سُنایا
بھو بیراگا سہج سَماتا ہوے تیاگی انحد راتا
اَنجن سار نِرنجن جانے سَرب نِرنجن رایا
دُکھ بھے بھنجن پَربھ اَبناسی روگ کٹے کاٹی جم پھاسی
نانک ہر پَربھ سو بھو بھنجن گورُ مِلیے ہر پَربھ پایا
کالے کوَل نِرنجن جانے بُوجھے کرم سو سَبد پچھانے
آپے جانے آپ پچھانے سب تِس کا چوج سَبایا
آپے سَاہ آپے ونجارا آپے پَرکھے پَرکھن ہارا
آپے کَس کسوٹی لائے آپے قیمت پایا
آپ دَیال دَیا پَربھ دھاری گھَٹ گھٹ رَو رہیا بنواری
پُرکھ اَتیت وَسے نہکیول گورُ پُرکھے پُرکھ مِلایا
(۲) پَربھ دانا بینا گَرب گوائے دُوجا میٹے ایک دِکھائے
(۳) آسا ماہے نِرالم جونی اکُل نِر نجن رایا
ہوے میٹ سَبد سُکھ ہوئی آپ وِیچارے گیانی سوئی
نانک ہر جَس ہَر گُن لاہا سَت سنگت سچ پھل پایا

مارُو محلہ ا صفحہ ۱۰۳۹-۱۰۴۰

۱۔ اُن پانچ نغماتِ شیریں کی صدا مُسلسل ہے یعنی مُتواتر خُود بخُود ہو رہی ہے اور وہ مالکِ کُل خُود ہی اِس نغمۂ ربّی کا موسیقار ہے۔

۲۔ دانا: جو سب کچھ جانتا ہے + بینا: جو سب کچھ دیکھتا ہے

۳۔ اُس لافانی و بے نیاز، لاتعلق اللہ تعالےٰ کی عبادت سے ہی انسان اِس دُنیا میں رہتے ہوئے بھی تمام خواہشات و تمناؤں سے بالا و بری رہ سکتا ہے۔

۷۔ کلمۂ حق

چُپ رہنے پر لوگ احمق سمجھتے ہیں۔ اِس کے برعکس زیادہ باتیں بنانے میں وقت وقوّت کی بربادی ہے۔ کیونکہ تب اِنسان عبادتِ حق سے محرُوم رہ جاتا ہے۔ مَاسِوا کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کے کسی چیز میں بھی پاکیزگی و پارسائیؔ نہیں۔ بس یہی سب سے افضل لائحہؔ عمل ہے۔

گورُو نانک صاحب فرماتے ہیں "میں اُن سے محبت کرتا ہوں جو میری بُرائیؔ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بغیر اُجرت کے میرے گُناہوں کی غلاظت کا بار اپنے سر پر لے رہے ہیں"۔ یہاں اُن کا اِشارہ اِس عقیدہ کی طرف ہے کہ بُرائیؔ کرنے والا جس کی بھی بُرائیؔ کرتا ہے اُس کے اعمال اپنے ذِمّے لے لیتا ہے۔

نجات تو مُرشدِ کامل کے بخشے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی مِلتی ہے اور وہ رحمان الرحیم کے اپنے رحم وکرم سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

فضیلت یا بَرتری' عمل سے حاصل ہوتی ہے' نہ کہ زبانی جمع خرچ یا لفظ افضل' افضل' یا عُمدہ' عُمدہ کی مُہارنی گانے سے۔ بندگانِ خُدا کلمۂ الٰہی کا شغل کرتے ہیں جبکہ دُنیادی اِنسان بغیر سوچے سمجھے اپنی لاعلمی کے باعث دُنیاوی زہر پیتے رہتے ہیں۔ کلمۂ الٰہی اندھے' بہرے' کم عقل' بے یار و مددگار' چور اور قاتِل کے لیے بھی اکسیر ہے۔ یہ اُن سب کے لیئے سونا ہے جبکہ دُنیاوی دولت خاک و زہر ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ دُوسروں کی خُوبیاں دیکھتے ہیں' جبکہ کچھ لوگ صرف خامیاں اور بُرائیاں ہی دیکھتے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہی ہے جو نامِ خُدا یا کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل میں یکسر محو و مگن ہے۔

مَسَث کرَو مُورکھ جُگ کہیا
اُدھک بکَو تیری بِو رَہیا

بھُول چُوک تیرے دربار
نام بنا کیسے آچار
ایسے جُھوٹھ مُٹھے سنسارا
نندک نندے مجھے پیارا
جس نندے سوئی بِدھ جانے
گُورُ کے سبدے در نیسانے
کارن نام انترگت جانے
جس نوں ندر کرے سوئی بِدھ جانے
مَیلو اُوجل سچ سوئے
اُوتم آکھ نہ اُوچا ہوئے
مَن مُکھ کھُول مہاں بِکھ کھائے
گُورمُکھ ہوئے سو راچے نائے
اَندھو، بولو، مُگدھ، گنوار
ہینو نیچ بُرو بُریار
نِردھن کو دھن نام پیار
ایہہ دھن سار، ہور بِکھیا چھار
اُستت نندا سبد وِچار
جو دیوے تِس کو جَیکار
تو بخشہہ جات پت ہوئے
نانک کہے کہا دے سوئے

پربھاتی، محلہ۔۱، صفحہ ۱۳۳۰ ۔ ۱۳۳۱

شریعت

جگہ جگہ نہ بھٹکو

گُورُو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ جگہ جگہ گھُومنے سے نہ تو جذبات و خواہشات کی آگ بُجھتی ہے اور نہ ہی اُجلے کپڑے پہننے سے نفس یا مَن کی غلاظت دُور ہوتی ہے وائے افسوس! لوگ مکر و ریا کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ اپنی باطنی حالت کو چُھپانے کے لیے نقاب اوڑھے پھرتے ہیں۔

مُرشدِ حقیقی کی تعلیم کے بغیر کوئی بھی سچا مُرید نہیں بن سکتا۔ جب مُرشدِ کامل کا بخشا ہوا کلمہ مُرید کے دِل میں جگہ کر لیتا ہے تو خُودی و خواہشات خُود بخُود ختم ہو جاتی ہیں۔ جب کلمۂ الٰہی مَن میں گھر کر لیتا ہے تو یہ ایک بیش قیمت ہیرا بن جاتا ہے۔ مُرید کا یہ باغی نفس مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی قابُو میں آتا ہے اور آخر کار یہ رُوح، نفس کے پنجہ سے آزاد ہو کر اس طرح اپنے منبع و اصل میں واپس چلی جاتی ہے، جس طرح ایک لہر سمندر میں سما جاتی ہے۔

گُورُو صاحب پُر زور لہجہ میں فرماتے ہیں کہ جن کو زندہ مُرشدِ کامل کی صُحبت نصیب نہیں ہوتی اور جو کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل نہیں کرتے، وہ زندگی کے بحرِ ظُلمات کے طُوفانوں میں تھپیڑے کھاتے رہتے ہیں اور یوں اُن کا حیات و موت کا چکر ختم نہیں ہوتا۔ گُورُو صاحب ہمیں یاد دِلاتے ہیں کہ یہ زندگی ایک بیش قیمت ہیرا ہے اور اسے کوڑیوں کے مول ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

مُرشدِ کامل ہی اِس دُنیا سے نجات کا راز عطا فرماتا ہے۔ جن کو یہ راز نصیب ہوجاتا ہے وہ صحیح معنوں میں باشعُور و کامِل اِنسان ہوجاتے ہیں۔ اُن کا باطن نغمۂ ربّی کی شیریں موسیقی سے سرشار ہوجاتا ہے اور اُن کے چہروں پر رحمتِ حق کا نُور برسنے لگتا ہے۔

بھرمے بھائے نہ وِجھوے جے بھَوے دِسنتر دیس
انتر مَیل نہ اُترے دھِرگ جیون دھِرگ ویس
ہور کِتے بھگت نہ ہووَیئی بن ستگوُر کے اُپدیس
مَن رے گوُر مُکھ اَگن نِوار
گوُر کا کہیا مَن وَسے ہومے ترِسنا مار — رہاؤ
مَن مانک نِرمول ہے رام نام پت پائے
مِل سَت سنگت ہَر پائیے گوُر مُکھ ہَر لِو لائے
(۱) آپ گیا سُکھ پائیا مِل سَلِلے سَلِل سمائے
جِن ہَر ہَر نام نہ چیتیو سو اوگن آوے جائے
(۲) جِس ستگوُر پُرکھ نہ بھیٹیو سو بھَوجَل پچے پچائے
اِیہہ مانک جیو نِرمول ہے اِیوں کوڈی بدلے جائے
جِنا ستگوُر رَس مِلے سے پُورے پُرکھ سُجان
گوُر مِل بھَوجل لنگھیے دَرگہہ پت پروان
نانک تے مُکھ اُجلے دُھن اُپجے سبد نیسان

سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۲۲

---

(۱) خُودی کے جذبہ یا انانیت کا خاتمہ ہوگیا تو سکُونِ حقیقی مِل گیا۔ پانی کی لہر پانی میں ہی مِل گئی۔ یعنی رُوح رحمان میں جذب ہوگئی۔

(۲) جن کو مُرشدِ کامل کی صحبت نہیں نصیب ہوئی وہ دُنیا کے اِس بحرِ ظلمات میں غوطے ہی کھاتے رہتے ہیں۔

۲۔ سچا مُسلمان

گورُو نانک صاحب اِس مختصر نظم میں سچے مُسلمان یعنی مومن کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔ ایک سچے مُسلمان کو نہ تو کسی مسجد میں جانے کی ضرورت ہے اور نہ مُصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنے کی۔ اُس کے لیے نہ تو ماہ رمضان میں روزے لازم ہیں اور نہ ہی تلاوتِ قُرآن۔ ایک مومن کے لیے جذبۂ رحم و کرم اُس کی مسجد ہے اور یقینِ مُحکم اور اِعتقادِ کُلی اُس کا مُصلیٰ ہے باایمان زندگی اُس کا قُرآن وایمان ہے۔ نیک و پاک زندگی بسر کرنا روزہ رکھنے کے مُترادف ہے۔

گورُو صاحب مزید فرماتے ہیں کہ بااُصول و نیک پاک زندگی اُس کا کعبہ ہے اور حق یا کلمۂ الہیٰ اُس کا نبی یا پیغمبر ہے۔ نیک اعمال اُس کی نماز ہے اور خُدا کی رضا میں رہنا اُس کی تسبیح ہے۔ ایک مردِ مومن وہ ہے جو اِن اوصاف کو اختیار کر لیتا ہے۔ تب خُدا خُود اُس کا نگہبان ہوتا ہے۔

مِہر مَسیت صِدق مُصلےٰ حق حلال قُرآن
شَرم سُنّت، سِیل روزہ ہوہ مُسلمان
کرنی کعبہ، سَچ پِیر، کلمہ کرم نِواج
تسبیح سا تِس بھاوسی نانک رَکھے لاج
پَنج نِواجاں، وَکھت پَنج، پنجاں پنجے ناوَ
پہلا سَچ، حلال دوئے، تیجا خیر خُدائے
چوتھی نِیت راس مَن۔ پنجویں صِفت ثنائے
کرنی کلمہ آکھ کے تاں مُسلمان سدائے
نانک جیتے کُوڑ یار کُوڑے کُوڑی پائے

ماجھ دی وار، محلہ ۱۔ صفحہ ۱۴۰۔ ۱۴۱

۳۔ درِ نجات

پانچ عناصر و نفس کے مُرکب سے جسمِ اِنسانی کی تشکیل ہوتی ہے۔ خُدا نے اِس جسم کے نو دروازے[1] تو ظاہرہ رکھے ہیں لیکن دسواں دروازہ[2] پوشیدہ رکھا ہے۔ اِسی دروازہ سے ہی اُس کی درگاہ کو راہ جاتی ہے۔ گورُو نانک صاحب عالموں کو اِسی پوشیدہ راہ کو تلاش و آشکار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ اِس سے آگاہ ہونا ہی اصل علم و عرفان کا جوہر ہے۔ جس نے خُود کو پہچان لیا ہے، وہی اصل عالم ہے۔ ورنہ کوئی کتنا ہی نامور مُقرر بن کر باتیں بناتا یا سُنتا رہے، سب بے سُود ہے۔

گورُو صاحب سوال کرتے ہیں کہ یہ جسم تو خاک کا ڈھیر ہے اور دَم ہوا کی مانند۔ تب موت کے واقع ہونے پر دراصل کون مرتا ہے؟ پھر خُود ہی جواب دیتے ہیں کہ موت کے آنے پر اِنسان کی خُودی و لاعلمی کی موت ہوتی ہے نہ کہ رُوح کی۔ وہ تو لافنا ہے۔ وہ کبھی نہیں مرتی۔

گورُو صاحب فہمائش کرتے ہیں "اے اِنسان جس قیمتی ہیرے کی تلاش میں تو مُتبرک مقامات پر بھٹکتا پھرتا ہے، اُسے تُو اپنے ہی جسم و باطن میں تلاش کر۔" ایک کِتابی عالم بال کی کھال اُتارنے اور علمی بحث مُباحثہ میں ہی اُلجھا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ باطن میں موجُود اصل خزانہ سے آگاہ ہی نہیں ہوتا۔

گورُو صاحب نظم کا اِختتام اِس بیان کے ساتھ کرتے ہیں کہ مُرشدِ عالی کے کرم سے مجھے اُس مالکِ کُل کا دِیدار اور وِصال نصیب ہوا ہے۔ جس سے مجھے حیات و موت کے سِلسلے پر کامرانی مِلی ہے۔

---

[1] دو آنکھ، دو کان، دو ناک کے سُوراخ، مُنہ اور نیچے کے دو سُوراخ

[2] دسواں دَر، تیسری آنکھ، نقطۂ سویدا

(۱) پونے پانی اگنی کا میل ‌ ‌ ‌ چنچل چپل بُدھ کا کھیل (۲)
(۳) نو دروا جے دسواں دوار ‌ ‌ ‌ بُوجھ رے گیانی ایہہ بیچار
(۴) کتھتا بکتا سُنتا سوئے ‌ ‌ ‌ آپ بیچارے سو گیانی ہوئے
(۵) دیہی ماٹی، بولے پَون ‌ ‌ ‌ بُجھ رے گیانی مُوا ہے کون
(۶) موئی سُرت باد اہنکار ‌ ‌ ‌ اوہ نہ مُوا جو دیکھن ہار
جے کارن تٹ تیرتھ جاہی ‌ ‌ ‌ رتن پدارتھ گھٹ ہی ماہی
پڑھ پڑھ پنڈت باد وکھانے ‌ ‌ ‌ بھیتر ہودی وست نہ جانے

۱۔ یہ جسم پانچ عناصر کے مُرکّب سے بنا ہے۔
۲۔ اِن پانچ عناصر کو یہ شرارتی نفس (مَن) چلاتا ہے
۳۔ جسم کے نو دروازے دُنیادی کاروبار کے لیے ہیں۔ دسواں دروازہ ہی ذاتی مقام کو جانے کے لیے ہے۔
۴۔ دراصل عالم، فاضل و عقلمند وہی ہے جو اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے
۵۔ یہ جسم تو مٹّی کا تودہ ہے۔ اِس میں چل رہا دَم، ہوا کی مانند ہے۔ بوقتِ مرگ کون مرتا ہے؟
۶۔ اِنسان کا تکبّر، غرور و خودی مرتی ہے۔ ہندو شاستروں میں رُوح کو گواہ (ساکشی) کہا گیا ہے۔ گورو صاحب اُس کو 'دیکھن ہار' یعنی چشم دید گواہ کہتے ہیں۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رُوح پاک ولافانی ہے۔ یہ کبھی نہیں مرتی۔ بوقتِ مرگ عنصر، عناصر میں مل جاتے ہیں لیکن رُوح کی موت نہیں ہوتی۔

(۱) ہو نہ مُوآ، میری مُتی بلائے اوہ نہ مُوآ جو رہیا سمائے
(۲) کہو نانک گورُ برہم دِکھایا مَرتا جاتا ندر نہ آیا

گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۱۵۲

۱۔ میری دُشمن بلائیں یعنی خُودی، تانویت، لالچ، دلگاؤ وغیرہ مرچکی ہیں۔ میں کبھی نہیں مروں گا نہ وہ ہمہ جا دست مالکِ کُل مرتا ہے اور نہ میں (رُوح) مروں گا۔

۲ ۔ مُرشد عالی نے مجھے خُدائے مُطلق کے دِیدار کرا دیئے ہیں جس سے میرا حیات و موت کا سِلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

۴۔ تمام عبادت و ریاضت ترک کر :۔

یہ تمام عبادت، ریاضت و شرعی عمل و رسوم کسی گم گشتہ راہ کے بھول بھلیاں میں بھٹکنے کی مانند ہیں۔ ہم علمِ حقیقی کے بغیر اپنی اصل منزلِ مقصود سے آگاہ نہیں ہو سکتے اور بغیر نامِ خدا یا کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کے علمِ حقیقی یا عرفان نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالےٰ ہی قائم، دائم و لافنا ہے۔ باقی سب کچھ عارضی و ناپائیدار ہے۔ مُرشدِ کامل کی خدمت سے ہی اِن ناپائیدار بندشوں سے رہائی مل سکتی ہے۔

تمام دُنیا اُمید و آرزوؤں کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ فقط مُرشد کامل کی تعلیم و ہدایات سے ہی اِن سے نجات مِل سکتی ہے۔ جب مُرشدِ کامل نامِ خدا یا کلمۂ الٰہی کی نعمت عطا فرماتا ہے تو باطن مُنّور ہو جاتا ہے اور غُنچۂ دِل کھِل اُٹھتا ہے اور یُوں مُرشدِ کامل کے مُرید کے دل سے موت کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔

دُنیا کے لوگ بد اعمالوں، بُرائیوں، لذّاتِ نفسانی اور دُنیاوی لگاؤ کے غُلام ہیں۔ وہ بھُول گئے ہیں کہ حیاتِ اِنسانی ایک نادر تُحفہ ہے۔ حیات و موت اور چوراسی لاکھ کے چکرٗ سے نجات پانے کے لیے یہی واحد راستہ ہے۔ وہ یہ بھی بھُول چکے ہیں۔ کہ مُرشد کامل کی صُحبت و خدمت ہی سب سے بہترین اور نیک و پاک عمل ہے۔ مُرشدِ عالی کی خدمت سے اُن کی رُوحیں پاک و آزاد ہو جاتی ہیں اور پھر کبھی خُودی کی غلاظت سے آلودہ نہیں ہوتیں۔ مُرشدِ عالی کی خِدمت سے ہی وہ دُنیاوی اشیا کے لگاؤ کو خاکستر کرنے کے قابل بن جاتے ہیں۔ اور بے داغ و پاک نامِ خُدا اُن کے سینے میں جگہ پا لیتا ہے۔ اُن کا مَن بھٹکنا بند کر کے، ساکن و یکسو ہو جاتا ہے۔ مگر ایسی خُدا رسیدہ ہستیاں شاذ و نادر ہی مِلتی ہیں۔

گورُو صاحب نظم کے اگلے بند میں پُر زور الفاظ میں وِصالِ خُدا کے لیئے زندہ مُرشدِ کامل کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کی رحمت

کے بغیر تو اِنسان حیات و موت کے چکر میں ہی بھٹکتا رہتا ہے۔ بغیر رحمتِ مُرشدِ کامل نہ تو کلمۂ الٰہی سے آگاہی ہوتی ہے اور نہ ہی رحمتِ حق کی سرخوشی نصیب ہوتی ہے۔ مُرشد کامل کی اِمداد و راہ نُمائی کے بغیر بے ساز موسیقی و نغمۂ ربّی کو نہیں سُنا جاسکتا۔

ایسا خُدا رسیدہ اِنسان خُود کو کھو کر تینوں جہان کو پالیتا ہے۔ وہ حق سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اُسے یہ کیفیت کلمۂ الٰہی کے رُوحانی شغل پر یکسر توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

سَب جَپ سَب تَپ سَب چترائی — اُو جھڑ بھرمے راہ نہ پائی
بِن بُوجھے کو تھائے نہ پائی — نام بِہُونے ماتھے چھائی
(۱) سابچ دَھنی جگ آئے بِنا سا — چھُوٹس پرانی گورُمکھ داسا
جگ موہ بادھا بُہتی آسا — گورُ متی اِک بھئے اُداسا
(۲) اَنتر نام کمل پرگاسا — تِن کو ناہی جَم کی تراسا
(۳) جگ تریا جت کامن ہِتکاری — پُتر کلتر لگ نام وِساری
بِرتھا جنم گوایا، باجی ہاری — ستگورُ سیوے کرنی ساری
باہروں ہوے کہے کہائے — اندر و مُکت لیپ کدے نہ لائے
مایا موہ گورُ سبد جلائے — نِرمل نام صد ہردے دھیائے
دھاوت راکھے ٹھاک رہائے — سِکھ سنگت کرم مِلائے
گورُ بِن بھُولو آوے جائے — نَدر کرے سنجوگ مِلائے

۱۔ خُدا، لافنا و حق ہے۔ یہ دُنیا تغیر پذیر و فانی ہے۔
۲۔ کلمۂ الٰہی سے باطن میں غُنچۂ دِل کِھل اُٹھتا ہے۔ ملک الموت کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔
۳۔ اِنسان اِس دُنیا، بیوی، بال بچے کی محبت و لگاؤ کے باعث کلمۂ حق کو فراموش کر دیتا ہے۔

۱ رُو رُوڑ کہو نہ کہیا جائی — اُکتھ کتھو نہ قیمت پائی
۲ سب دُکھ تیرے سُو کھ رجائی — سب دُکھ میٹے ساچے نائی
۳ کر بن واجا پگ بن تالا — جے سبد بُجھے تا سچ نہالا
انتر ساچ سبھے سُکھ نالا — ندر کرے راکھے رکھوالا
۴ تربھون سوجھے آپ گوا وے — بانی بُوجھے سچ سماوے
سبد ویچار سے ایک لو تارا — نانک دھن سوارن ہارا

آسا، محلہ۔ ۱، صفحہ ۴۱۲

---

۱ وہ خوبصورت خدا، بیش قیمت ولا بیاں ہے۔
۲ مالکِ کُل کی رضا میں رہنے اور نامِ خدا کے وِرد و تلاوت سے سب دُکھ دُور ہو جاتے اور سب سُکھ مل جاتے ہیں۔
۳ نغمۂ ربّی کی خود بخود اُٹھنے والی صدا وندائے شیریں، ہاتھ پاؤں یا دیگر کسی شے کے ذریعہ پیدا نہیں ہوتی۔
۴ خودی کا خاتمہ کرنے سے تینوں جہان سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

۵- باہری رسوم

اِس نظم میں گورو نانک صاحب نہ صرف پُرزور الفاظ میں بلکہ بڑی تفصیل سے ہر قسم کی باہری رسوم کی مذمت و مخالفت کرتے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی اتنی ہی نکتہ چینی کرتے ہیں، جتنی کہ مسلمانوں یا دیگر مذاہب کے اِن رسوم کی۔ تمام مذاہب کے اپنے اپنے طریق و رواج ہیں گورو صاحب نے اپنی تصنیفات میں اُن تمام کو یکساں طور پر نامنظور کیا ہے۔ مثلاً ہندوؤں کے متبرک مقامات پر نہانے، مورتی یا بُت کے سامنے پھول چڑھانے۔ اگربتی و دھوپ جلانے اور جنیئو پہننے کی بھی اُتنی ہی زوردار مخالفت کی ہے جتنی کہ مسلمانوں کے شرعی رواجات و رسومات کی۔

گورو صاحب بڑے واضح طور پر تمام زاہدانہ و ترکِ دُنیا والے اعمال مثلاً کانٹے دار زمین پر ننگے پاؤں چلنا، کڑاکے کی سردی میں بغیر کپڑے کے رہنا، جنگلات کی تکلیفات سہنے کے لیے گھر بار ترک کرنا وغیرہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اِس سے اِنسان اور خدا کے درمیان فاصلہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی اِن تمام شرعی اعمال سے خدا سے روحانی قربت ملتی ہے۔

گورو صاحب عُلما اور پنڈتوں کے کتابی علم، بحث مُباحثہ اور دلیل بازی سے بھی ناخوش ہیں۔ اُنہوں نے اپنے کلام میں واضح طور پر مذہبی کُتب کا بغیر اُن پر عمل کیے، فقط پڑھتے جانے کو مکر، فریب اور ریاکارانہ فعل بیان کیا ہے۔ دراصل اُنکے گفتار و کردار میں بہت بڑا تضاد و فاصلہ ہے۔

ذیل کی نظمیں گورو صاحب کے مندرجہ بالا خیالات و افکار کے اِظہار کی نمائندگی کرتی ہیں:

مُسلماناں صِفت سریعت پڑھ پڑھ کر یہہ بیچار
بَندے سے جے پوہِ وِچ بَندی ویکھن کو دیدار
ہندو صالاحی صالاحَن دَرسن رُوپ اَپار

تیرتھ نہاویں اَرچا پُوجا اگر واس بہکار
جوگی سُتن دِھیاون جیتے اَلکھ نام کرتار
سُوکھم مُورت نام نرنجن کایا کا آکار

آساوی وار محلہ ۱ صفحہ ۴۶۵-۴۶۶

پڑھ پڑھ گڈی لد یئے پڑھ پڑھ بھریئے ساتھ
پڑھ پڑھ بیڑی پائیے پڑھ پڑھ گڈیئے کھات
پڑھیئے جیتے برس برس پڑھیئے جیتے ماس
پڑھیئے جیتی آرجا پڑھیئے جیتے ساس
نانک لیکھے اِک گل ہور ہو مے جُھکھنا جھاکھ

آساوی وار محلہ ۱ صفحہ ۴۶۷

لکھ نیکیاں چنگیائیا لکھ پُناں پَروان
لکھ تپ اُپر تیرتھاں سہج جوگ بیبان
لکھ سُرتن سنگرام رَن میں چُھٹیں پران
لکھ سُرتی لکھ گیان دِھیان پڑھیئے پاٹھ پرُان
جن کرتے کرنا کیا لِکھیا آدن جان
نانک مَتی رِتھیا کرم سچا نیسان

آساوی وار محلہ ۱ صفحہ ۴۶۷

لِکھ لِکھ پڑھیا تیتا کڑیا
بہو تیرتھ بھویا تیتو لویا
بہو بھیکھ کیا دیہی دُکھ دِیا سہو وے جیا اپنا کیا
اَن نہ کھایا ساد گوایا بہو دُکھ پایا دُوجا بھایا
بستر نہ پہرے اہنس کہرے
مون وِگوتا کیو جاگے گورُ بن سُوتا

نِگ اُپے تانا اپنا کِیا کمانا
اَل مَل کھائی سِر چھائی پائی
مُورکھ اندھے پَت گوائی
بِن ناوے کِچھ تھائی نہ پائی

آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۶۷

مُورکھ پنڈت حِکمت حُجت سنجے کرے پیار
دَھرمی دَھرم کرے گا واوے منگے موکھ دُوار
جتی سداوے جُگت نہ جانے چھڈ بہے گھر بار
سب کو پُورا آپے ہووے گھٹ نہ کوئی آکھے
پَت پر دانا پِچھے پائیئے تا نانک تولیا جاپے

آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۶۹

مانس کھانے کریں نواج چھُری وَگائین تِن گل تاگ
تِن گھر برہمن پُورہہ ناد اُنا بھی آوے اوہی ساد
کُوڑی راسِ کُوڑا واپار کُوڑ بول کرہہ آہار
سرم دَھرم کا ڈیرہ دُور نانک کُوڑ رہیا بھرپُور
مَتھے ٹِکا تیڑ دھوتی ککھائی ہتھ چھُری جگت قاصائی

آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۱-۴۷۲

جے موہا کا گھر موہے گھر مُہہ پِتری دے
اَگے وَست سنجانیئے پِتری چور کرے
وَڈھیئے ہتھ دلال کے مُصفی ایہہ کرے
نانک اَگے سو ملے جے کھٹے گھالے دے

آسادی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۲

لکھ چوریاں لکھ جاریاں لکھ کوڑیاں لکھ گال
لکھ ٹھگیاں پہنا میاں رات دنس جی نال
تگ کپا ہو کتیئے باہمن وٹے آئے
کوہ بکرا رنہہ کھایا سب کو آکھے پائے
ہوئے پرانا سٹیئے بھی پھر پائیے ہور
نانک تگ نہ تٹئی جے تگ ہووے جور

آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۱

پڑھ پستک سندھیا بادنگ — سل پوجس بگل سما دھنگ
مکھ جوٹھ ببھوکھن سارنگ — ترے پال تہال بچا رنگ
گل مالا تلک للاٹنگ — دوئے دھوتی بستر کپاٹنگ
جے جانس برہمنگ کرمنگ — سب پھوکٹ نسچو کرمنگ
کہو نانک نہچو دھیاوے — ون ستگور واٹ نہ پاوے

آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۰

اندروں جھوٹھے پیج باہر دنیا اندر پھیل
اٹھ سٹھ تیرتھ جے نہاوے اترے ناہی میل

آسا دی وار، محلہ ۱، صفحہ ۴۷۳

۶۔ آبِ حیات باطن میں ہے

اِنسان جس غذائے ربّانی یا آبِ حیات کی تلاش میں اِس دُنیا میں آیا ہے، وہ کہیں باہر نہیں، وہ تو اُس کے اپنے 'گھر' (باطن) میں ہے۔ وہ خزانہ اُس کے اپنے جسم میں ہے اور اُسے کھولنے کی 'کُنجی' فقط زِندہ مُرشد کے پاس ہے۔

یہ تمام بیرونی شریعت و باہری رسم و رواج سب مصنُوعی و بناوٹی ہیں۔ گورُو صاحب مُتلاشیٔ حق کو اِن تمام نقابوں، (بناوٹی پہروں) بہروپوں اور بھیسوں کو ترک کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

لہٰذا اِنسان کا یہ فرض ہے کہ وہ نیکی و بدی میں اِمتیاز کرے اور بدی کی راہ کو چھوڑ کر نیکی کی راہ پر گامزن ہو۔ اِنسان اِس فرق کو جانے بغیر جو کچھُ بھی کرتا ہے، دُنیا کی دلدل میں پھنستا و دھنستا چلا جاتا ہے۔

جب نفس یا مَن جھُوٹ و لالچ سے لبریز ہے اور مُنہ چُغلی و بدگوئی سے پُر ہے تو جسم کا مُتبرک مقامات پر دھونا یا نہانا سب بے سُود ہے پاکیٔ نفس صرف کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی ہوتی ہے اور یہ عمل زندہ مُرشدِ کامِل کی راہ نُمائی کے بغیر ناممکن ہے۔

(۱) جس جَل نِدھ کارن تُم جگ آئے سو اُمرت گور پاہی جیو
(۲) چھوڈو ویس بھیکھ چترُائی دُبدھا ایہہ پھَل ناہی جیو
من رسے تھِر رہو مَت کت جاہی جیو
باہر ڈھونڈت بہُت دُکھ پاوے گھر اُمرت گھٹ ماہی جیو

۱۔ جل = آبِ حیات، نام خُدا + ندھ = دولت خزانہ + جس نامِ خُدا کے آبِ حیات کے خزانہ کے لیے تُم دُنیا میں آئے ہو وہ مُرشد سے ہی مل سکتا ہے۔

۲۔ باہری لباس و بہروپ اور چالاکیاں وغیرہ چھوڑو۔ اِن ذرائع سے نامِ خُدا کا امر پھل، نہیں مِلتا۔

اُوگُنْ چھوڈ گُنا کو دھاوو کرْ اوگُنْ پچھتا ہی رِجیو
(۱) سَراُپسَر کی سار نہ جانے پھر پھر پَچَے بُڈا ہی رِجیو
(۲) اُنتر مَیل لوبھ بہُتہ جھُوٹے باہر نہاوو کا ہی رِجیو
نِرمل نام جَپھو سَد گُورْ مُکھ اُنتر کی گت تا ہی رِجیو
(۳) پَرہَر لوبھ نِندا کُوڑ تیاگو سَچ گُورْ بچنی پھل پاہی رِجیو
جیوں بھاوے تیوں راکھو ہرجیو جَن نانک سَبدصلاحی رِجیو

سورٹھ، محلہ ا صفحہ ۵۹۸

۱۔ نیکی و بدی میں اِمتیاز نہیں کرتے۔ بار بار گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہو۔

۲۔ جب باطن جھُوٹ و لالچ کی غلاظت سے بھرا ہُوا ہے تو باہر جسم کو صاف کرنے یا نہانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

۳۔ طمع، چغلی، بدگوئی اور جھُوٹ کو چھوڑ دو۔ مُرشد کی تعلیم پر عمل کرو تب حقیقت کا پتہ چلے گا۔

۷۔ تارک الدُنیا

گورُو نانک صاحب اِس مُوثر نظم میں تارک الدُنیا یا تیاگی و بیراگی کی طرزِ زندگی پر سخت ملامت کرتے ہیں، کیونکہ اُس کے اِفکار و کردار میں کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔ گورُو صاحب تارک الدُنیا کے دُنیا کو ترک کرنے، کورے مکر و فریب و تصنع کو منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ وہ شہر چھوڑ کر جنگلوں میں ضرور چلا جاتا ہے مگر اُس کے دِل میں زر و زن کی تمنّا اُسی طرح موجُود رہتی ہے۔ لہٰذا وہ نہ تو سچا یوگی و بیراگی 'تارک الدُنیا' ہے اور نہ ہی سچا دُنیا دار ہے۔ وہ دُوسروں کو تو پند و نصائح کرتا ہے، مگر اپنے دِل میں خواہشاتِ نفسانی کی لگی آگ کو نہیں بُجھا پاتا۔ وہ ظاہرہ پارسائی کا لبادہ اور کانوں میں بلوری مُندرا پہنتا ہے، لیکن اُس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے جس سے وہ نسلِ اِنسانی کو فریب بھی دیتا ہے اور زہر آلُود بھی کرتا ہے۔ اپنے جسم پر راکھ و خاک ملنے کے رسم و رواج سب دھوکا و بناوٹ ہیں۔ یہ اُسے حیات و موت کے چکر سے نجات نہیں دِلا سکتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بے شرم بن کر دَر دَر مانگتا پھرتا ہے اور سماج کے لیے دیمک بن جاتا ہے۔ اِن تمام تکلیفات و حیات و موت کے چکر سے رہائی کا فقط ایک ہی راستہ ہے کہ وہ کسی مُرشدِ کامل کی پناہ میں آکر، اُس کی تعلیم و ہدایات پر صدقِ دلی سے عمل کرے۔ تب اُسکے نفس

کا ظرف پاک وصاف ہو کر عشقِ خُدا کے آبِ حیات کو پانے کے قابل ہو جائے گا۔ اور مُرشدِ کامل کی راہ نُمائی میں کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے بالآخر وہ خُدا سے وِصال پا جائے گا۔

(۱) جگ پَر بودھے مڑھی بدھاویہہ + آسن تیاگ کا ہے پسچ پاویہہ (۲)
(۳) مُمتا موہ کا مَن بہتکاری + نہ اودھوتی نہ سنساری
(۴) جوگی بَیس رہو دُبدھا دُکھ بھاگے + گھر گھر مانگت لاج نہ لاگے
(۵) گاوے گیت نہ چینہہ آپ + کیو لاگی بنورے پرتاپ (۶)
(۷) گورُ کے سَبد رَچے مَن بھائے + بھکھیا سہج وِیچاری کھائے (۸)
بھَسم چڑھاتے کریہہ پاکھنڈ + مایا موہ سہے جم ڈنڈ

۱۔ دُنیا میں دُوسروں کو نصیحت کرتا ہے مگر اپنے جسم کو توند کی طرح پالتا جاتا ہے۔
۲۔ نفس کی مُتلون مزاجی کو ترک کیے بغیر حقیقت کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟
۳۔ تیرے باطن میں تو زر وزن کی چاہ ہے تُو نہ دُنیا دار ہے نہ تارک الدُنیا۔
۴۔ تو ٹِک کر بیٹھ یعنی اپنے مَن کو ساکن کر۔ تب ہی تذبذب دُور ہوگا۔ اور تیری مُشکل حل ہوگی۔
۵۔ تو گیت گاتا رہتا ہے مگر اپنے آپ کی پہچان نہیں کرتا۔
۶۔ پَرتاپ = تیز آتش + تیری تمناؤں کی تپش کیسے سرد ہو؟

۷ ۔ تو دِل میں مُرشد کے دیے ہوئے کلمۂ الٰہی کے لیے عشق وعقیدت پیدا کر
۸ اور رُوحانی عالم توازن (سہج) کی خیرات مانگ۔

(۱) پھوٹے کھاپر بھیکھ نہ بھائے + بندھن بادھیا آوے جائے
(۲) بند نہ را کھہہ جتی کہا دیہہ + مائی ماگت ترے لو بھادے (۳)
(۴) بر دِیا نہیں جوت اُجالا + بوُڈت بوُڈے سَرب جنجالا
(۵) بھیکھ کرے رکھتھا بہو ہٹُوا + جھُو ٹھُو کھیل کھیلے بہو نٹُوا
انتر اگن چِنتا بہو جارے + دِن کرماں کیسے اُترس پارے
(۶) مُندرا پھٹک بنائی کان + مُکت نہیں بِدیا بِگیان (۷)
(۸) جیہوا اِندری ساد لو بھانا + پسُو بھئے نہیں مِٹے نیسانا (۹)

۱۔ تیرا کاسۂ دل، دُنیا اور اس کی چاہ سے گندہ ہے۔ اِس میں عشقِ الہٰی کا آبِ حیات کیسے آئے۔
۲۔ تیرا نفس تو تیرے قابو میں نہیں۔ مگر تُو اپنے آپ کو عابد و عارف کہتا پھرتا ہے۔
۳۔ تینوں اوصاف کے لالچ میں پھنسا تو مادّیت کا بھکاری بنا ہوا ہے۔
۴۔ تیرے سخت دِل میں نُورِ الٰہی کیسے ظاہر ہو؟
۵۔ تُو بھیس بناتا ہے۔ بہروپ بناتا ہے۔ خرقہ (فقیرانہ لباس یا گودڑی) پہنتا ہے۔ مکر و فریب کرتا ہے۔
۶۔ کان میں بلّور (کانچ) کی مُندرائیں پہنتا ہے۔
۷۔ عالم و فاضل بننے سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔
۸۔ تُجھے زبان و ذائقہ کا چسکا ہے۔
۹۔ اِس طرح تُو جانوروں کی مانند ہو گیا ہے (جانوروں کے کردار والا) تیرے گناہوں کے داغ نہیں مِٹینگے۔

(۱) تر پدھ لو گا تر ہدھ جو گا + سَبد وِ بچارے چُوکس سو گا (۲)

اَوُجل ساچ سو سَبد ہوئے + جو گی جُگت وِ بچارے سوئے

(۳) تُجھ پہ نَو ندھ تُو کرنے جوگ + تھاپ اُتھاپے کرے سو ہوگ

(۵) جت ست سنجم ہستج سُچیت + نانک جو گی تر بھون میت (۴)

(رام کلی، محلہ ۱، صفحہ ۹۰۳)

۱۔ کیا دُنیا دار اور کیا تارک الدُنیا (تیاگی) سب تین اوصاف، مایا اور مادیت کے غُلام ہیں۔

۲۔ یہ تمام تکلیفات شغلِ سُلطان الاذکار یعنی کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی دُور ہوں گی۔

۳۔ اے مالک تو نو ندھ، تمام نعمتوں کا مالک ہے۔ تو قادرِ مُطلق ہے۔

۴۔ جو یوگی (تارک الدُنیا) تجرّد، حق اور ضبط اختیار کرتا ہے اور خُدا کو باطن میں بسا کر دل کو پاک کر لیتا ہے، اُس کے باطن میں وہ خُدائے پاک خود بس جاتا ہے۔

۵۔ ایسا تارک الدُنیا (یوگی) اِنسان تمام کائنات کا دوست و خیر اندیش ہوتا ہے۔

۸۔ ہٹھ یوگ کی ملامت

گورُو نانک صاحب 'ہٹھ یوگ' سے مُتعلقہ تکلیف دہ جسمانی کسرتوں کی پُرزور ملامت وُمذّمت کرتے ہیں۔ رُوحانیت کے عمل میں جسم کو اذیّت دینے کی نہیں بلکہ نفس پر قابُو پانے کی ضرورت ہے اور نفس پر قابُو فقط فُقرائے کامل کی صُحبت سے ہی پایا جا سکتا ہے۔ حَبس دَم (پرانایام) کے طریق سے صرف جسم پاک ہوتا ہے۔ اِس سے نفس کو غُصّہ، غرُور، طمع، شہوت و لگاؤ، پانچ بدیوں سے نجات نہیں مِلتی اور نہ ہی تینوں اوصاف یعنی گُنوں (رَجو۔ تمو۔ سَتو) سے چھُٹکارا مِلتا ہے۔ بعین ہی متبرک مقامات کی زیارت یا کیؔ نفس کے لیے بے فائدہ و فضول ہے۔ کیونکہ پانی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ جسم ہی تو صاف ہو جائے گا۔ حیات و موت کے چکر سے نجات اور مالکِ کُل سے وِصال کا واحد طریق 'نام' یا کلمۂ الہی کا رُوحانی عمل (سُرت شبد ابھیاس) ہے۔ اور اِس کا صحیح طریق زندہ مُرشدِ کامل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ وہ منزلِ حق کی راہ سے بخُوبی آشنا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ اِس پر خُود آتا جاتا رہتا ہے۔

(۱) ہٹھ نگرہ کرَ کایا چھیجے + ورَت تپن کر مَن نہیں بھیجے
رام نام سَر اور نہ پُوجے + گورُ سیو منا ہرجَن سنگ کیجے
(۲) جم جندار جو ہے نہیں ساکے + سَر بن ڈس نہ سکے ہَر کا رس پیجے

۱۔ نگرہ کا مطلب ہے روکنا' دبانا + من اور اُس کی خواہشات کو زبردستی دبانا یا روکنا۔ آپ سمجھاتے ہیں کہ اِس طرح کے طریق سے جسم تو کمزور ہو جاتا ہے مگر مَن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۲۔ مُرشد کی صُحبت و خِدمت کرنے اور نام خُدا کا آبِ حیات پینے سے نہ تو موت کے سنگدل فرشتے نزدیک آتے ہیں اور نہ ہی مادّیت کی ناگن کاٹ سکتی ہے۔

۱ واد پڑھے راگی جگ بھیجے + ترے گُن بِکھیا جنم مریجے
رام نام بن دُوکھ سہیجے + چاڑس پَون سنگھاسن بھیجے ۲
۳ نیولی کرم کھٹ کرم کریجے + رام نام بن برتھا ساس لیجے
۴ اَنتر پنچ اگن کیوں دھیرج دھیجے + اَنتر چور کیوں ساد لہیجے ۵
گور مکھ ہوئے کایا گڑھ لیجے + اَنتر مَیل تیرتھ بھرمیجے ۶
۷ من نہیں سُوچا کیا سوچ کریجے + کرت پیا دوس کا کو دیجے
اُن نہ کھائے دیہی دُکھ دیجے + بن گور گیان ترپت نہیں تھیجے
مَن مکھ جنمے جسنم مریجے + ستگور بُوجھ سنگت جن لیجے
مَن ہر راچے نہیں جنم مریجے + رام نام بن کیا کرم کیجے
۸ اُوندر دُوندر پاس دھریجے + دُھر کی سیوا رام رویجے
نانک نام ملے کرپا پربھ کیجے رام کلی، محلہ-۱، صفحہ ۹۰۵

۱۔ اہلِ دُنیا فضول بحث مُباحثہ میں اُلجھے رہتے ہیں اور بے معنی کی موسیقی کے دیوانے ہوئے پھرتے ہیں۔

۲ یوگی حبسِ دَم کے عمل سے باطن میں لُطف اندوز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے طور پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں 'سنگھاسن' یعنی اُونچے رُوحانی مقام پر پہنچ گیا ہوں۔

۳ یوگی ہٹھ یوگ کے چھ طریق، دھوتی، نیتی، وَستی، نیولی، تراٹک اور کپال بھاتی کرتا ہے لیکن 'رام نام' نامِ خُدا کے بغیر ہر سانس رائیگاں جا رہا ہے۔

۴ جب باطن میں پانچ آتش جل رہی ہیں تو سکون کیسے مل سکتا ہے۔

۵ جب باطن میں بدیوں کے پانچ چور موجود ہیں تو نامِ خُدا کا لُطف کیسے لیا جا سکتا ہے؟

۶ متبرک مقامات کی زیارت سے جسمانی میل اُتارتا پھرتا ہے۔ مگر باطن میں غلاظت جُوں کی تُوں موجود ہے۔

۷ جب نفس (مَن) پاک نہیں تو باہری صفائی سے کیا حاصل؟

۸ اُوندر۔ چوہا + دُوندر = شرارتی۔ مُتلوّن اور جھگڑالو فِطرت والا۔ یعنی اِس چنچل شرارتی اور جھگڑالو مَن کو قابو کرکے ساکن کر لو۔

۹۔ فریبی پارسا

ایک تارک الدُنیا دَر دَر بھیک مانگ کر غمگین و بے کار زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اپنی ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں و فرائض سے دُور بھاگتا ہے۔ اور اپنی بدخواہشات و تمناؤں کا شِکار بن جاتا ہے۔

وہ بھگوے کپڑے پہن کر یا درویشانہ لباس اختیار کر کے سنیاسی یا تارک الدُنیا بن بیٹھتا ہے اور بھیک مانگتا پھرتا ہے مگر اپنی روزی خُود نہیں کماتا۔ چونکہ اُسے کلمۂ الٰہی کا عِلم نہیں ہوتا لہٰذا وہ شکوک و شُبہات کا شِکار بنا رہتا ہے۔

مُتبرک مقامات کی زیارت اور جسم پر راکھ ملنے سے وہ غلط فہمی کا شِکار ہونے اور مادّیت کے جال میں پھنسنے سے بچ نہیں سکتا۔ حالانکہ وہ مذہبی کُتب کا وِرد و وظیفہ کرتا ہے مگر درحقیقت وہ جھُوٹ و فریب کی دُنیا میں ہی رہتا ہے۔ اُسے اِس بات کا عِلم ہی نہیں کہ خُدا ہمیشہ باطن میں مِلتا ہے اور وہ باہر بھی ہر جگہ موجُود ہے۔

اُسے سر مُنڈوانے اور لمبی چوٹی رکھنے سے رُوحانیت میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اُسے 'مون برت'، یعنی خاموشی اِختیار کرنے سے بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ بلکہ ایسے اعمال سے خُودی بِس اور اِضافہ ہو جاتا ہے۔ تارک الدُنیا کا مَن تمام اطراف میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ جب تک مَن پُرسکُون ہو کر ساکن نہیں ہوتا وہ باطن میں نامِ خُدا کا آبِ حیات پینے کے قابل نہیں ہو سکتا۔

حالانکہ اُس نے اپنی بیوی کو ترک کر دیا ہے مگر خواہشِ نفسانی کے تحت غیر عورتوں کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے۔

وہ دُوسروں کو نصیحت و وعظ کرتا ہے مگر خُود کلمۂ الٰہی سے بے خبر ہے۔ اور دُنیاوی لالچ و لگاؤ میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ ظاہرہ بڑا پُرسکُون و متانت نظر آتا ہے مگر باطن میں زہر سے بھرا ہُوا ہے۔

اِس کے برعکس حقیقی تارک الدُنیا یا سنیاسی وہ ہے جو ہمیشہ کلمۂ الٰہی یا نغمۂ ربّی کے لُطف سے ہم آہنگ ہے اور مست و سرشار رہتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے وہ اپنے بداِفکار اور نفسانی خواہشات پر فتح پالیتا ہے۔ مُرشد کامِل کے عِشق کی بدولت اُس کے باطن میں عِشق الٰہی بیدار ہوتا ہے۔ وہ خُودی کو مار کر اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے۔ ایسا سچا سنیاسی یا تارک الدُنیا روٹی کپڑے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔ وہ بے مطلب و فضول نہیں بولتا۔ اُس کا دل سب کے لیے جذبۂ رحم و کرم سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ نجات حاصل کر چُکا ہوتا ہے اور وہ نغمۂ ربّی کی شیریں موسیقی کو سُن کر مستی و سرخوشی سے سرشار رہتا ہے۔

(۱) مَن مُکھ لہر گھر تج وِگوُچے اَوَرا کے گھر ہیرے
(۲) گرِ یہہ دَھرم گوائے ستگوُر نہ بھیٹے دُرمت گھُومن گھیرے
دِسنتر بھوَے پاٹھ پڑھ تھاکا ترِسنا ہوئے ودھیرے
(۳) کا چی پنڈی سَبد نہ چینے اُدر بھرے جیسے ڈھورے
بابا ایسی رَوت رَوے سنیاسی
(۴) گوُر کے سَبد ایک لِولاگی تیرے نام رَتے ترِپتاسی

---

۱. خُود پرست وقتی جوش میں آکر اپنا گھر بار ترک کر دیتا ہے مگر بعد ازاں دُوسروں کے گھروں سے خیرات مانگتا پھرتا ہے۔

۲. وہ اپنی ازدواجی زندگی کے فرائض نہیں نِبھاتا۔ مُرشد کامل نہ مِلنے کے باعث غلط راہ کے گرداب میں پھنس جاتا ہے اور غوطے کھاتا رہتا ہے۔

۳. اِس ناپائیدار و فانی جسمِ انسانی کے اندر کلمۂ الٰہی کی جُستجو نہیں کرتا اور جانوروں کی طرح پیٹ بھرتا رہتا ہے۔

۴. مُرشد کے بخشے ہوئے کلمہ سے محوِ مولا ہو جاتا ہے اور نفس کی تسلّی و تشفّی ہو جاتی ہے۔

گھولی گیرؤ رنگ چڑھائیا وَستر بھیکھ بھیکھاری
کاپڑ پھار بنائیٔ کِھنتھا جھولی مایا دھاری
(۱) گھر گھر مانگے جگ پربودھے مَن اندھے پَت ہاری
بھرم بُھلانا سَبد نہ چِیہنہ جُوئے بازی ہاری
(۲) اَنتر اُگن نہ گوُرُ بِن بُوجھے باہر پُوار تاپے
گوُرُ سیوا بِن بھگت نہ ہووی کیونکر چِینس آپے
نِندا کَرکَر نرک نِواسی انتر آتم جاپے
(۳) اَٹھ سٹھ تیرتھ بھرم وِگوُچے کیوں مَل دھوپے پاپے
(۴) چھانی خاک بھبھوت چڑھائیٔ مایا کا مَگ جوہے
(۵) اَنتر باہر ایک نہ جانے ساچ کہے تے چھوہے
پاٹھ پڑھے مُکھ جُھوٹھو بولے نگوُرے کی مَت اوہے

۱۔ دُنیا کو نصیحت کرتا ہے مگر خُود گھر گھر خیرات مانگتا ہے۔ اُس کا مَن اندھا ہے۔ آخر کار بے عزتی ہوتی ہے۔

۲۔ مُرشد کامل کی مدد سے بُرائیوں، خواہشات وتمناؤں کی اندرونی آگ بُجھانے کی بجائے باہر دُھونی (آگ) جلاتا ہے۔ (یہاں سادھوؤں کے ایک فِرقہ کی طرف اِشارہ ہے، جو اپنے چاروں طرف آگ جلاکر 'یوگ ابھیاس' کرتے ہیں)

۳۔ اپنی لاعِلمی کے باعث اڑسٹھ (۶۸) مُقدس مقامات پر نہاتا پِھرتا ہے مگر اِس طرح اُس کے گناہوں کی غلاظت دُور نہیں ہوسکتی۔

۴۔ وہ یوں تو جسم پر راکھ وخاک لگاتا ہے مگر زر و مال و مایا کی راہ پر چلتا ہے

۵۔ چھوہے ، چھو یعنی غصہ میں آتا ہے۔ اُس کو ہمہ جا اوست یعنی اندر و باہر نہیں دیکھتا اگر سچ کہا جائے تو غُصّہ کرتا ہے۔

نام نہ جپئی کیوں سُکھ پاوے ۔۔۔ بِن ناوے کیوں سوبھے
(۱) مُونڈ مُنڈاے جٹا سِکھ باندھی ۔۔۔ مَون رہے اَبھمانا
مَنوا ڈولے دَہ دِس دھاوے ۔۔۔ بِن رَت آتم گیانا
امرت چھوڈ مہاں بکھ پیوے ۔۔۔ مایا کا دیوانا
کِرت نہ مِٹئی حُکم نہ بُوجھے ۔۔۔ پسُوا ماہے سَمانا
(۲) ہاتھ کمنڈل کا پڑیا ۔۔۔ من ترِسنا اُپجی بھاری
اِستری تج کر کام وِیاپیا ۔۔۔ چِت لایا پَر ناری
(۳) سِکھ کرے کر سبد نہ چِینہہ ۔۔۔ لَنپٹ ہے بازاری
(۴) اَنتر بکھ باہر نِبھرائی ۔۔۔ تاں جَم کرے خواری
سو سنیاسی جو ستگور سیوے ۔۔۔ وِچوں آپ گوائے
(۵) چھادن بھوجن کی آس نہ کرئی ۔۔۔ اَچِنت مِلے سو پائے

---

۱ ۔ سر مُنڈوالیتا ہے۔ یا لمبے لمبے بال یعنی جٹا رکھ کر باندھ لیتا ہے۔ یا لمبی چوٹی رکھ لیتا ہے کبھی مونی بن جاتا ہے یعنی 'خامشی' اختیار کر لیتا ہے مگر باطن غرُور سے بھرا رہتا ہے۔

۲ ۔ کاپڑیا = گودڑی پہننے والا + گو ہاتھ میں کشکول ہے گودڑی پہن رکھی ہے مگر دل خواہشات و تمناؤں سے پُر ہے۔

۳ ۔ لوگوں کو نصیحت کرتا ہے مگر خُود کلمہ الٰہی کو نہیں پہچانتا۔ دراصل وہ دُنیاوی اشیا کا دیوانہ و تمنائی ہے۔ اور اُن کے لیے جگہ جگہ گھُومتا پھرتا ہے۔

۴ ۔ وہ ظاہرہ خاموش و متانت ہے مگر باطن میں زہر آلُود ہے۔ اُسے موت کے فرشتوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔

۵ ۔ در حقیقت سنیاسی یا تارک وہ ہے جو لباس و خوراک کی فکر سے آزاد ہو اور بغیر تمنّا و خواہش کے جو مِلے اُسے قبُول کر لے۔

(۱) بکے نہ بولے رکھما دھن سنگرہیہ تامَس نام جلائے
(۲) دَھن گرہی سنیا سی جو گی جے ہَر چرنی چت لائے
(۳) آس نراس رہے سنیا سی ایکس سیوں لِو لائے
ہَر رَس پیوے تاں سانت آوے نج گھر تاڑی لائے
منوا نہ ڈولے گورُ مکھ بُوجھے دَھاوت وَرج رہائے
(۴) گرہیہ سَریِر گورُ متی کھوجے نام پدارتھ پائے
برہما پسن مہیس سَریسٹ نام رتے دِ یچاری

۱۔ جو کم بولے۔ معافی کی دولت جمع کرلے۔ اور بُری خصلتوں کو کلمۂ الٰہی کے عمل سے جلا ڈالے۔
۲۔ خدائے پاک کے مُقدس قدموں میں دل لگانے میں ہی عظمت ہے۔ خواہ وہ کوئی دُنیادار ہو وہی تارک الدُنیا یا 'سچا یوگی' ہے اور مُبارک ہے ایسا اِنسان۔
۳۔ ایسا تارک الدُنیا اِنسان اُمید و نا اُمیدی سے بالا ہوتا ہے۔ وہ تو بس اُس واحد اللہ تعالےٰ کے عِشق میں ہی محو و مَست رہتا ہے۔
۴۔ اے اِنسان راہِ مُرشد پر چل کر اپنے جسم کے اندر تلاش کرکے اُس نامِ خُدا کی دولت کو حاصل کر۔

(۱) کھانی بانی گگن پتالی   جنتا جوت تمہاری
(۲) سب سکھ مکت نام دھن بانی   سچ نام ار دھاری
(۳) نام بنا نہیں چھوٹس نانک   ساچی تر تو تاری

مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۱۲ ـ ۱۰۱۳

۱۔ 'چاروں کھانیوں' چاروں بانیوں' آکاش و پاتال یعنی سب جگہ اور سب جانداروں میں تیرا ہی نور بر سرِ کار ہے۔

۲۔ سکونِ حقیقی و نجاتِ حقیقی کلمۂ الٰہی یا نغمۂ ربّی میں ہی ہے۔

۳۔ اِس باطنی کلمۂ الٰہی کے بغیر کبھی نجات نہیں مِل سکتی۔

نفس

۱۔ مچھلی جال میں

مچھلی دیکھنے میں تو بہت چالاک و ہوشیار معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ بے خبری کے عالم میں اچانک ماہی گیر کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ ہم بھی بالکل اسی طرح موت کے بے رحم فرشتے کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ ہم اور مچھلی دونوں اپنی غلطیوں کے باعث ہی موت کے پنجہ کا شکار ہوتے ہیں۔

یہ تمام دُنیا موت کے دائرہ میں ہے۔ کوئی بھی موت سے بچ نہیں سکتا۔ اِس سے مُقابلہ کرنے اور فتح پانے کا واحد راستہ مُرشدِ کامل کی راہ نمائی حاصل کرنے میں ہے۔ مُرشدِ کامل کلمۂ اِلٰہی سے مُنسلک ہونے کا طریق سکھلاتا ہے، جس سے موت سے نجات مِل جاتی ہے۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں" میں ایسے نجات دہندہ مُرشد پر سو بار نِثار و قُربان۔"

گورُو صاحب مزید مثالیں دیتے ہوئے اِنسان کو باز کے پنجے میں پھنسے پرندے، اور شکاری کے جال میں پھنسے شِکار سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ دونوں ہی لالچ میں آکر موت کے فریب کا شِکار ہوتے ہیں۔ فقط وہی بچتے ہیں جو اپنے مُرشدِ کامل کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ مُرشدِ کامل نام کی بخشش یعنی کلمۂ الٰہی کا راز دیکر حیات و موت کے چکر سے بچا لیتا ہے۔ یار، دوست احباب رشتہ دار کوئی بھی یہ مدد نہیں کر سکتا۔

وہ خُدا حق ہے۔ اُسکی خُدائی حق ہے۔ اور وہ خُدا پرست وعابدانِ حقیقی جنہوں نے اُسے پالیا ہے، سدا اُس حق ہی میں محو و مست رہتے ہیں۔ جن کو مُرشدِ کامل کی رحمت سے اِس حقیقت کا عِلم ہوجاتا ہے اُن کے قلب وزبان پاک ہوجاتے ہیں یعنی اُنکے افکار۔ گُفتار و کردار اعمال کے چکّر کی رسا سے دُور ہوجاتے ہیں۔ ایسے بندگانِ خُدا لافنا و جاوید ہوجاتے ہیں کیونکہ اُن کے لیے موت خُود مرجاتی ہے۔

مُرشدِ کامل کے بغیر ہم اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور بغیر کلمۂ الٰہی کے نُور کے ہمیں لاعلمی کی تاریکی میں راہِ حق نظر نہیں آتی۔ ہمیں مُرشد کی رحمت سے عرفانِ حقیقت ہوتا ہے اور ہم مقامِ حق کو پہنچتے ہیں۔ ہمارا نُورِ باطن اُس انورِ باری سے یک رنگ و یک جان ہوجاتا ہے۔

گورُو صاحب نظم کے آخر میں فرماتے ہیں کہ جو کچُھ بھی ہوتا ہے، اُس مالکِ کُل کے حُکم و رضا سے ہوتا ہے۔ اُس کے حُکم سے کائنات بنتی و مِٹتی ہے حیات و موت بھی اُسی کے حُکم سے ہے۔ اُسی کی رضا سے ہی ہمیں اُس سے وصال نصیب ہوتا ہے۔ مُختصر یہ کہ اِنسان کے اپنے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ جو کچُھ بھی ہوتا ہے اُس (مالکِ کُل) قادرِ مُطلق کی رضا و حُکم سے ہوتا ہے۔

پچھلی جال نہ جانیا — سَر کھارا اَسگاہ
اُت سیانی سوہنی — کیوں کیتو وِیساہ
کیتے کارن پاکڑی — کال نہ ٹلے سِراہ
بھائی رے اِیوں — سِرِ جانو کال
جیوں مچھی تیوں — مانسا پَوَے اَچِنتا جال
سب جگ بادھو کال کو — بن گورُ کال اُپھار
سچ رَتے سَے اُبرے — دُبدھا چھوڈ وِکار
ہوں تِن کے بلہارنے — دَر سچے سچیار

(۱) سیچانے جیوں پنکھیاں، جالی بدھک ہاتھ
گورُ راکھے سے اُبرے، ہور پھاتھے چوگے ساتھ
(۲) بن ناوے چُن سُٹیّہ کوئے نہ سنگی ساتھ
سچو سچّا آکھیئے، سچے سچا تھان
جنہیں سچا منیا، تن من سچ دھیان
(۳) مَن مُکھ سُوچے جانیئے، گورُمکھ جنہاں گیان
ستگورُ اگے ارداس کر، ساجن دے ملائے
(۴) ساجن ملیئے سُکھ پائیا، جم دُوت موئے بکھ کھائے
ناوے اندر ہوں وَساں، ناد وَسے مَن آئے
باجھ گورُو غبار ہے، بن سبدے بوجھ نہ پائے
گورُمتی پرگاس ہوئے، سچ رہے لو لائے
(۵) تتھے کال نہ سنچرے، جوتی جوت سمائے
تُو ہے ساجن تُو سُجان، تُو آپے میلن ہار
گورُ سبدی صالا حیئے، انت نہ پارا وار

۱۔ جس طرح پرندے باز کے پنجے میں ہیں اور جال شکاری کے ہاتھ میں اُسی طرح اِنسان موت کے چنگل میں ہے۔
۲۔ غیر بیعت شدہ لوگ چُن کر علیحدہ نکال لیے جاتے ہیں۔
۳۔ جن کو مُرشد سے عرفانِ حق ہو جاتا ہے وہ خوش نصیب سُرخرو و پاک دِل ہیں۔
۴۔ اُن کو وِصال محبوب کا لُطف حاصل ہو جاتا ہے اور موت کے فرشتے زہر کھا کر مرجاتے ہیں۔
۵۔ اُن کے باطن میں مُرشد کے بخشے کلمۂ اِلٰہی کے نُور کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور موت اُنکے نزدیک نہیں آسکتی۔

تتھے کال نہ اُپڑے ، جتھے گورُ کا سبد اَپار
حُکمی سبھے اُوپجہہ ، حُکمی کار کمائے
حُکمی کالے وَس ہے ، حُکمی ساچ سمائے
نانک جے تِس بھاوے سو تھیے ، اِنہاں جنتا وَس کِچھ ناہے ؎۱

سری راگ، محلہ۔۱ صفحہ ۵۵

۱۔ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خُدا ہوتا ہے۔ اِنسان کے بس کی بات نہیں۔

۲۔ زندگی کے دس مرحلے

گورُو صاحب اِس نظم میں اول سے آخر تک مُرشدِ کامل کی عظمت، تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔ مُرشدِ کامل سچا سُکھی ہے، سراپا سکُون ہے۔ مُرشدِ کامل وہ نُور ہے جس سے تینوں جہان مُنوّر ہیں وہ جِس کو بھی 'نام' کی دولت عطا کرتا ہے، رازِ کلمۂ اِلٰہی دیتا ہے، اُس کا نفس قابُو میں آجاتا ہے۔ وہ دائمی سکُون و سرُور خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے۔

گورُو صاحب زندگی کے اُن دس مراحل کو بیان کرتے ہیں، جو لاعلمی، طلب و تمنّا، اور بَد اعمال میں بُری طرح تر بتر و آلُودہ ہیں۔ جب اِنسان وفات پاتا ہے اور اُسے سپُردِ آتش یا سپُردِ خاک کیا جاتا ہے تو اُس کے دوست احباب و لواحقین کچھ دیر تو آہ و زاری کرتے ہیں مگر بعد ازاں اُسے فراموش کر دیتے ہیں۔ موت کے بعد کی رسُوم مثلاً برہمنوں یا مذہبی لوگوں کو کھانا کھلانا وغیرہ، ادا کرنے کے بعد تو بالکل بُھلا دیتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ مرحُوم کی رُوح کہاں گئی ہے اِس جہان میں اِنسان کی بے مقصد زندگی کا یوں آغاز و انجام ہوتا ہے۔

گورُو صاحب اِس نظم کے آخر میں فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کی شمعِ نُور کے بغیر یہ دُنیا لاعلمی کی تاریکی میں ڈُوبی رہتی ہے۔

گورُ داتا گورُ ہوِے گھر گورُ دِیپک تِہہ لوئے
اُمر پدارتھ نانکا مَن مانیے سُکھ ہوئے
پہلے پیار لگا تھَن دُدھ + دُوجے مائے باپ کی سُدھ
تیجے بھَیا بھابی بیب + چوتھے پیار اُپنّی کھیڈ
پنجویں کھان پین کی دھات + چھیویں کام نہ پُچھے جات
سَتویں سنج کیا گھر واس + اُٹھویں کرودھ ہُوا تن ناس
ناویں دھولے اُبھے ساہ + دَسویں دَدھا ہوا سُواہ

(۱) گئے سنگیت پکاری دھاہ + اُڈیا ہنس دسائے راہ

(۲) آیا گیا مویا ناؤ + پچھے پتل سدیو کاو

نانک من مکھ اندھ پیار + باجھ گورو ڈبا سنسار

وار ماجھ، سلوک محلہ ا، صفحہ ۱۳۷

۱- دوست احباب کچھ دیر کے لیے روتے چلاتے ہیں۔

۲- مرحوم کے بعد از مرگ شرعی رسوم کی طرف اشارہ ہے۔ پتوں پر کھانا کھلاتے ہیں اور کوؤں کو بلاتے ہیں۔

۴۔ پانچ کے مقابلہ میں ایک

گورُو صاحب اِس نظم میں ہماری پانچ بدیوں یا بُرائیوں کو پانچ ڈاکوؤں سے تشبیہہ دے رہے ہیں۔ رُوحِ اِنسان کو اِن پانچ ڈاکوؤں سے اکیلا ہی لڑنا پڑتا ہے۔ وہ اسے بار بار دبوچتے اور لُوٹتے رہتے ہیں۔ رُوح خُود کو لاچار، تن و تنہا و بے یار و مددگار محسوس کرتی ہے۔ گورُو صاحب رُوح کو نامِ خُدا کے ذِکر و سِمرن کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ ذکرِ نامِ خُدا کے رُوحانی عمل سے ہی اِن پانچ ڈاکوؤں کے سخت حملہ کا کامیابی سے مُقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل یعنی شغل سُلطان الاذکار موت کے فرشتوں کے حملہ سے بچاؤ میں بھی مدد کرے گا۔ ورنہ رُوح اُن کے ظلم و ستم کا شِکار ہوتی رہے گی۔ نظم کے آخر میں گورُو صاحب نصیحت فرماتے ہیں کہ اِنسان کو اہل و عیال و دوست اِحباب کی خاطر گُناہوں کے اِرتکاب سے بچنا چاہیئے۔

اَوَر پَنچ ہم ایک جَنا کیوں راکھؤ گھر بار مَنا
ماریں لوٹیں نِیت نِیت کِس آگے کری پُکار جَنا
سری رام ناما اُچر مَنا
آگے جم دَل بِکھم گھَنا
(۱) اُسار مَڑولی راکھے دَوارا بھیتر بیٹھی سا دھنا
(۲) امرت کیل کرے نِت کا من اَور لُٹین سو پَنچ جَنا

۱۔ خُدا نے جسمِ اِنسانی کی صُورت میں محل یا کعبۂ صغیر بنا کر اُس میں دس دروازے رکھے ہیں اور اِس محل میں رُوح بشکل عورت بیٹھی ہوئی ہے۔

۲۔ وہ عورت اپنے کو لافانی سمجھ کر لُطف اندوز ہو رہی ہے مگر اُسے پانچ بدیوں کے ڈاکو لُوٹ رہے ہیں۔

(۱) ڈھائے مڑولی لُوٹیا دِیہرا سادھن پکڑی ایک جَنا
جم ڈنڈا گل سنگل پڑیا بھاگ گئے سے پنج جَنا
(۲) کامن لوڑے سوئنا رُپا متر لوڑین سُو کھادھاتا
(۳) نانک پاپ کرے رتن کارن جاسی جم پُور بادھاتا

(گوڑی چیتی، محلہ۔۱ صفحہ ۱۵۵)

۱۔ قالبِ انسانی کے محل کو مِٹا کر مندر کو لُوٹا اور عورت کو ایک شخص یعنی موت نے دبوچ لیا۔
(۲) رُوح بشکلِ عورت سونا چاندی (زر و مال) جمع کرنا چاہتی ہے اور اُس کے دوست احباب اُن کو ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔
۳۔ ذی رُوح اِن خواہشات و تمناؤں کی تکمیل کے لیے گُناہ کرتا ہے اور اِن بد اعمال کے باعث جہنم جاتا ہے۔

۴۔ نادر موقعہ ضائع کر دیا

حیاتِ انسانی ہی وِصالِ خُدا کا واحد موقعہ ہے۔ 'چوراسی' کے قید خانہ سے نکلنے کا یہی واحد دروازہ ہے۔ گورُو صاحب حیاتِ اِنسانی کی عظمت بیان کرتے ہوئے افسوس کا اِظہار کرتے ہیں کہ اِنسان یہ نادر موقعہ عیش و عِشرت، کھانے پینے اور دُنیا کے فانی ساز و سامان جمع کرنے میں ہی ضائع کر دیتا ہے۔ جبکہ، ہماری تمام تر توجہ و کوشش نامِ خُدا اور وصالِ خُدا کے لیے ہونا چاہیے تھی۔ دراصل وہی لافانی حقیقت ہے۔

نظم کے آخر میں گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اِنسان کی اپنی کاوِش و کوشش کافی نہیں ہے کیونکہ بغیر رحمتِ حق اور مُرشدِ کامل کی راہ نمائی کے وصالِ حق نصیب نہیں ہو سکتا:

رَین گوائی سوئے کے دِوس گوایا کھائے
ہیرے جیسا جنم اہہ کوڈی بدلے جائے
نام نہ جانیا رام کا
مُوڑھے پِھر پاچھے پچھتائے رے
۱۱۱ اَنتا دَھن دَھرنی دھرے اَنت نہ چاہیا جائے

۱۔ دولت سے بے حد پیار کرتا ہے اُسے زمین میں دبا کر رکھتا ہے مگر اُس لامحدُود خُدا سے مُحبت نہیں کرتا۔

(۱) اَنت کو چاہن جو گئے سو آئے اَنت گوائے
(۲) آپن لیا جے مِلے تاں سب کو بھاگٹھ ہوئے
کرماں اُپر رنبڑے جے لوچے سب کوئے
نانک کرنا جن کیا سوئی سار کرے
حُکم نہ جاپی خصم کا کِسے وڈائی دے

گوڑی بیراگن، محلہ ۱، صفحہ ۱۵۶۔ ۱۵۷

۱۔ جنہوں نے زر و مال سے پیار کیا وہ وصالِ حق سے محرُوم رہے۔
۲۔ اگر اپنی کوشش سے مِلتا تو سب خوش قسمت بن جائیں۔

۵۔ دُنیادار کی حالت

عاشقانِ حق و بندگانِ خُدا کی تمام تر توجہ فقط خُدا کے عشق و عقیدت پر ہی مرکوز ہوتی ہے۔ وہ اس پانچ عناصر کی کائنات سے بے اعتنا و لاتعلق رہتے ہیں۔ اُن کے دِل میں حسد و نفرت کی تلخی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے عشق و محبت سے خُدا میں ہی جذب ہو جاتے ہیں۔ وہ ظاہر و باطن مُتوازن و پُرسکون رہتے ہیں۔

دُنیاداروں (مَن مُکھوں) کا دِل کا ظرف اُلٹا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ خُدا کی رحمت کے آبِ حیات کو پانے سے محرُوم رہتے ہیں۔ وہ اپنے بد اعمال کی آگ میں جلتے اور خاکستر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ اُسی طرح اپنی خواہشات کے غُلام ہوتے ہیں جیسا کہ بھنورا۔ پتنگا۔ ہاتھی اور مچھلی اپنے فِطری رُجحان کے غُلام۔ لوگ نفسانی خواہشات کے غُلام بن کر عورتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ وہ اپنا ذہنی توازن اور اِحساسِ عزت و آبرو کھو بیٹھتے ہیں ناامید ہو کر غمگین و اُداس ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ دوسروں کی دولت کی کشِش سے مرغُوب ہو کر حسد سے جلتے رہتے ہیں۔

فقط وہ لوگ جو کلمۂ اِلٰہی میں محو و مست رہتے ہیں اِن تمام مصائب سے بچے رہتے ہیں۔

اگر کوئی بیوہ نفسانی خواہشات کی تسکین یا دولت کے لالچ میں اپنے جسم کو کسی غیر مرد کو بیچ بھی دے تو بھی اُسے اپنے خاوند کی غیر موجُودگی کے باعث تسکین نہیں مِل سکتی بالکُل اِسی طرح جب تک کسی مُتلاشیٔ حق کو وِصالِ حق کا رُوحانی تجربہ نہیں ہوتا اُسے مذہبی کُتب کے محض مطالعہ اور شرعی رسُوم کی ادائیگی سے ہی اصل لُطف و سکُون حاصل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ جیسے پپیہا بارش کی بوُند کے لیے ترستا ہے، جیسے مچھلی پانی میں خوشی سے اُچھلتی کوُدتی ہے ویسے ہی نانک نام خُدا کے لیے تشنہ لب رہتا ہے۔ جب اُسے یہ آبِ حیات مِل جاتا ہے تو اُس کا غُنچۂ دِل کھِل اُٹھتا ہے۔

سیوا ایک نہ جانس اَورے + پَرپنچ بیادھ تیاگے کورے
بھائے مِلے سچ ساچے سچ رے
ایسا رام بھگت جن ہوئی + ہرگُن گائے مِلے مَل دھوئی
اُوندھو کوکل سگل سنسارے دُرمت اگن جگت پرجارے
سو اُبرے گوُر سبد بیچارے
بھرنگ پتنگ کُنچر ار مینا + مِرگ مَرے سہہ اپنا لینا
ترسنا راچ تت نہیں بینا
کام چِتے کامن ہتکاری + کرودھ بِنا سے سگل وِکاری
پت مت کھووے نام وِساری
پَر گھر چیت مَن مُکھ ڈولائے + گل جیوری دھندے لپٹائے
گوُر مُکھ چھوٹس ہرگُن گائے

جیوں تن بِدھوا پَر کو دیئی + کام دام چت پَروَس سیئی
بِن پِر ترپت نہ کبھوں ہوئی

پڑھ پڑھ پوتھی سمرت پاٹھا + بید پُران پڑھے سُن تھاٹا
(۱) بِن رَس راتے من بہُہ ناٹا
(۲) جیوں چاترک جَل پریم پیاسا + جیوں مینا جَل ماہیں اُلاسا
نانک ہَر رَس پی ترپتا سا

گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۲۵

۱۔ جب تک (نفس) مَن باطن میں خُدا کی عبادت و عشق میں محو و مست نہیں ہو جاتا یہ کئی قسم کے تماشے کرتا رہتا ہے۔ مگر اُس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

۲۔ جس طرح پپیہے یا مچھلی کی پیاس فقط پانی سے ہی بُجھ سکتی ہے اُسی طرح بندۂ خُدا کو نامِ خُدا یا نامِ اِلٰہی کے آبِ حیات سے ہی سیری و سُکون مِلتا ہے۔

۶- ملک الموت

ملک الموت، منفی طاقت، کال دُنیا میں پیدا ہونے والے کسی بھی جاندار کو نہیں بخشتا۔ بڑے بڑے شاہ و شہنشاہ۔ سردار۔ قاضی، شیخ و فقیر بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ اجل کے بے رحم پنجے سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔

کال ہمارے حواس یعنی آنکھ، کان، زبان کے چسکے کے ذریعہ ہمیں اپنی طرف راغب کر لیتا ہے۔ حواس لذات کے ذریعہ نفس یا مَن کو اپنا گرویدہ بنا کر اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔

کال اِس کائینات کا اِنتظام، اصولِ ثلاثہ (تخلیق۔ ترویج و تخریب) کے مُطابق چلاتا ہے۔ وہ اِس کا بندوبست تین دیوتاؤں برہما، کِردگار۔ وِشنو، پروردِگار اور شِو، فنا کار کے ذریعہ کرتا ہے۔ مایا نے ماں بن کر ان تینوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ سب اُس مالکِ کُل کے حُکم و رضا کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اُن کا اپنا کوئی دخل نہیں۔ گورُو صاحب ہدایت کرتے ہیں کہ پرستش، عِبادت یا بندگی فقط اُس اعلےٰ و بالا اللہ تعلےٰ، خُدائے برتر کی کرنا چاہیے نہ کہ نِچلے درجہ کے دیوی دیوتاؤں کی۔ حیران کُن امر یہ ہے کہ حالانکہ وہ خُدائے مطلق تو اِن دیوی دیوتاؤں کو دیکھتا ہے مگر یہ اُسے نہیں جان پاتے۔ خُدا خُود تو باطنی و غیر مُجسم ہے، جبکہ یہ دیوی دیوتا اُسکی ظاہرہ کائینات کا حِصّہ ہیں۔

(۱) پَرتھمے برہما کالے گھر آیا + برہم کمل پیال نہ پایا

(۲) آگیا نہیں لینی بھرم بُھلایا

۱۔ کال نے برہما کو پیدا کیا۔ وہ کمل میں داخل ہوا۔ اُس نے پاتال کی تلاش کی مگر اُس کو اللہ باری کا دِیدار نصیب نہیں ہوا۔

۲۔ اُس نے خُدائے برتر سے اجازت نہ لی۔ اِس لیے مادّیت کے فریب کا شِکار ہوگیا۔

(۱) جو اُپجے سو کال سنگھاریا + ہم ہر راکھے گورُ سبد بیچاریا
مایا موہے دیوی سب دیوا + کال نہ چھوڈے بن گورُ کی سیوا
او ابناسی اُلکھ اُبھیوا
سُلطان، خان، بادساہ نہیں رہنا + ناموں بھُولے جم کا دُکھ سہنا
مَیں دُھر نام جیوں راکھو رہنا
چودھری راجے نہیں کسے مُقام + ساہ مریہہ سنچے مایا دام
میں دُھن دیجے اُمرت نام
رُعیت، مہر، مُقدم سِق دارے + نہچل کوئے نہ دِسے سنسارے
(۲) اپھریو کال گورُ سر مارے
نہچل ایک سچا سچ سوئی + جِن کر ساجی تِنہہ سب گوئی
اوہ گورُ مُکھ جاپے تاں پَت ہوئی
قاضی، شیخ، بھیکھ، فقیرا + وڈے کہاویں ہوئے تن پیرا
کال نہ چھوڈے بن ستگورُ کی دھیرا
(۳،۴) کال، جال، جیہوا اُر نینی + کانی کال سُنے بکھ بَینی
بن سبدے مُٹھے دِن رَینی
ہردَے ساچ وَسے ہرنائے + کال نہ جوہ سکے گن گائے
نانک گورُ مُکھ سبد سمائے   گوڑی، محلہ ۱، صفحہ ۲۲۷

۱۔ جو کچھ بھی تخلیق ہُوا ہے فانی ہے۔ فقط مُرشد کے بخشے کلمۂ الٰہی کے شاغل ہی موت کی زد سے بچتے ہیں۔

۲۔ 'کال' بہت طاقتور ہے۔ یہ جھُوٹے، فریبی اور خُود پرست (مَن مُکھ) کے سر پر چوٹ مارتا ہے۔

۳۔ آنکھ اور زبان کے چسکے بھی ملک الموت (کال) کے جال ہی ہیں۔

۴۔ بدگوئی و چغلی کے زہر آلُود الفاظ سُننے سے ہمارے دل پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

۷۔ مست ہاتھی

گورُو نانک صاحب اِس نظم میں نفس کو مست ہاتھی سے تشبیہہ دے رہے ہیں۔ جو ظاہرہ طاقت کے نشّہ میں جھُوم رہا ہے مگر باطن میں موت کے خوف سے کانپ رہا ہے۔ اگر اُسے مُرشدِ کامل مِل جائے تو وہ اپنی جائے پناہ میں پہُنچ سکتا ہے۔

مُرشدِ کامل کی تعلیم پر عمل کے بغیر نفس پُر سکُون نہیں ہوگا۔ مُرشد مُتلاشیٔ حق سے تلقین کرتا ہے کہ وہ شرعی رسُوم کو چھوڑ کر کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل کو اختیار کرے۔

سوال یہ ہے کہ یہ سرکش و ضِدّی نفس کیسے ساکن کیا جاسکتا ہے؟ گورُو صاحب خُود ہی جواب دیتے ہیں کہ خُدا خُود مُتلاشیٔ حق پر رحمت کر کے اُسے مُرشدِ حقیقی کی صُحبت عطا فرماتا ہے۔ مُرشد اُس کے دِل سے موت کے خوف کا کانٹا نِکال دیتا ہے۔ اور اُسی کی رحمت سے باطل پر حق کی فتح ہوتی ہے۔

مَن نیک و بد اعمال کرتا ہے کیونکہ وہ پانچ عناصر سے بنا ہے اور قانُونِ اعمال کے ماتحت ہے۔ نادان نفس طاقت و دولت کی پرستش میں لگا رہتا ہے۔ حالانکہ مُرشد کی نصیحت پر عمل پیرا ہوکر وہ غم و آلام اور حیات و موت کے چکّر سے نجات پاسکتا ہے۔ مُرشد کی ہدایت پر چل کر مَن کو تینوں جہان کا عِلم ہوجاتا ہے اور اُس میں خُدا سے وِصال کی صلاحیّت آجاتی ہے۔

جب مُرشدِ کامل کی ہدایت پر چل کر مَن دُنیا سے لاتعلق ہوجاتا ہے اور طلب و تمنا کے مُوذی مرض سے خلاصی پالیتا ہے تب وہ نامِ خُدا کے آبِ حیات سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ ایسی رُوح کا تیسرے تِل، نُقطۂ سویدا یا دسویں در پر بڑی عزت سے خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ مُرشد کامل سے بخشے گئے نام یا کلمۂ الٰہی کی نعمت کی بدولت، نفس بے خوف ہوکر پانچوں بدیوں یعنی غُصّہ، غرُور، شہوت، لالچ اور لگاؤ پر فتح پالیتا ہے۔ تب وہ دیگر ہر قسم کی باہری موسیقی سے مُنہ موڑ کر، باطن میں نغمۂ ربّی (انحد شبد) کی شیریں موسیقی سے لُطف اندوز ہونے لگتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے محل کے دروازے، تیسرے تِل یا نقطۂ سویدا پر پہنچ کر ہی انسان کو اپنے رُوحانی وجُود کا علم ہونے لگتا ہے اور وہ قادرِ مُطلق کی عقیدت و مُحبت میں محو ہو کر نغمۂ ربّی کی ندائے شیریں کو سُننے میں مست ہو جاتا ہے۔

گورُو صاحب نظم کا اِختتام اِس دُعا کے ساتھ کرتے ہیں کہ اُن کو مُرشد کامل کے مُبارک قدموں میں پناہ مِل جائے تاکہ وصالِ حق نصیب ہو جائے۔

(۱) مَن مَیگل ساکت دیوانہ + بَن کھنڈ مایا موہ حیرانہ

(۲) اِت اُت جاہے کال کے چاپے + گورُمُکھ کھوج لہے گھر آپے

بِن گورُ شبدے مَن نہیں ٹھورا

سِمہرو رام نام اَت نِرمل اَور تیاگو ہوے گورا

اِیہہ مَن مُگدھ کہو کِو رہسی + بِن سمجھے جم کا دُکھ سہسی

(۳) آپے بخشے، ستگورُ میلے + کال کنٹک مارے سچ پیلے

اِیہہ مَن کرما، اِیہہ مَن دھرما + ایہہ مَن پنچ تت تے جنما

ساکت لوبھی اِیہہ مَن مُوڑھا + گورُمُکھ نام جَپے مَن رُوڑا

(۴) گورُمُکھ مَن اَستھانے سوئی + گورُمُکھ تربھون سوجھی ہوئی

۱۔ یہ نفس (مَن) مست ہاتھی ہے جو طمع، تمنّا و لگاؤ کے جنگل میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

۲۔ یہ اِدھر اُدھر جہاں بھی جائے موت کے خوف سے نہیں بچ سکتا۔

۳۔ موت کے خوف کا کانٹا نکالے جانے پر، یہ درِ حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

۴۔ نفس، مُرشد کی تعلیم پر چل کر اپنے ذاتی مقام (ترکُٹی) پر پہنچ جاتا ہے اور مُرشد سے اُسے تینوں طبق کا علم ہو جاتا ہے۔

اِیہہ مَن جوگی بھوگی تپ تاپے + گورُمکھ چِینہے ہر پَربھ آپے
مَن بیراگی ہوے تپا گی + گھٹ گھٹ مَنسا دُبدھا لاگی
رام رسائن گورُمکھ چاکھے + دَر گھر مَحلی ہَر پَت راکھے
اِیہہ مَن راجہ سُور سنگرام + اِیہہ مَن نِربھو گورُمکھ نام
مارے پَنچ اَپنے وَس کیئے + ہوے گراس اِکت تھائیں کیئے
گورُمکھ راگ سُواد اَن تیاگے + گورُمکھ اِیہہ مَن بھگتی جاگے
اَنحد سُن مانیا، سبد وِیچاری + آتم چِین بھئے نِرنکاری
اِیہہ مَن نِرمل دَرگھر سوئی + گورُمکھ بھگت بھاؤ دُھن ہوئی
اِیہنس ہَرجس گورُ پرساد + گھٹ گھٹ سو پَربھ آدجُگاد
(۱) رام رسائین اِیہہ مَن ماتا + سرب رسائین گورُمکھ جاتا
بھگت ہیت گورُ چرن نِواسا + نانک ہرجن کے داسن داسا

آسا، محلہ۔ ۱، صفحہ ۴۱۵۔۴۱۶

۱۔ سب دواؤں کی دوا، نامِ خُدا یا کلمۂ الٰہی، مُرشدِ کامل سے ہی مِلتا ہے

۸- غُلامی

مُرشدِ کامل کی خِدمت سے ہی خُدا کا پتہ چلتا ہے۔ مُرشدِ کامل ہی کلمۂ الٰہی کا رازِ مخفی عطا فرماتا ہے۔ جو بھی اِنسان مُرشد کے بتلائے ہوئے اِس رُوحانی طریق و ترکیب پر عمل کرتا ہے۔ غم و آلام سے خلاصی پا جاتا ہے۔

یہ تمام رشتہ دار، جن کا لگاؤ ہمیں اِس دُنیا سے باندھے ہوئے ہے، ایک قید یا غُلامی ہے۔ لہٰذا ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے، سب بندھن و غُلامی کا باعث ہیں۔

تکبّر کے تحت کئے ہوئے ہمارے تمام اعمال بھی قید و بند کا کام دیتے ہیں کیونکہ وہ قانونِ اعمال کے مُطابق ہمیں دُنیا میں واپس لاتے ہیں۔

دُنیا کے تمام ساز و سامان مثلاً کسان کو زمین، بادشاہ کو خزانہ دولتمند کو دولت، تمام بندھن ہی تو ہیں۔

علم و علمیّت، مذہبی کُتب کا مُطالعہ و مُشاہدہ بھی تو اِسی زمرہ میں ہے کیونکہ اِس سے بھی خُودی و تکبّر میں اِضافہ ہوتا ہے۔ اور یوں بھی مایا نے اپنا وسیع جال پھیلا کر ہمیں پھانس رکھا ہے۔ اُس مالکِ کُل کی حقیقی عبادت کے بغیر اِس جال سے رہائی ناممکن ہے۔

گورُو صاحب نظم کا اِختتام اِس دُعا کے ساتھ کرتے ہیں کہ اے مولا مجھے مُرشدِ کامل کا سہارا اور پناہ بخش۔

گورُ سیوے سو ٹھاکر جانے — دُوکھ مٹے سچ سبد پچھانے
رام جپو، میری سکھی سکھینی — ستگورُ سیو دیکھو پربھ نینی
بندھن مات پتا، سنسار — بندھن سُت، کنیا اَر نار
بندھن کرم دھرم ہوءِ کیا — بندھن پُت کلت مَن بیا
بندھن کرکھی کرے کرسان — ہوءِ ڈَن سہے راجا، منگے دان

بندھن سُودا اُن وِیچاری   ترِپت ناہیں، مایا موہ پسَاری
بَندھن ساہ سَنچے دَھن جائے   بِن ہر بھگت نہ پَوَئی تھائے
بُندھن بید باد اہنکار   بندھن بِنسے موہ بِکار
نانک رام نام سر نائی   سَتگوُر راکھے بَندھ نہ پائی

آسا، محلہ۔۱، صفحہ ۴۱۶

۹- فریب خوردہ نفس

گورُو صاحب نے اِس نظم میں نفس کے لیے کئی تشبیہات و تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ اسے کالے ہرن سے تشبیہہ دی ہے جو ممنوعہ کھیت میں گھسنا چاہتا ہے۔ اس ممنوعہ چارہ کھانے کا لُطف تو عارضی ہے مگر اِس کی پُشت پر دائمی دُکھ ہے۔ وہ حواس کی اُن لذات کا آرزو مند ہے جو فقط چند روزہ چاندنی کی مانند ہیں۔ جس کے بعد ختم نہ ہونے والی غموں کی لمبی کالی رات ہے۔

رُوح و نفس کو خُدا اور نامِ خُدا کی عبادت کے بغیر کسی طور بھی دائمی سکُون نہیں مِل سکتا۔ دوسرے تمام راستے تباہی اور موت کی وادی کو جاتے ہیں۔

مزید برآں گورُو صاحب نفس کو شہد کی مکھی سے تشبیہہ دیتے ہیں جو دُنیاوی پھُولوں کے گرد منڈلاتی رہتی ہے۔ اور آخر غم کا شکار ہوتی ہے۔

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے مُرشدِ کامل سے واضح طور پر سُن رکھا ہے کہ اسمِ اعظم کے عمل (سُرت شبد ابھیاس) کی راہ کے علاوہ تمام راستے تباہی و بربادی کی طرف جاتے ہیں۔ اِنسان بغیر کلمۂ الٰہی کے عمل کے بے سمجھ و بے خبر رہتا ہے۔ اُسے راستے کا پتہ نہیں چلتا اور اندھیرے میں بھٹکتا اور ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

گورُو صاحب رُوح کو یاد دہانی کراتے ہیں کہ یہ دُنیا اُس کا اصل مقام نہیں۔ وہ اُسے خبردار کرتے ہیں کہ وہ دُنیا کے جال میں نہ پھنسے ورنہ اُسے بھی جال میں پھنسی مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر مرنا ہوگا۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ فقط کلمۂ الٰہی میں ڈوب کر ہی رُوح موت کے جال سے نِکل سکتی ہے۔ اِس طرح وہ بے بُنیاد خوف و خدشات اور مغالطوں سے بھی نجات پا سکتی ہے۔

جس طرح اپنے منبع سے الگ ہوئے دریا بالآخر سمندر میں یکجا ہو جاتے ہیں، اُسی طرح رُوحیں بھی مالکِ کُل سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔

اِس پُرکشش دُنیا کی فریبی فِطرت سے کوئی خاص وخوش قِسمت رُوح ہی آگاہ ہو پاتی ہے اور اُسے یہ علم و آگہی فقط مُرشدِ کامل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو نامِ خُدا سے دُور رہتے ہیں، دُنیا میں بے مقصد مارے مارے پھِرتے ہیں اور حیران و پریشان رہتے ہیں۔ اُنکی قسمت میں ندامت و اذیّت ہی ہوتی ہے۔

گورُو صاحب نظم کا اِختتام اِس اعلان کے ساتھ کرتے ہیں کہ مُرشدِ کامل کے بخشے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے رُوح و رحمان کی جُدائی ختم ہو کر دونوں کا وِصال ہو جاتا ہے۔

(۱) تُوں سُن ہَرنا کالیا   کی واڑیئے راتا رام
(۲) بِکھ پھل میٹھا چار دِن   پھر ہووے تاتا رام
(۳) پھر ہوئے تاتا کھرا ماتا   نام بِن پرتا پیئے
(۴) اوہ جیو سائر دَیئے   لہری بِجلی جِوے چمکئے
ہَر باجھ راکھا کوئے ناہی   سوئی تجھے بِساریا
سَچ کہے نانک چیت رے مَن   مَریہہ ہرنا کالیا

۱۔ اے کالے ہرن کی صُورت نفس، تُو بد اعمال کی کھیتی میں کیوں پھنستا ہے۔

۲۔ بد اعمال کا لُطف عارضی و چار دن کا ہے بعد ازاں یہی دائمی غم و آلام کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ بد اعمال کے جِن لُطف و ذائقہ پر تُو مست ہے اُن ہی کے باعث تُجھے غم و آلام کی آگ میں سے گُذرنا ہوگا۔

۴۔ دُنیاوی لذّات، سمندر کی لہر اور بجلی کی چمک کی مانند وقتی و لمحاتی ہیں۔

(۱) بھَورا پھُول بھَوَنتیا دُکھ اَت بھاری رام

میں گورُ پُچھیا آپنا ساچا بیچاری رام

بیچار ستگورُ مُجھے پُوچھیا بھَور بیلی راتوَ

سُورج چڑھیا پِنڈ پڑیا تیل تاون تاتوَ

(۲) جم مگ بادھا کھائے چوٹا سَبد بن بے تالیا

نَسح کہے نانک چیت رے مَن مَریہہ بھَورا کالیا

۱۔ بھنورے پھُولوں کے رَس کی لذّت کے گرویدہ ہیں اِسی لذّت کے لالچ میں وہ پھُولوں میں بند ہو جاتے ہیں۔ عطار پھُولوں کو توڑ کر گرم تیل کے کڑا ہے میں ڈال دیتے ہیں اور بھنورے بھی اُسی میں تلے جاتے ہیں۔ یہی حال بد اعمال کی لذّات کے غلاموں کا ہوتا ہے۔

۲ کلمۂ الٰہی کے بغیر تُجھے باندھ کر جہنم کی راہ پر لے جایا جائے گا اور تو ملک الموت کے فرشتوں کے ہاتھوں چوٹیں کھائے گا۔

بے تال = ایک قسم کا بھُوت جو اِنسانی لاش میں رہتا ہے

گورُو صاحب یہاں بد خصلتوں میں پھنسے اِنسان کو 'بے تال' کہتے ہیں۔ کیونکہ 'بے تال' کی مانند ہی اُس کا نفس بے جان بد اعمال میں اُلجھا ہوا ہے۔

میرے جیئڑیا پردیسیا کِت پوِے جنجالے رام
ساچا صاحب مَن وَسے کی پھاسے جَم جالے رام
مچھلی وِچھنی نَین رُنی جال بَدھک پایا
سنسار مایا موہ میٹھا اَنت بھرَم چکایا
بھگت کر چِت لائے ہر سیوں چھوڈ منو اندیسیا
سچ کہے نانک چیت رَے مَن جیئڑیا پردیسیا
ندیاں واہ وِچھنیاں میلہ سنجو گی رام
(۱) جُگ جُگ میٹھا وِس بھرے کو جانے جوگی رام
کوئی سہج جانے ہَر پچھانے ستگورو جِن چیتیا
بن نام ہَر کے بھرَم بھولے پچئے مُگدھ اَچیتیا
(۲) ہَر نام بھگت نہ ردے ساچا سے اَنت دھائیں رُنیا
(۳) سچ کہے نانک سَبد ساچے میل چِری وِچھنیا

آسا، محلہ۔۱، صفحہ ۴۳۸-۴۳۹

۱۔ ازل سے ہی ان لذات میں زہر بھرا ہے۔ جو انسان کو میٹھا لگتا ہے۔ اِس قند آلود زہر کی حقیقت سے کوئی عابل صادق یا فقیرِ کامل ہی واقف ہے۔

۲۔ جن کے دِل میں نامِ خدا کا سچا عشق نہیں، وہ بالآخر بلک بلک کر روتے ہیں۔

۳۔ عرصۂ دراز سے رحمان سے علیٰحدہ ہوئی رُوح کو کلمۂ حق ہی واپس اُس سے مِلا سکتا ہے۔

۱۰۔ ہمارا اعمالنامہ

گورُو صاحب نے اِس نظم میں قانونِ اعمال کی اہمیت کی ایک واضح تشبیہہ کے ذریعہ بڑی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ آپ نے ہمارے اعمال کو ہماری کتابِ حیات سے تشبیہہ دی ہے۔ اِس پر ہمارے نیک و بد اعمال کے مُطابق دو طرح کی نوِشت ہے۔ جوں جوں اعمال دوہرائے جاتے ہیں وہ عادات بنتے جاتے ہیں۔

گورُو صاحب ہمارے سرکش و باغی نفس کو نامِ خُدا کی عبادت و بندگی کی تلقین کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نیکیاں جو کلمۂ اِلٰہی کے شغل کو ترک کرنے سے مُرجھا گئی تھیں دوبارہ ترو تازہ ہو جائیں۔

گورُو صاحب ایک اور مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ رات اور دن ایک جال کی مانند ہیں، جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمارا جسم ایک بھٹّی کی مانند ہے جو پانچ بُرائیوں کی آگ سے گرم ہو رہا ہے، جس میں ہمارے گُناہ ایندھن کا کام دے رہے ہیں اور ہمارا نفس جل کر خاکستر ہو رہا ہے۔ ہمارا نفس یا مَن جو زنگ آلُود لوہا ہے، خالص سونے میں تبدیل ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ پارس پتھر سے چُھو جائے یعنی اگر وہ مُرشدِ کامل کی صحبت میں آ جائے۔ کیونکہ مُرشدِ کامل ہی نامِ خُدا کی نعمت کا آبِ حیات پلا کر زِندہ جاوید کر دیتا ہے، جس سے حیات و موت کا چکر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔

(۱) کرنی کاگد، مَن مسوانی بُرا بھلا دوئی لیکھ پئے

(۲) جیو جیو کِرت چلائے تیوں چلئے ۔ تو گُن ناہی انت ہرے

۱۔ ہمارا کردار کاغذ، نفس دوات اور نیک و بد اعمال تحریر ہیں۔

۲۔ ہمارے اعمال سے بنا ہمارا مقسوم جیسے ہمیں چلاتا ہے اُسی طرح ہمیں چلنا پڑتا ہے۔ کوئی اعمال کے ذریعہ اُس مالکِ کُل کے دیدار حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱) چت چیتس کی نہی باوریا + ہر بسرت تیرے گن گلیا
(۲) جالی رین، جال دِن ہُوا جیتی گھڑی پھاہی تیتی
(۳) رس رس چوگ چگے نِت پھاسے، چھوٹس موڑھے کون گنی
(۴) کایا آرن من وِچ لوہا، پنچ اگن تِت لاگ رہی
(۵) کوئلے پاپ پڑے تِس اوپر، من جلیا سنی چنت بھئی
(۶) بھیا منور کنچن پھر ہووے جے گور ملے تینہا
(۷) ایک نام امرت اوہ دیوے تو نانک ترِسٹس دیہا

۱۔ اے احمق! تو اُس خدا کا ذکر کیوں نہیں کرتا، جسے بھولنے سے تیرے تمام اوصاف ختم ہو گئے ہیں۔

۲۔ رات اور دن یکساں ہیں۔ گذر رہے ہر لمحہ میں کیا گیا ہر فعل ہمارے گلے کا پھندہ بنتا جارہا ہے۔

۳۔ تو لذات کا لطف لینے کے لالچ میں جال میں پھنسا ہے۔ کن اوصاف کے سہارے تو اِس جال سے رہائی پائے گا۔

۴۔ جسم کی بھٹی میں بد اعمال کی آگ جل رہی ہے اور نفس کا لوہا گرم ہو رہا ہے۔

۵۔ گناہ کوئلے کی مانند ہیں۔ جن پر نفس کا لوہا جل رہا ہے۔ فکر نے چمٹے کی طرح اِس لوہے کو جکڑ رکھا ہے۔ اور یہ لوہار کی صورت میں ملک الموت کی چوٹیں سہہ رہا ہے۔

۶۔ اگر مُرشد کی صورت پارس پتھر مل جائے تو نفس کا زنگ آلود لوہا بھی سونا بن جائے۔

۷۔ اگر مُرشد نامِ خدا کا آبِ حیات عطا فرمائے تو جسم کی تمام پیاس مِٹ جائے۔

۱۱- خُود پرست

وہ قادرِ مُطلق تمام شیطانی قوتوں کو ختم کرنے والا ہے۔ وہ سب میں موجُود ہے لیکن نظر آتا نہیں۔ مُرشدِ کامل کی تعلیم و ہدایت کے مُطابق زندگی بسر کرنے سے ہی اُسے دیکھا اور جانا جا سکتا ہے۔ مُرشد کو مُقدم رکھنے والا خُدا پرست اِنسان ہی اِس بحرِ ظُلمات سے باآسانی پار اُتر سکتا ہے۔

برعکس اِس کے خُود پرست (مَن مُکھ) بار بار حیات و موت کے چکر کی چوٹیں کھاتا رہتا ہے چونکہ اُس کا نوشتۂ تقدیر مِٹ نہیں سکتا لہٰذا اُسے فرشتۂ اجل کے ہاتھوں بُری طرح ذلیل خوار ہونا پڑتا ہے۔

یہ رُوح کی دُلہن جو اپنے محبُوب خُدا کو چھوڑ کر غیروں (نفس وغیرہ) کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی پھرتی ہے، اپنے خاوند، خُدا کے گھر یعنی درگاہِ ایزدی میں کبھی قبُولیت نہیں پا سکتی۔

جِسم کی قید و بند میں جکڑا ہوا یہ خُود پرست اِنسان زندگی میں بے شُمار دُکھ پاتا ہے اور موت کے بعد جہنم کی آگ میں بھی جا جلتا ہے۔ قاضی القضات (دھرم راج) گنہگاروں پر بالکل رحم نہیں کرتا۔

خُود پرست اپنی خواہشات کے باعث تکلیف پاتا رہتا ہے۔ عزت و آبرو کھونے کی وجہ سے خود کو گرا کر جانوروں کی سطح پر لے آتا ہے۔ وہ بُری طرح بُرائیوں میں پھنسا اور گُناہ آلودہ رہتا ہے۔

دُنیا کے لوگ دُنیاوی تعلقات، بیوی بچے اور کُنبہ کے لگاؤ میں لگے رہتے ہیں۔ یہ سب مکر و فریب کا کھیل و جال ہے، جِس کا طلسم مُرشد کی رحمت سے ہی ٹوٹتا ہے۔

جہاں خُود پرست اِنسان گُمراہ و غلط راہ پر چل کر جہنم کی آگ میں جلتا ہے، خُدا پرست مُرشد کے بخشے نامِ خُدا کے آبِ حیات کو پی کر جاوید ولافنا ہو جاتا ہے۔

مُرشد کی تعلیم مُرید کو باطن میں وہ قوّت و صلاحیّت بخشتی ہے کہ جِس سے

وہ تقدیر کے تیر بڑے صبر و تحمل سے سہنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اُسے دُنیا کے دُکھوں کے کانٹے نہیں چُبھتے۔ جس طرح ایک پتھر پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اُسی طرح خُود پرست انسان کو بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ موت ایک لازمی امر ہے۔

مایا سے پیدا یہ ثانویت کا احساس ہی ہماری تباہی کا باعث ہے۔ مُرشد کی رحمت و شفقت کے بغیر ہم اِس مکر و فریب کے طلسم سے کبھی بھی چھُٹکارا نہیں پا سکتے۔

مایا کے پرستار کا کُتیا اور سُوّر سے موازنہ کیا گیا ہے، جو ہمیشہ گُناہ سے ترغیب زدہ اور خوفزدہ رہتے ہیں۔ مُرشد ہی کلمۂ اِلٰہی کی نعمت کو بخش کر اُسکے نفس کو ساکن کرسکتا ہے۔

(۱) اُسر سنگھارن رام ہمارا گھٹ گھٹ رمیا رام پیارا
نالے الکھ نہ لکھیئے مُولے گورمکھ لکھ ویچارا ہے
گورمکھ سادھو سرن تمہاری کر کرپا پربھ پار اُتاری
(۲) اگن پانی ساگر اَت گہرا گور ستگور پار اُتارا ہے
مَن مُکھ اندھلے سوجھی ناہی آوے جائے مَرے مرجاہی
پُورب لکھیا لیکھ نہ مٹئی جم دَر اندھ خوارا ہے
اِک آوے جاوے گھرواس نہ پاوے
کرت کے بادھے پاپ کماوے

۱۔ دورے دور سے میں سمایا ہوا کلمہ یا نامِ خُدا، بدیوں کے ظالموں کو فنا کرنے والا ہے۔

۲۔ یہ دُنیا بدیوں اور بدھتوں کی آگ اور پانی کا گہرا سمندر ہے جس میں سے مُرشد ہی پار اُتار سکتا ہے۔

اندھلے سوجھی بُوجھ نہ کائی، لوبھ بُرا اہنکارا ہے

(۱) پر بن کیا تِس دھن سیگارا
پَر پر راتی خصم وِسارا

(۲) جیوں بیسوا پُوت باپ کو کہیے، تیوں پھوکٹ کار وِکارا ہے

(۳) پَریت پنجر میں دُوکھ گھنیرے
نرک پچہہ اگیان اندھیرے

دھرم راے کی باقی لیجے، جن ہر کا نام وِسارا ہے

۱۔ کسی عورت کا اپنے خاوند کو بھُول کر دوسرے مردوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانا اور بناؤ سنگار کرنا سب فضول ہے۔ یعنی پرماتما کی بھگتی بھگتی چھوڑ کر دوسرے دیوی دیوتاؤں کی بھگتی بے فائدہ ہے۔ ماسوا معبودِ حقیقی کی عبادت کے دیگر ہر قسم کی عبادت و ریاضت بے معنی ہے۔

۲۔ طوائف کے بیٹے کا باپ کسے کہا جائے؟ اِسی طرح خُود پرست کی عبادت کس حساب میں لکھی جائے؟

۳۔ جسمِ اِنسانی میں بہت رنج و آلام ہیں۔ لاعلمی کی تاریکی میں ڈوبے اِنسان دوزخ میں دُکھ پاتے ہیں یہاں گُورو صاحب نے جسمِ انسانی کو بھوت بنگلہ کہا ہے۔ کیونکہ اِس میں نفس یا من کا بھوت بستا ہے

(۱) سُورج تپے اگن بِکھ جھالا
اپت پسو من مکھ بیتالا
آسا منسا کوڑ کماویہہ، روگ بُرا بُریارا ہے

مستک بھار کلر سر بھارا
کیونکر بھو جل لنگھس پارا
(۲) ستگور بوہتھ آد جگادی، رام نام نِستارا ہے

(۳) پُتر کلتر جگ ہیت پیارا
مایا، موہ پسریا پا سارا
جم کے پھاہے ستگور توڑے، گُور مکھ تت بیچارا ہے

(۴) کوڑ مٹھی چالے بہہ راہی
من مکھ دا جھے بڑ بڑ بھاہی
(۵) امرت نام گورُو وَڈ دانا، نام جپو سُکھ سارا ہے

۱۔ آپ دوزخ کی مختلف اذیتوں کو بیان کر رہے ہیں۔ خود پرست آبرو کھو دیتا ہے اور جہنم کی آگ میں جلتا ہے۔
اپت = جس کی عزت وآبرو نہ ہو۔
۲۔ مُرشد ازل سے اِس بحرِ ظلمات کو پار کرنے میں جہاز کا کام دیتا ہے۔
۳۔ بیوی، بچے اور دُنیاوی محبت سب لالچ و لگاؤ کا جال ہیں۔
۴۔ مکر و فریب سے فریب خوردہ یہ دُنیا راہِ مُرشد چھوڑ کر دیگر راہ اختیار کرتی ہے اور بالآخر مایا کی بھٹی میں جل کر خاک ہو جاتی ہے۔
۵۔ مُرشدِ کامل ہی اُس نامِ خدا (کلمہ) کا آبِ حیات بخشتا ہے، جو سکونِ حقیقی کا جوہر و بُنیاد ہے۔

ستگورُ تُٹھا پیتے دِرڑائے
سب دُکھ میٹے مارگ پائے
(۱) کنڈا پائے نہ گڈئی مُوئے، جِس ستگورُ راکھن ہارا ہے
کھیھُو کھیہہ رَلے تَن چھیجے
مَن مُکھ پاتھر سیل نہ بھیجے
کرَن پلاد کرے بہتیرے، نرک سُرگ اوتارا ہے
(۲) مایا بکھ بھُوئینگم نالے
اِن دُبدھا گھر بہتے گالے
ستگورُ باجھوں پریت نہ اُپجے، بھگت رتے پتیارا ہے
ساکت مایا کو بہُو دھاوے
نام وِسار کہاں سُکھ پاوے
ترسے گُن انتر کھپے کھپاوے، ناہی پار اُتارا ہے
(۳) کُوکر سُوکر کہیے کوڑ یارا
بھونک مرے بھُو بھُو بھُو ہارا
مَن تَن جھُوٹھے کُوڑ کماوے، دُرمت درگہہ ہارا ہے

۱۔ پاؤں میں مایا و مادیّت کا کانٹا نہیں چبھتا۔

۲۔ مایا و مادّیت کی زہریلی ناگن اِنسان کے ساتھ ہی رہتی ہے اور اِس کے پیدا کردہ مصائب سے بے شمار لوگ برباد ہوتے ہیں۔

۳۔ خود پرست، کتے اور سؤر کی مانند ہیں۔ جو مادی دُنیا کے لالچ میں بھونک بھونک کر بار بار مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ستگورُ مِلے تاں مَنُو آ ٹِکے
رام نام دے سَرن پَرَ یکے
ہَر دَھن نام امولک دیوے، ہَر جَس در گہہ پیارا ہے
رام نام سادھُو سرنائی
ستگورُ بَچنی گَت مِت پائی
نانک ہَر جَپ ہَر مَن میرے، ہَر میلے میلن ہارا ہے

مارو، محلہ۔ ا، صفحہ ۱۰۲۸ تا ۱۰۳۰

۱۴۔ نفس کو نصیحت

اِس نظم میں گورُو صاحب نفس کو نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ باہر مارا مارا نہ پھرتا رہے۔ اُسے باطن میں کلمۂ اِلٰہی سے جُڑ جانا چاہیئے۔ یاد رہے کہ موت یقینی ہے کلمۂ اِلٰہی کی عبادت و ریاضت سے کوتاہی کرنے پر غم و آلام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی نامِ خُدا کی عبادت کا راز مِلتا ہے۔ وہی اِس منزل تک پہنچنے کا طریق بتاتا ہے۔ (بعد ازاں مُرشد کے بتائے اِس طریق سے کلمۂ اِلٰہی کے رُوحانی شغل کے بلا ناغہ عمل کی ضرورت ہے)۔

گورُو صاحب اِس نظم میں خُود کو تکلیف و اذیّت دینے کی بھی مُذمّت کرتے ہیں۔ کیونکہ منزل تو باطن میں ہے، لہٰذا باہر کی تمام جُستجُو بے کار و بے سُود ہے۔

چونکہ مُرشدِ رمُوزِ حق سے واقف ہوتا ہے اور کلمۂ حق اُس کے باطن میں جلوہ گر ہوتا ہے، لہٰذا اُس کی پناہ میں آئے مُرید کو فرشتۂ اجل سے کوئی خوف و خطر نہیں رہتا۔ اِس کے برعکس دُنیا پرست اِنسان دُنیاوی لگاؤ اور لالچ کا غلام ہوتا ہے اور اپنی ہی خُودی کا شِکار بنا رہتا ہے۔ وہ زندگی بھر موت سے خوفزدہ رہتا ہے اور حیات و موت میں مُتواتر چکر کاٹتا رہتا ہے۔

(۱) گھر رَہو رے مَن مُگدھ ا یانے
رام جَپو اَنتر گَت دِھیا نے

(۲) لالچ چھوڈ رَچو اَپر نپر، اِئو پا وَؤ مُکت دوارا ہے

(۳) جس بِسریئے جَم جوہن لاگے
سبھ سُکھ جا ہیہ دُکھاں پُھن آگے
رام نام جَپ گورُ مُکھ جی اڑے، اِیہہ پَرم تَت وِیچارا ہے

ہَر ہَر نام جَپو رَس مِیٹھا
(۴) گورُ مُکھ ہَر رَس انتر ڈِیٹھا

(۵) اَہنِس رام رہو رنگ راتے، اِیہہ جَپ تَپ سَنجم سارا ہے

(۶) رام نام گورُ بَچنی بولو
سَنت سبھا میں اِیہہ رس ٹولو
گورُ مَت کھوج لَہو گھر اَپنا، بہُڑ نہ گربھ مَجھارا ہے

۱۔ اے احمق و نادان نفس! باطن میں تصوّر جما کر ذکرِ خُدا کر۔

۲۔ دُنیا کے لالچ چھوڑ کر خُدائے لامحدُود سے لَو لگا۔ یہی اصل راہِ نجات ہے۔

۳۔ نامِ خُدا کو بھولنے سے موت کے فرشتے قابو کرنے کے لیے تاک لگائے رہتے ہیں۔

۴۔ نامِ خُدا کا آبِ حیات باطن میں مُرشد سے ہی مِلتا ہے۔

۵۔ نامِ خُدا یا کلمۂ اِلٰہی سے باطن میں دن رات جُڑے رہنا ہی تمام عِبادت و ریاضت کا جوہر ہے۔

۶۔ مُرشد کے بتائے طریق کے مُطابق رُوحانی عمل و شغل کرو۔ اس کی تلاش مَردانِ حق کی صُحبت میں کرو۔

نفس

۱۔ پسیح تیرتھ نہاوو، ہَرگُن گاوو
تَت وِیچارو، ہَرلِو لاوو

۲۔ اَنت کال جم جو بِہ نہ ساکے، ہَر بولو رام پیارا ہے
ستگُرُ پُرکھ داتا وَڈ دانا
جِس اَنتر ساچ سو سَبد سمانا
جِس کو ستگُرُ میل مِلائے، تِس چُوکا جم بھے بھارا ہے

(۳) پَنچ تَت مِل کایا کینی
تِس بِہں رام رتن لے چِینی
آتم رام، رام ہے آتم، ہَر پا یئے سَبد وِیچارا ہے

(۴) سَت سنتو کھ رہو جَن بھائی
کھما گہو ستگُرُ سَرنائی
آتم چِین پَر آتم چِینو، گُورُ سنگت اِیہہ نِستارا ہے
ساکت کُوڑ کپٹ مِیں ٹیکا
اِیہہ نِس نِندا کرے اَنیکا

۱۔ کلمۂ اِلٰہی کے حقیقی حوضِ کوثر میں غوطہ لگاؤ۔ خُدا کی خوبیوں اور اوصاف کو یاد کرو۔ کلمۂ اِلٰہی کا ذِکر یعنی شغل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے لَو لگاؤ۔

۲۔ اِس طرح نامِ خُدا سے عشق کرنے والے کے وقتِ مرگ، موت کے فرشتے نزدیک نہیں آتے۔

۳۔ یہ جسم پانچ عناصر سے بنا ہے۔ تم اِسی میں کلمۂ اِلٰہی کے نُور کو پہچانو۔

۴۔ خُود کی پہچان سے خُدا کی پہچان کرو۔ یہ نعمت مُرشد کی صُحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

بن سمرن آوے پھُن جاوے، گرِبھ جوُنی نرک مجھارا ہے
ساکت جم کی کھان نہ چوُکے
جم کا ڈنڈ نہ کبہوُں مُوکے
باقی دھرم رلسۓ کی سِیجے بھسر اپھرِیو بھار اُپھارا ہے
بن گوُرُ ساکت کہو کو تریا
ہوے کرتا بھو جل پریا
بن گوُرُ پار نہ پاوے کوئی، ہر جپیے پار اُتارا ہے
گوُرُ کی دات نہ میٹے کوئی
جس بخشے تس تارے سوئی
جنم مرن دُکھ نیڑ نہ آوے، من سو پربھ اپر اپارا ہے
گوُرُ تے بھوُلے آوو، جاوو
جنم مرو، پھُن پاپ کماوو
ساکت مُوڑھ اچیت نہ چیتے، دُکھ لاگے تاں رام پُکارا ہے
سُکھ دُکھ پُرب جنم کے کیئے
سو جانے جن داتے دِیئے
کس کو دوس دیہہ توُں پرانی، سب اپنا کیا کرارا ہے
(۱) ہوے ممتا کر دا آیا
آسا منسا بندھ چلایا
میری، میری کرت کیا لے چالے، بکھ لادے چھار بکارا ہے

۱۔ میری، میری کرنیوالے یہاں سے کیا لیکر جاتے ہیں؟ گناہوں کا زہر اور برائیوں کی راکھ۔

(۱) ہر کی بھگت کرو جَن بھائی
اَکتھ کتھو مَن مَنے سَمائی

(۲) اُٹھ چلتا ٹھاک رکھو گھر اَپنے، دُکھ کاٹے کاٹن ہارا ہے
ہر گوُرُ پوُرے کی اوٹ پراتی
گوُرُ مُکھ ہر پو گوُرُ مُکھ جاتی
نانک رام نام مَت اُوتم، ہر بخشے پار اُتارا ہے

(مارو، محلہ ۱، صفحہ ۱۰۳۰-۱۰۳۱)

۱۔ خدا کی عبادت کرو، جس سے نفس اپنے اصل مقام پر پہنچ جائے اور اُسے خدائے لا بیاں کا علم ہو جائے۔

۲۔ نفس جو باہر بھاگتا ہے اُسے مُرشد کے دیئے ہوئے طریق کے مطابق عمل سے بار بار اندر لاؤ۔ اُسے آنکھوں کے پیچھے یکسو کرو۔ اِس سے تمام غم و آلام ختم ہو جائیں گے۔

۱۳۔ پانچوں بدیاں ترک کرو

باطنی رُوحانی مشاہدہ اور خُدا سے وِصال کے لیے لازمی ہے کہ سب سے پہلے شہوت، غُصّہ، غرُور، لالچ اور لگاؤ، پانچ بُرائیوں کو ترک کیا جائے۔ اِس شرطِ اول یعنی اِن کو ترک کیے بغیر باطن میں کلمۂ اِلٰہی کے آبِ حیات سے لُطف اندوز ہو سکتا غیر مُمکن ہے۔

شُروع شُروع میں جب رُوح اندر جانا شُروع کرتی ہے تو بجلی کی چمک دِکھائی دیتی ہے۔ اُس کے بعد اُسے چمکدار تیز روشنی کا شُعلہ نظر آتا ہے۔ اور رُوح چاند اور سُورج کو شق کر کے باطن کے رُوحانی طبقات میں سے گُذرتی ہے۔

زندہ مُرشد، خُدا اور بندے کے درمیان ایک ناگزیر لازمی کڑی ہے۔ مُرشد کی رحمت و راہ نُمائی کے بغیر وِصالِ حق ناممکن ہے۔ مُرشدِ کامل ہی اُس نادِید کے دِیدار کراتا ہے اور حیاتِ جاوِداں بخشنے والے کلمۂ اِلٰہی کا آبِ حیات عطا فرماتا ہے۔

کلمۂ اِلٰہی کے شغل سے ہی بالاترین رُوحانی مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ مُکمل وحدانیت اِس کی اِمتیازی خصُوصیت ہے۔ یہ نفس، حواس، اور عقل و دلیل کی رسائی سے پرے ہے۔

نظم کے آخر میں گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ جو باطن میں نُورِ حق کے دِیدار کر لیتا ہے اُسے باہر بھی ہر جگہ، ہر شے اور ہر ایک میں وہی نُور جلوہ گر نظر آتا ہے۔

کام کرُودھ پر ہر پر نِندا
لب لوبھ بِتّ ہوہ پَخِندا
بھرم کا سَنگل توڑ نِرالا، ہر انتر ہر رس پایا (۱)

۱۔ یہاں اِس راز کی طرف اِشارہ کر رہے ہیں کہ جسم کے نِچلے چھ چکروں میں مایا و مکر کی حکومت ہے۔ اِن سے الگ ہو کر یا اُوپر اُٹھ کر آنکھوں کے پیچھے آ کر کلمہ یا نامِ خُدا کے ابدی سرُور میں سما جاؤ۔

(۱) نس دامن جیوں چمک چند ایئن دیکھے
اہنس جوت نرنتر پیکھے
(۲) آنند رُوپ اُنوپ سرُو پا ، گور پورے دیکھایا
ستگور ملو آپے پر بھ تارے
(۳) سس گھر سور دیپک گینارے

(۴) دیکھ اُدِسٹ رہو لِو لاگی ، سبھ ترِبھون برہم سمایا
اُمرت رس پائے ترسنا بھو جائے
اُن بھو پد پاوے آپ گوائے
اُوچی پدوی اُوچو اُوچا ، نرمل سبد کمایا
اُدِرسٹ اگوچر نام اپارا
اَت رس مِیٹھا نام پیارا
نانک کو جگ جگ ہر جس دیجے ، ہر جپیئے انت نہ پایا

۱۔ شروع میں تجھے باطن میں بجلی کی چمک دکھائی دے گی۔ تو تجلی کے دیدار کرے گا اور چاند و سورج کو پار کرے گا۔

۲۔ تیرا خدا سے لطف و کرم سے وِصال ہو گا۔

۳۔ رُوحانی سفر میں پہلے طبق میں بجلی کی چمک ، دوسرے میں پہنچنے پر سورج کی لالی ، اور تیسرے طبق (دسویں دوار) میں پورے چاند کے نور کے دیدار ہوتے ہیں۔

۴۔ اِس طرح اُس نادِید کے دیدار ہوتے ہیں اور تینوں طبق میں اُسی کا نور جلوہ گر نظر آتا ہے۔

(۱) انتر نام پراپت ہیرا
ہر جپتے من من تے دھیرا

(۲) دُگھٹ گھٹ بھو بھنجن پائیے ، باہُڑ جنم نہ جایا
بھگت ہیت گورُ سبد ترنگا
ہر جس نام پدارتھ منگا
ہر بھاوے گورُ میل ملائے ، ہر تارے جگت سبایا
جن جپ جپیو ستگورُ مت واکے

(۳) جم کنکر کال سیوک پگ تاکے
اُوتم سنگت گت مت اُوتم ، جگ بھو جل پار ترایا
اِیہہ بھوجل جگت سبد گورُ تریئے
اَنتر کی دُبدھا انتر جریئے

۱۔ باطن میں نامِ خُدا کا بیش بہا ہیرا ملتا ہے۔ نامِ خُدا کے رُوحانی عمل سے نفس قابُو میں آجاتا ہے۔

۲۔ باطن میں ہی مُشکل راہ پر تمام خوف ختم کرنے والا خُدا ملتا ہے اور حیات و موت کا چکر ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ ملک الموت اور موت کے فرشتے بھی راہ مرشد پر چل کر رُوحانی عمل کے شاغل کے خدمتگار بن جاتے ہیں۔

(۱) پنچ بان لے جم کو مارے، گگنتر دھنکھ چڑھایا

(۲) ساکت نر سبد سُرت کو پائیے
سبد سُرت بن آئیے جائیے
نانک گورُ مُکھ مُکت پرائین، ہر پُورے بھاگ مِلایا
نر بھو ستگورُ ہے رکھوالا

بھگت پراپت گورُ گو پالا

(۳) دُھن آنند اناحد واجے، گورُ سبد نرنجن پایا
نر بھو سو سِر ناہیں لیکھا
آپ الیکھ قُدرت ہے دیکھا
آپ اتیت اجونی سنبھو، نانک گورُ مت سو پایا

۱۔ چند عالم، پانچ (بان) تیر سے مُراد صبر، سکون، عفو، فہم اور انکسار لیتے ہیں مگر یہاں پانچ صوت یا آوازوں کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعہ مَلک الموت مارا جاتا۔ گگن ، باطن میں دوسرے رُوحانی طبق کا ایک مقام۔ باطن میں کلمۂ الٰہی کا تیر چلانے سے نفس یا شیطان و مَلک الموت مارا گیا یعنی دوسرا رُوحانی طبق پار کرنے میں کامیابی مِلی۔

۲۔ خُود پرست یا نفس کی راہ پر چلنے والے لوگ رُوح کو کلمۂ سے جوڑنے کا طریق نہیں جانتے اس لیے وہ حیات و موت کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔

۳۔ مُرشد کی رحمت سے باطن میں ندائے سلطانی کی گونج سنائی دینے لگتی ہے، جس سے اُس قادرِ مطلق سے وِصال حاصل ہو جاتا ہے۔

انتر کی گت ستگورُ جانے
سو ہر بھو گوُر سبدِ پچھانے
(۱) انترِ دیکھ ہر نتر بُوجھے، اَنت نہ من ڈولایا
ہر بھو سو لاکھ اُنتر وسیا
اُہنس نام ہر بجن رسیا
نانک ہرجس سنگت پائیے، ہر سہجے سہج ملایا
(۲) اُنتر باہر سو پربھ جانے
رہے الپت چلتے گھر آنے
(۳) اُوپر آد سرب تہہ لوئی، پسے نانک امرت رس پایا
(مارو، محلہ ۱ صفحہ ۱۰۴۱-۱۰۴۲)

۱- جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوجاتا ہے تو متواتر ہر جگہ اُس کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔
۲- جو مایا اور مادّیت سے پاک ہوجاتا ہے اور نفس کو باہر سے موڑ کر اندر آنکھوں کے پیچھے لاکر کلمہ سے جوڑ دیتا ہے، اُس کو ظاہر و باطن اُسی قادرِ مُطلق کا جلوہ نظر آتا ہے۔
۳- وہ اُس بالائی رُوحانی طبق میں پہنچ جاتا جو سب سے قدیم اور تمام کائنات کی بُنیاد ہے۔ وہاں پہنچ کر رُوح حیاتِ جاوداں عطا کرنے والے کلمۂ الہیٰ، اِسمِ اعظم یعنی قادرِ مُطلق میں جذب ہوجاتی ہے۔

عشق

۱۔ ذکرِ عشق

اِس نظم میں رُوح کو دُلھن اور خُدا کو دُولھا بیان کیا گیا ہے۔ ایک رُوح (مُرید) دُوسری رُوح (مُرید) سے کہتی ہے کہ آؤ اُس قادرِ مُطلق محبُوب کے عشق کا ذِکر و گفتگو کریں۔ اور اُس کی عظمت کے گیت گائیں۔ وہ کہتی ہے کہ ہمارا محبُوب تو خُوبیوں کا خزانہ ہے اور ہم گُناہوں کا انبار ہیں۔ وہ خالق ہے، قادرِ مُطلق ہے اور ہر طرح مکمل ہے۔ ہم کسی اور کا خیال ہی کیوں کریں؟ گرچہ وہ خُدا، واحد، ہے تاہم وہ کئی اشکال، رنگ روپ، ذات و نسل کی صُورت میں ظہُور پذیر ہے۔ اُس کی مخلُوق لاتعداد ہے جو دِن رات اُس کی عظمت کے گیت گا رہی ہے۔

وہ کون سی خُوبیاں یا اوصاف ہیں جن سے اُس قادرِ مُطلق محبُوب کی رحمت حاصل کی جا سکتی ہے۔ گُفتار کی شیرینی اور اطوار کی خوش خُلقی ہی ایسے اوصاف ہیں، جو اُس کی نظرِ کرم پانے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ مُرشدِ کامل کی صُحبت اور اُس کی ہدایت سے ہی محبُوبِ حقیقی کا عرفان و بالآخر وصال پایا جا سکتا ہے:

(۱) آوہُ بھینے گل مِلہہ اُنک سہیلڑیاہ

(۲) مِل کے کریہہ کہانیاں، سمرتھ کنت کیاہ

۱۔ آؤ میری پیاری سہیلیو، میرے گلے لگ جاؤ۔

۲۔ آؤ مِل کر اُس محبُوبِ کامل کی باتیں کریں۔

(۱) سانچے صاحب سب گُن اوگُن سب اساہ
کرتا سب کو تیرے جور
(۲) ایک سَبد وِیچار ئیے، جاتو تا کیا ہور — رہاؤ
(۳) جائے پُچھو سوہاگنی تُسی، راویا کنہی گُنی
سہج سنتوکھ سیگاریا مِٹھا بولنی
پِر ریسالُو تا مِلے جا گورُ کا سَبد سُنی
(۴) کیتیاں تیر تیاں قُدرتی کے وَڈ تیری دات
کیتے تیرے جی جنت، صفت کریہہ دِن رات
کیتے تیرے رُوپ رنگ، کیتے جات اجات
(۵) سچ ملے سچ اُپجے، سچ میں ساچ سمائے
(۶) سُرت ہووے پت اُگوے، گورُ بجنی بھو کھائے
نانک سچا پاتساہ، آپے لئے مِلا ئے
(سری راگ، محلہ۔۱ صفحہ ۱۷-۱۸)

۱- اُس میں تمام اوصاف ہیں اور ہم میں یکسر خامیاں ہی خامیاں
۲- ہمیں فقط تیرے نام کا ہی ذکر کرتے رہنا چاہیے۔ جب تُو ہے تو کسی دوسرے کے متعلق سوچنا بھی ناروا ہے۔
۳- آؤ اُن خُدا رسیدہ رُوحوں سے جن کا اُس محبُوب خُدا سے وصال ہو چکا ہے، پُوچھیں کہ اُنہوں نے اُس محبُوب خُدا کو کس طرح خوش کیا ہے۔
۴- تیری قُدرت (قوت) ورحمت کی کوئی اِنتہا نہیں۔
۵- مُرشدِ حقیقی مِلے تو کلمۂ الٰہی مِلے اور محبُوبِ حقیقی سے وصال ہو جائے۔
۶- حق کی خبر یا علم ہو جائے تو سچی عزت مِلے اور مُرشد کے کلمہ سے ہر قسم کا خوف دُور ہو جائے۔

۲- غافل نہ ہو خُدا سے

اُس محبُوب خُدا کو لمحہ بھر کے لیے بھُولنا بھی کسی مُوذی مرض کو بُلاوا دینا ہے
اگر محبُوب دِل میں جلوہ گر نہیں تو خُدا کی بارگاہ میں رسائی کیسے ہو گی ؟
وِصالِ حق کے لیے مُرشدِ کامل کی راہ نُمائی لازمی امر ہے۔ مُرشد کی رحمت سے
بُدیوں یا بُد اعمال کی آگ سرد ہوتی ہے اور دل کو صبر و سکُون حاصل ہوتا ہے۔

دُنیا میں شاذ و نادر ہی کوئی شخص ملتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے بھی خُدا اور نامِ خُدا کو نہیں بھُولتا۔ اِنسان کو لازم ہے کہ مُرشدِ کامل کی رحمت و مدد سے اپنی زندگی کے محدُود نُور کو اُس لامحدُود نُور، اپنی حقیر ہستی کو اُس ہستیٔ عظیم میں جذب کر دے۔ تب ہی وہ تشدّد، خُودی، شکُوک، رنج و غم اور دل کی بے قراری سے نجات پا سکتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی ایسے خُدا رسیدہ لوگ جن کے دِل نُورِ خُدا سے منوّر ہوں، سے ملاقات ہوتی ہے۔

گورُو صاحب ہمیں اِس دُنیا کے لوگوں سے لگاؤ اور پیار سے خبردار کرتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا یہاں قیام چند روزہ ہے اور پھر وہ ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ دُنیا اور اِس کے ساز و سامان کا اُنس، غم اور مُصیبت پیدا کرتا ہے۔ گورُو صاحب نظم کا

اِختتام اِس نصیحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مُرشدِ حقیقی کو یارِ حقیقی بناؤ کہ وہی خُدا کی درگاہ تک لے جائے گا:

اِک تِل پیارا وِیسرے روگ وَڈا مَن ماہے
کیو درگہہ پَت پائیے جا ہر نہ وَسے مَن ماہے
گورُ مِلیئے سُکھ پائیے، اَگن مرے گُن ماہے
مَن رے اَہنس ہر گُن سار
جِن کھِن پَل نام نہ وِسرے، تے جَن وِرلے سنسار

جوتی جوت مِلائیے، سُرتی سُرت سنجوگ
ہنسا ہوے گت گئے، ناہی سہسا سوگ
گورمکھ جس ہر من وسے، تس میلے گور سنجوگ
کایا کامن جے کری، بھوگے بھوگن ہار
تس سیوں نیہو نہ کیجئی، جو دِسے چلن ہار
گورمکھ رویہہ سوہاگنی، سو پربھ سیج بھتار
چارے اگن نوار مر، گورمکھ ہر جل پائے
انتر کمل پرگاسیا، امرت بھریا اگھائے
نانک ستگور میت کر، سچ پاوہہ درگہہ جائے

(سری راگ، محلہ ۱، صفحہ ۲۱-۲۲)

۳۔ خُدا کیسے خوش ہو؟

اِس نظم میں عاشقانِ خُدا کا اُن عورتوں سے موازنہ کیا گیا ہے جو اپنے محبُوب خاوند (خُدا) کو خوش کرنے کے لیے بہترین زیورات اور خُوبصُورت عروسی لباس زیبِ تن کر کے اپنی آرائش و زیبائش کرتی ہیں۔ لیکن جھوٹی مُحبت کا ایک کھوٹے سکے کی مانند فوراً پتہ چل جاتا ہے اور وہ آفت پیدا کرتی ہے۔

ایک عورت (رُوح) اپنے خاوند (خُدا) کو کیسے خوش کرے؟ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ کلمۂ اِلٰہی ہی اُس کا اصل زیور ہے۔ وہ ہمیشہ دست بستہ، پیار بھری آنکھوں اور سچے دل سے اُس کے حُکم کی مُنتظر رہتی ہے۔ اُس کے عشق میں ڈوب کر اُس کی مُحبت کا رنگ گہرا اور پکّا ہو جاتا ہے۔ وہ ایک غلام کی طرح اُس سے وابستہ رہتی ہے۔

مُرید کو یہ سرخوشی کا عالم اپنے مُرشد سے عشق و مُحبت سے مِلتا ہے۔ جو اُسکے عشق میں کھو جاتا ہے، امر ہو جاتا ہے۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی جاوید ہونا ہے۔ ایسی عورت (رُوح) کبھی بیوہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اُس کا خاوند (خُدا) لافانی و جاوید ہے۔ اُس نے اپنے سینے میں وہ شمعِ کلمۂ اِلٰہی روشن کر لی ہے، جو کبھی نہیں بُجھتی۔ وہ گلے میں 'نامِ خُدا' کی مالا ڈال لیتی ہے اور پیشانی کو عشقِ محبُوب کے ہیرے سے سجا لیتی ہے۔ مُرشدِ حقیقی سے عشق کے بغیر اُسے اپنے محبُوبِ حقیقی (خُدا) کا کبھی علم نہیں ہو سکتا تھا۔ عشقِ مُرشد ہی عشقِ مولےٰ ہے۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی فنا فی اللہ ہونا ہے۔

حیاتِ انسانی کو بغیر طلب و وصالِ حق کے، ایک عورت کا خاوند کے بغیر کالی رات کاٹنے سے موازنہ کیا گیا ہے۔ گورُو نانک صاحب نظم کو یہ کہہ کر ختم کرتے ہیں "مُرشدِ حقیقی ہمیں خُدا سے مُحبت کرنے اور خوف کھانے کا طریق و ترکیب بتلاتا ہے کہ کس طرح واصل بحق ہوا جاتا ہے۔

(۱) سبھ کنت مہیلیاں سگلیاں کرہہ سیگار

(۲) گنت گناون آئیا سوہا ویس وکار

(۳) پاکھنڈ پرتم نہ پائیے، کھوٹا پاج خوار

ہر جیو ایوں پر راوے نار

سُدھ بھاون سوہاگنی، اپنی کر پا لیۓ سوار

گورُ سبدی سیگاریاں، تن من پر کے پاس

دوئے کر جوڑ کھڑی تکے، پسچ کہے ارداس

(۴) لال رتی پسچ بھے وسی، بھائے رتی رنگ راس

(۵) پِریہ کی چیری کانڈھیے، لالی مانے ناؤ

ساچی پریت نہ تُٹئی، ساچے میل ملاؤ

سبد رتی من ویدھیا، ہو صد بلہار جاؤ

(۶) سادھن رنڈ نہ بیسئی، جے ستگورُ ماہیں سمائے

۱۔ تمام رُوحیں اُس محبوبِ خدا کی محبوبائیں ہیں اور اُسے خوش کرنے کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہیں یعنی اُس سے وصال کی کوشش کرتی ہیں۔

۲ جو اپنی آرائش وزیبائش کا دِکھلاوا کرتی ہیں اُن کے یہ عروسی کپڑے سب بے معنی و بے سُود ہیں۔

۳۔ مکر و ریا سے عشقِ خدا حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تصنّع و بناوٹ بے عزتی کا باعث بنتے ہیں۔

۴۔ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کے عشق میں رنگی ہوئی ہے۔ اُسکے دل میں خدا کا سچّا خوف ہے۔ وہ عشقِ خدا میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یعنی عشقِ خدا ہی اُس کی آرائش و آبرو ہے۔

۵۔ وہ اپنے محبوب کی محبوبہ کہلاتی ہے اور اُسی کا نام جپتی ہے۔

۶ ۔ جو رُوح بصُورت عورت خدا یعنی اپنے محبوب میں سما جاتی ہے وہ کبھی بیوہ نہیں ہو سکتی۔

(۱) پر ریسالوُ نوتنو، ساچو مَرے نہ جائے
بنت رَوے سوہاگنی، ساچی نَدر رَجائے

(۲) ساچ دَھڑی دَھن ماڈ ییے، کاپڑ پرتم رسیگار

(۳) چندن چیت وَسایا۔ مندر دَسوا دَوار

(۴) دیپک سَبد وگاسیا، رام نام اُر ہار

(۵) ناری اَندر سوہنی، مستک مَنی پیار
سوبھا سُرت سُہاونی، ساچے پریم اپار

(٦) بن پر پُرکھ نہ جانیئی، ساچے گورُ کے ہیت پیار

۱۔ جس کا محبوب خوبصورت، خوبرُو اور جاوید ہے۔

۲۔ وہ رُوح کلمۂ الٰہی میں ہی جذب ہوتی ہے اور عشقِ خُدا ہی اُس کا خوبصورت لباس وزیبائش ہے۔

۳۔ وہ (رُوح) محبوب کو دل میں بسانے کے لیے ماتھے پر چندن کا ٹیکا لگاتی ہے۔ وہ اپنا ٹھکانہ، نُقطۂ سویدا (دسویں دوار) پر بناتی ہے۔ جہاں نفس و مادّیت کے تمام غلاف اُتر جاتے ہیں۔

۴۔ نُورِ کلمۂ حق اُس کی شمع ہے اور نامِ حق اُس کے گلے کا ہار۔

۵۔ وہ سب رُوحوں سے خُوبصورت نظر آتی ہے کیونکہ اُس کی پیشانی پر محبت کا موتی چمکتا ہے۔

٦۔ وہ اپنے محبوب کے بِسوا کسی اور کو مَرد ہی نہیں مانتی۔ یہ کیفیت محبوب سے حقیقی عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(۱) نِس اندھیاری سُتیے، کیو پر بِن رین وِہائے
(۲) اَنک جلو تَن جَایو، مَن دَھن جَل بَل جائے
(۳) جا دَھن کنت نہ راویا، تا بِرتھا جوبن جائے
(۴) سیجے کنت مہیلڑی، سُوتی بُوجھ نہ پائے
ہو سُتی پِر جاگنا، کِس کو پوچھوُ جائے
ستگورُ میلی بھَے وَسی، نانک پریم سکھائے

(سری راگ محلہ ۱، اشٹ پدی، صفحہ ۵۴)

۱۔ جو محبوب سے جُدا ہے دراصل وہ رات کی تاریکی میں سوئی ہوئی ہے۔ نہ جانے اُس کی یہ زندگی کی کالی رات کیسے کٹتی ہے۔

۲۔ کاش محبت سے بے بہرہ اور بے مُروّت عورت کا جسم و جاں جل جائے۔

۳۔ جس نے محبوب خُدا سے محبت نہیں کی، اُس کی جوانی یعنی حیاتِ انسانی رائیگاں چلی جاتی ہے۔

۴۔ نادان رُوح لاعلمی کی نیند سو رہی ہے اُسے یہ نہیں معلوم کہ محبوب تو اُس کے پاس باطن میں ہی موجود ہے۔

۴۔ اِلٰہی عشق

نظم کا آغاز اُس عاشقِ صادِق کے دل کی حالت کے خوبصورت بیان سے ہوتا ہے جو عشق کے تیر سے زخمی ہو چکا ہے۔ اُسے محبوب کے سوا نہ کچھ سوجھتا ہے، نہ اچھا لگتا ہے۔ اُس کی رُوح باطن میں نغمۂ ربیؔ سے جُڑ جاتی ہے اور وہ دائمی سُرور میں ہی محو و مست ہو جاتا ہے۔ اِس عالمِ کیف میں وہ خُدا سے اپنی رضا میں رکھنے کی اِلتجا کرتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ فقط نامِ خُدا ہی اُس کا سہارا ہے۔

گورُو صاحب اُن شرعی رسُوم و اعمال کا بھی ذِکر کرتے ہیں، جِن سے نہ تو نفس قابُو میں آتا ہے اور نہ ہی کلمۂ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جسم کو آگ میں جلانے، ہون اور یگ میں جسم کی بوٹی بوٹی ڈالنے، جسم کو ہمالیہ کی برف میں گلا دینے، جسم کو آرے سے کٹوانے یا اِسی قسم کے دیگر اذیّت دہ کام کرنے سے نفس کو لگا ہوا ایٔیں کا مرض دُور نہیں ہوگا۔ نامِ خُدا کا خزانہ تب بھی نارسا رہے گا۔ خواہ سونے کے محل، گھوڑے، ہاتھی، لاتعداد گائے اور وسیع زمین خیرات کر دیئے جائیں، تب بھی خُودی کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ عِلم و علمیت، مذہبی کُتب کا مطالعہ بھی رُوح کی بیڑیاں نہیں کاٹ سکتے۔ رُوح کی اِن بیڑیوں کو کاٹنے اور درِ نجات کھولنے کے لیے زِندہ مُرشدِ کامل کی راہ نمائی ازحد لازم ہے۔

گورُو صاحب زور دیتے ہیں کہ کلمۂ الٰہی کا رُوحانی عمل ہی باقی تمام طریق سے اعلیٰ و بالا ہے۔ وہ مُتلاشیٔ حق کو مزید سمجھاتے ہیں کہ اُسے اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھنا چاہیئے۔ اُسے یاد رہے کہ تمام جاندار ایک ہی کُمہار کے بنائے ہوئے برتنوں کی مانند ہیں۔ اور تینوں جہان (طبق) اُسی نُور سے منوّر ہیں۔ اُس مالکِ کُل کی رحمت سے ہی اِس حقیقت کا عِلم ہوتا ہے اور اُس کی بخشی ہوئی اِس نعمت کو کوئی چھین نہیں سکتا۔

جب خوش قسمتی سے مرشدِ کامل کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو دِل صبرو سکون کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ جب مرید خودی کو ختم کر کے باطن میں مرشد سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے، تب اُسے لابیان حقیقت سے آگاہی ہوتی ہے اور وہ درگاہِ ایزدی میں بڑی عزت و توقیر سے رسائی پاتا ہے۔ اُسے اپنے باطن میں تیسرے رُوحانی طبق (پار برہم) کی موسیقی و کلمۂ الٰہی کی گنگری کی گونج و دُھن کی دلکش صدا سُنائی دیتی ہے۔ یہ عرفانِ حقیقی فقط مرشد کامل کی رحمت و شفقت سے کسی خوش نصیب کو شاذ و نادر ہی حاصل ہوتا ہے۔

نظم کے آخر میں گورو صاحب مرید کو تاکید کرتے ہیں کہ کلمۂ اِلٰہی یا نامِ خُدا کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کیونکہ دُنیا کے بند و مصائب سے جب بھی رہائی ہوگی۔ کلمۂ اِلٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی ہوگی۔

(۱) رام نام مَن بیدھیا اَور کی کری وِچار
(۲) سَبد سُرت سُکھ اُپجے، پَر بھ راتوَ سُکھ سار
جِیو بھاوے تِیو راکھ تُو، ہیں ہَر نام اَدھار
(۳) مَن رے ساچی خصم رجائے ـــــ رہاؤ

۱۔ نفس فقط کلمۂ الٰہی سے ہی قابو میں آتا ہے۔ دیگر کسی طریق پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

۲۔ رُوح کو سکونِ حقیقی کلمۂ الٰہی میں جُڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کلمۂ الٰہی میں جُڑنے سے ہی اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں اور یہی سُکھ کی بُنیاد ہے۔

۳۔ اللہ کی رضا ہی حقیقت ہے۔

۱ جن تن مَن ساج سیگاریا، تِس سیتی لِو لائے
۲ تن بیسنتر ہومیئے، اِک رَتی تول کٹائے
۳ تَن مَن سَمد ھا جے کری، اَن دِن اَگن جلائے
۴ ہَرنامے تُل نہ پُجئی، جے لکھ کوٹی کرم کمائے
۵ اَردھ سریر کٹائیے، سِر کَر وَت دَھرائے
۶ تن ہِمنچل گالیے، بھی مَن تے روگ نہ جائے
۷ ہَرنامے تُل نہ پُجئی، سب ڈِٹھی ٹھوک وَجائے

---

۱ جس قادرِ مُطلق نے روح کو جسم و نفس دے کر کلمۂ الٰہی سے سجایا ہے ہمیں اُسی سے لَو لگانی چاہیے۔
۲ یگ کے وقت جسم کو آگ میں جلا دیں۔
۳ جسم کو ہَون کی لکڑیوں کی طرح کاٹ کاٹ کر ہر روز جلاتے رہیں۔
۴ کوئی بھی عمل، ذکرِ نامِ خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
۵ خواہ کاشی (بنارس) میں جا کر جسم کو آرے سے کٹوا لیں۔
۶ جسم کو ہمالیہ کی برف میں گلا لیں تو بھی نفس یا مَن سے خُودی کا مرض ختم نہیں ہو گا۔
۷ ہم نے اچھی طرح جانچ پرکھ کر کے دیکھ لیا ہے۔ کوئی بھی چیز ذکرِ نامِ خُدا کے رُوحانی عمل کا مُقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۱) کنچن کے کوٹ دَت کری، بھوُ ہیور گیوَر دان
بھوُم دان گئوآں گھنی، بھی انتر گرب گمُان

(۲) رام نام مَن بیدھیا، گورُ دِیا سچ دان

(۳) مَن ہٹھ بُدھی کیتیاں، کیتے بید بیچار

(۴) کیتے بندھن جی کے، گورُمکھ موکھ دوار

(۵) سچو اُورے سبھ کو اُپر سچ آچار
سَبھ کو اُوچا آکھیئے، نیچ نہ دِیسے کوئے
اِکنے بھانڈے ساجیئے، اِک چانن تہ لوئے
کرم مِلے سچ پائیے، دُھر بخش نہ میٹے کوئے
سادھ مِلے سادھو جنے، سنتوکھ وَسے گورُ بھائے

۱۔ سونے کا قلعہ خیرات کر دیا جائے۔ ہاتھی، گھوڑے، زمین، بہت سی گائیں دان میں دے دی جائیں تو بھی نفس کا تکبّر و غرور قائم رہتا ہے۔

۲۔ نفس جب بھی قابو میں آتا ہے، ذکرِ نامِ خُدا سے ہی آتا ہے اور یہ نعمت مُرشدِ کامل ہی بخشتا ہے۔

۳۔ لاتعداد 'ہٹھ' ہیں۔ بے شُمار قسم کے فہم و ادراک و غور و افکار ہیں۔ اور بے شُمار قسم کی مذہبی کُتب مُطالعہ کے لیئے موجود ہیں۔

۴۔ یہ سب خُودی و تکبّر پیدا کر کے رُوح کے لیے بندھن کا باعث بنتے ہیں۔ مگر درِ نجات مُرشد کی رحمت سے ہی مِلتا ہے۔

۵۔ دُنیا کی ہر چیز 'نام' یا کلمۂ الٰہی کی حقیقت کے سامنے ہیچ ہے۔ کلمۂ الٰہی یا نامِ خُدا کا رُوحانی عمل ہی سب سے اعلےٰ ہے۔ گورُو صاحب

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۱) اکتھ کتھا وِیچار ئیے، جے ستگور ماہے سمائے
پی امرت سُنتو کھیا' درگہہ پیدھا جائے
(۲) گھٹ گھٹ واجے کنگری' اَن دن سبد سُبھائے

بگذشتہ صفحہ سے

اِس نظم میں کلمۂ اِلٰہی یا اِسمِ اعظم کا بانی طریق سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اِس لیے حق سے مراد کلمۂ الٰہی یا اِسمِ اعظم ہے۔ اِس جذبہ و خیال کی تشریح کے لیے اِس سطر کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھنا چاہیئے: "رام نام مَن بیدھیا' گور دیا بتائے دان"۔ آپ واضح کرتے ہیں کہ آپ کا اِشارہ اُس اِسمِ اعظم یا حقیقت کی طرف ہے جس کا عِرفان مُرشد کامل سے ہوتا ہے۔ آپ مزید اِشارہ کرتے ہیں کہ یہ 'حقیقت' 'یا حق' ہمارے بس میں نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے مہر و کرم سے حاصل ہوتا ہے۔ "کرم مِلے بتائے پائیے' دُھر بخش نہ میٹے کوئے"۔

۱۔ اگر مُرشد میں جذب ہو جائیں تو نادِید کے دِیدار ہو جاتے ہیں۔ یہاں مُرشد کی نُوری صُورت کی طرف اِشارہ ہے۔ جب رُوح پہلے طبق میں مُرشد کی نُوری صُورت میں محو و جذب ہو جاتی ہے' تب ہی وہ اُس لابیاں و نادِید میں سمانے کے قابل بنتی ہے۔

۲۔ 'کِنگری' کی گُونج' جس سے نفس کو جوڑنا ہے وہ سب کے باطن میں رات دن گُونج رہی ہے۔

(۱) وِرلے کو سوجھی پیئی، گورُمکھ مَن سمجھائے
(۲) نانک نام نہ وِیسرے، چُھوٹے سَبد کمائے

سری راگ، محلہ ا، صفحہ ۶۲

۱۔ جو راہِ مُرشد پر چل کر نفس پر قابو پا لیتے ہیں ایسے ہی را نے گِنے لوگوں کو کلمۂ حق کا عرفان ہوتا ہے۔

۲۔ نامِ خُدا کو کبھی نہیں بھُولنا چاہیے کیونکہ نفس و مادّیت، حیات و موت، طلب و تمنا، خودی، تکبّر اور لاعلمی کی قید و بند سے جب بھی نجات ملے گی، مُرشد کامل کے بخشے ہوئے کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل سے ہی ملے گی۔

۵۔ وصالِ جانفزا

اِس نظم میں حیاتِ اِنسانی کو کسی دُلھن کی اپنے محبُوب خاوند کی فُرقت میں گذُری بے خواب و پُر درد رات سے مشابہت دی گئی ہے۔ اگر اُس کا خاوند اُسکے پاس ہوتا تو وہی رات خوشیوں بھری ہو جاتی۔ گورُو صاحب خاوند سے فُرقت زدہ اُس سجی ہوئی دُلھن کے تصوّر کے ذریعہ، اِظہار فرماتے ہیں کہ خُدا (خاوند) سے علیحدہ ہو کر زندگی کے تمام آرام و آسائش کوئی خوشی و قرار نہیں دے سکتے۔ یہ تمام لذّاتِ نفسانی فریب ہیں۔ یہ نہ صرف عارضی ہی ہیں بلکہ درد و غم سے بھی پُر ہیں۔

(۱) مُندھ رَین دو ہیلڑیا، جیو نیند نہ آوے
(۲) سا دَھن دُبلیا، جیو پِر کے ہاوے

۱۔ جو عورت (رُوح) خاوند (خُدا) سے بچھڑی ہوئی ہے۔ اُس کی زندگی کی رات بڑی پریشانی سے گذرتی ہے۔

۲۔ وہ فراقِ یار میں پژمُردہ ہو جاتی ہے

(۱) دَھن تھِیئ دُبل کَنت ہاوے، کیو نَینی دیکھئے
(۲) سیگار مِٹھ رَس بھوگ بھوجن، سبھ جُوٹھ کِتےنہ لیکھئے
(۳) میں مَت جو بن گرَب گالی، دُودھا تھنی نہ آوئے
(۴) نانک سا دَھن مِلے ملائی، بِن پِر نِیدنہ آوے

۱۔ ہجر و فراق میں غمزدہ اور کمزور عورت ہمیشہ اِسی اِنتظار میں رہتی ہے کہ محبُوب کے دِیدار ہوں۔
۲۔ اُس کو سب سیج دھج اور میٹھے اور لذیز کھانے بدمزہ لگتے ہیں۔ اُسکے لیے وہ سب فضول و بے کار ہوتے ہیں۔
۳۔ بدمست جوانی، غرُور کے باعث ضائع چلی جاتی ہے۔ جس طرح تھنوں میں سے نکلا ہوا دودھ واپس تھنوں میں نہیں آتا، اُسی طرح یہ حیاتِ اِنسانی مثلِ جوانی واپس نہیں آسکتی۔ اور وِصالِ حق کا یہ نادر موقعہ ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔
۴۔ یہ رُوح اُس کُل مالک سے تب ہی وصال پاسکتی ہے جب وہ مالکِ کُل خُود چاہتا ہے۔

(۱) مُندھ سُہانڑیا جیو بِن دھنی پیارے
کیوں سُکھ پاوَیگی، بِن اُر دھارے

(۲) ناہ بِن گھر واس ناہی پُچھو سکھی سہیلیا
بِن نام پریت پیار ناہی، وسہہ ساچ سہیلیا
سچ مَن سجن سَنتوکھ میلا، گُورمتی سہہ جانیا
نانک نام نہ چھوڑے سادھن، نام سہج سمانیا
مِل سکھی سہیلڑیہو ہم پِر رَاوِیہا
گُورُ پُچھ لکھو گی جیو سَبد سَینہا
سَبد ساچا گُورُ دِکھایا، مَن مُکھی پچھتانیا

(۳) نِکس جاتو رَہے اَستھرُ جام سچ پچھانیا

(۴) ساچ کی مَت سدا نُوتن، سَبد نیہہ نَویلیو
نانک ندری سہج ساچا، مِلو سکھی سہیلیو

۱۔ وہ اپنے محبوب کے بغیر لاچار ہے۔ کیونکہ اپنے خاوند کی چھوڑی ہوئی عورت کی کوئی بھی عزت نہیں کرتا۔

۲۔ سہیلیوں (دوسری رُوحوں) سے پُوچھ کر دیکھ لیں کہ بغیر محبوب خُدا کے دِیدار کے صبر وسکُون نصیب نہیں ہو سکتا۔

۳۔ جب خُدا یعنی حق کی پہچان ہو گئی تو باہر نہیں نِکلتا۔ یعنی باہر اِدھر اُدھر بھٹکتا ہوا نفس یا من باطن میں مقیم ہو جاتا ہے۔

۴۔ جب راہِ حق کی پہچان ہو گئی تو رُوح ہمیشہ کے لیے نئی نویلی اور خُوبصُورت بن گئی۔ کلامِ الٰہی سے عِشق رُوح کو ہمیشہ کے لیے جوان و خوبصُورت کر دیتا ہے۔

میری اِچھ پُنّی جیو، ہم گھر ساجن آیا

(۱) مِل وَر ناری منگل گایا

(۲) گُن گائے منگل پریم رَہسی، مُندھ مَن اُماہوُ

(۳) ساجن رَہنسے دُسٹ ویاپے، ساچ جَپ سچ لاہوُ

(۴) کر جوڑ سا دَھن کرے بِنتی رَین دِن رَس بھِنیا

(۵) نانک پِر دَھن کرے رَلیا، اِچھ میری پُنیا

گوڑی پوربی، محلہ ۱، صفحہ ۲۴۲

۱۔ خاوند سے ملنے پر عورت نے خوشی کا گیت گایا یعنی رُوح نے باطن میں نغمۂ ربّی کو سُنا۔

۲۔ عورت محبوب کے اوصاف و محبت کے گیت گا کر خوش ہوئی اور اُس کا دِل خوشی اور شوق سے بھر گیا۔

۳۔ اُس کے ہمدرد دوست خُوش ہو گئے اور دُشمن رنجیدہ ہو گئے۔ اُس نے حق کا ذِکر کر کے حقیقی فائدہ پالیا۔

۴ اب رُوح عرض کرتی ہے کہ مجھے اسی طرح رات دن اپنے عشق میں محو و غلطاں رہنے دو۔

۵۔ میرا محبوب سے وصال ہو گیا ہے۔ اب میں عیش کر رہی ہوں۔ میری تمام خواہشات پُوری ہو گئی ہیں۔

۶ - محبوب خُدا

جس طرح ایک خوبصورت دُلھن اپنے خاوند سے بے حد پیار کرتی ہے اگر رُوح انساں بھی اپنے محبوب خُدا سے اُسی طرح عشق کرے تو یقیناً وصالِ حق نصیب ہوگا۔ خُدا تو بے داغ، پاکیزگی و رحمت کا خزانہ ہے۔ جب رُوح (دُلھن اپنے خاوند) خُدا کے عشق میں ڈوب جاتی ہے تو اُس کے تمام حواس اور دل و دماغ پاک ہوجاتے ہیں۔ جو رُوح کلمۃ الٰہی سے جُڑ جاتی ہے، خُدا اُس سے بے حد خُوش ہوتا ہے۔ جب رُوح محبوب خُدا کا دِیدار کرتی ہے اُسے عالمِ سرخُوشی و لُطف و سرُور حاصل ہوجاتا ہے۔ اپنے مخزن سے وصال کی کشش و تڑپ ہر چیز کی فطرت ہے۔ رُوح میں بھی یہ فطری خواہش و شوق موجود ہے۔ لیکن وہ اپنے اعمال کے بوجھ کے تلے دبی ہوئی ہے۔ جب بھی یہ بوجھ ہٹتا ہے، وہ فوراً اپنے اصل سے جا وصال پاتی ہے۔ اور یہ وصال بڑا پُر شدّت، ابدی اور جانفزا ہوتا ہے۔

مُندھ جوبن بالڑے تیرے میرا پِر رَلیالا رام
دھن پرنیہو گھنا رس پریت دیالا رام
دھن پِرہ میلا ہوئے سوامی آپ پربھ کرِپا کرے
سیجا سُہاوی سنگ پر کے سات سرامرت بھرے
کر دَیا مَیا دیال ساچے سبد مل گُن گا دَو
نانکا ہر وَر دیکھ بگسی مُندھ مَن اوما ہوَ
مُندھ سہج سلونڑیے اِک پریم بِنتی رام
میں مَن تَن ہر بھاوے پربھ سنگم راتی رام
پربھ پریم راتی ہَر بِنتی نام ہر کے سُکھ وسے
تو گُن پچھانے تا پربھ جانے گُنہ وس اوگن نسے

تُدھ باجھ اِک تِل رَہ نہ ساکا کہن سُنن نہ دِھیجئے
نانکا پریو پریو کر پُکارے رسن رس مَن بھیجئے
سکھیو سہیلڑیہو میرا پِرہ وبنجارا رام
ہرنامو وَنجڑیا رس مُول اپارا رام
مول اُمولو سچ گھر ڈھولو پربھ بھاوے تاں مُندھ بھلی
اِک سنگ ہرکے کرے رلیاں ہوں پُکاری در کھلی
کرن کارن سمرتھ سری دھر آپ کارج سارئے
نانک ندری دَھن سوہاگن سبد ابھ سادھارئے
ہم گھر ساچا سوہلڑا پربھ آبڑے میتا رام
راوے رَنگ راتڑیا مَن لیئڑا دیتا رام
آپنا مَن دیا ہر ور لیا جیوں بھاوے تیوں راوئے
تَن مَن پِر آگے سبد سبھاگے گھر امرت پھل پاوئے
بُدھ پاٹھ نہ پائیے بہو چترائیے بھائے مِلے مَن بھانے
نانک ٹھاکر میت ہمارے ہم ناہی لوکانے

آسا چھنت محلہ ۱ صفحہ ۴۳۵-۴۳۶

عشق کا موسم

ہندوستان میں برسات کے موسم کو اپنی بے پناہ خوبصورتی، کالے بادلوں، بجلی کی چمک، پرندوں کی چہچہاہٹ اور مور کے ناچ کے باعث محبوب و محبوبہ کی محبت سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ گورُو نانک صاحب اس مثال کے ذریعہ انسانی زندگی کو خدا سے وصال کا موسم قرار دیتے ہیں۔ جیسے وہ عورت، جسے اس موسم میں اپنے محبوب سے وصل کی راحت نہیں ملتی، بدنصیب سمجھی جاتی ہے، بعینہٖ ہی وہ انسان جو اپنی حیات کے دوران محبوب خُدا سے وِصال کا لُطف نہیں اُٹھاتا ہمیشہ غمگین رہتا ہے۔ دُنیا کے تمام عیش و آرام کے باوجود وہ اپنے باطن میں ایک خلا کا احساس کرتا ہے، جسے دُنیاوی عیش کے تمام سازوسامان اور حواس کی لذات پورا نہیں کر سکتے۔

نظم کے دُوسرے حصّہ میں محبُوبہ کے دردِ فراق کی شدّت کو بیان کیا گیا ہے جو خواب میں اپنے محبوب کے دِیدار کے بعد جاگنے پر اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح ایک عاشقِ صادق کو باطن میں محبوب خدا کی ہلکی سی جھلک مِلے اور غائب ہو جائے تو وہ اور بھی غمگین ہو جاتا ہے۔ رُوح کا ربّ سے دائمی وصال بے حد ضروری ہے۔

نظم کے آخر میں گورُو صاحب مُرشدِ کامل کی عظمت بیان کرتے ہیں گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ جسے محبوب خُدا سے وِصال کی چاہ ہے، اُسے اپنے سر کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اُسے لازم ہے کہ بغیر سر کے یعنی اپنی خُودی ختم کر کے خُود سپردگی سے اُس کی خِدمت کرے۔

موری رُن جھن لایا بھینے ساون آیا (۱)

۱۔ مور میٹھی سُر میں کُوک لگا رہا ہے۔ وہ خُوشیاں منا رہا ہے۔ کیونکہ ساون آ رہا ہے۔

(۱) تیرے مُندھ کٹارے جیوڑا ' رتن لوبھی لوبھ لُبھایا
(۲) تیرے درسن وِٹھہُ کھنیئے وُنجا تیرے نام وِٹھہُ قربانو
جا توُں تا میں مان کیا ہے، تُدھ بن کیہا میرا مانو
(۳) چُوڑا بھن پلنگھ سیو مُندھے، سن باہی سن باہا
(۴) ایتے ویس کر یندئیے مُندھے سوہ راتو اوراہا
(۵) نہ مَنیار نہ چُوڑیا، نہ سے ونگڑیا ہا
جو سوہ کنٹھ نہ لگیا جلن سے باہڑیا ہا
سب سَیاں سوہ راون گئیا، ہو دادھی کے دَر جاوا
(۶) اعمالی ہو کھری سُچجّی تے سہہ ایک نہ بھاوا
(۷) ماٹھ گُندائی پٹیا، بھر سیئے ماگ سندھور ے

۱۔ اے محبوب! تیری نگاہِ ناز کی تارِ اُلفت نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔ اِن کی دلرُبا کشش میں گرفتار میرا نفس (من) اِن کا ہی گرویدہ ہو گیا ہے۔
۲ میں تیرے دیدار پر قربان اور تیرے نام پر نثار ہُوں۔
۳ اپنا عروسی پلنگ اور چوڑیاں توڑ ڈال کیونکہ محبوب خاوند کے بغیر سُہاگ کی یہ نشانیاں بے معنی و بے سُود ہیں۔
۴ تُو اتنی بنتی سنورتی ہے مگر تیرا خاوند اوروں سے عیش منا رہا ہے۔
۵ نہ تو تیرے پاس چُوڑی والا یعنی مُرشد ہے نہ عبادت کی چُوڑیاں اور نہ عشق کی وَنگاں (چُوڑیاں) ہیں جس سے تُو خاوند، خُدا کو خُوش کر سکے۔
۶ اے سہیلی! جب تک میں خاوند کو قبول نہیں ہوتی، میں باسلیقہ و خُوبصورت کیسے ہو سکتی ہوں۔
۷ میں نے بالوں میں کنگھی کی، چوٹی گُوندھی اور مانگ میں سندھور بھی ڈالا ہے۔

۱ اَگے گئی نہ مَنیا، مَرَوَ وِسُور رِ سُورسے

۲ میں رووندی سبھ جگ رُنا، رُنڑے وَنہہُ پنکھیرو

اِک نہ رُنا میرے تن کا برہا، جن ہؤ برہو وِچھوڑی

سُپنے آیا بھی گیا، میں جَل بھریا روئے

آئے نہ سکا تجھ کن پیارے، بھیج نہ سکا کوئے

آؤ سبھاگی نیندڑیئے، مت سَوہ دیکھا سوئے

۳ تَے صاحِب کی بات جے آکھے، کہو نانک کیا دیجے

۴ سِیس وَڈھے کر بَیسَن دیجے، وِن سِر سیو کریجے

۵ کیو نہ مریجے جیئڑا نہ دیجے، جا سَوہ بھیا وِڈانا

وڈہنس، محلہ ا صفحہ ۵۵۷ - ۵۵۸

---

۱ مگر خاوند خدا کے دَر پر یہ بناؤ سنگار قبول نہیں ہوئے اِسی لیے میں رو رو کر مر رہی ہوں۔

۲ میری آہ وزاری سے سارا جہاں رو پڑا۔ جنگل کے پرند رونے لگے مگر خود فراق ہی ایسا سنگدل نِکلا کہ تمام آہ وزاری کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

۳ جو محبوب کی بات بتائے، اُسے تُو کیا دے گا؟

۴ اُسے بیٹھنے کے لیے اپنا سر کاٹ کر دوں گا اور بغیر سر کے اُسکی خدمت کروں گا۔

۵ جب محبوب بے گانہ ہو جائے تو اُس کے وِصال کے لیے جان تک کیوں نہ قربان کر دی جائے۔

۸۔ گنہگار کا عہد

گنہگار کا دِل ہمیشہ ڈر سے بھرا رہتا ہے۔ اُسے ہمیشہ یہی خوف ستاتا رہتا ہے کہ نہ جانے کو نسے درد و غم اور سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔

تاہم اُسے خُدا کے رحیم وکریم ہونے پر پختہ یقین ہے۔ لہذا وہ عہد کرتا ہے کہ آئیندہ وہ اپنی پُوری طاقت و عقیدت سے اُس کی عِبادت و بندگی کرے گا اور اور جب اُس کا آخری وقت آئے گا، وہ نجات پا جائے گا۔

وہ عہد کرتا ہے کہ وہ کلمۂ اِلہٰی کا رُوحانی عمل کرے گا، جو اُسے کشتی بنکر زندگی کے اِس بحرِ ظلمات سے پار کر دے گا کیونکہ ماسوا اُس حق کے کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔

گورُو صاحب، نظم کو، خُدا سے اِس دُعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں " اے خُدا! مجھے اپنے نامِ حقیقی، کلمۂ اِلہٰی کی نعمت عطا فرما۔ میں ہمیشہ تیرا غُلام و خدمتگار رہونگا"

جیو ڈرت ہے آپنا کے سیو کری پُکار
دُوکھ وِسارن سیویا، سدا، سدا داتار
صاحب میرا نیت نوا، سدا، سدا داتار
اَن دِن صاحِب سیوِئیے، انت چھُڈائے سوئے
سُن، سُن، میری کامنی، پار اُتارا ہوئے
دیال تیرے نام ترا، صد قُربانے جاؤں
سربنگ ساچا ایک ہے، دُو جانا ہی کوئے
تا کی سیوا سو کرے، جاکو نَدر کرے
تُدھ باجھ پیارے کیو رہا
سا وَڈیائی دیہہ، جت، نام تیرے لاگ رہا

دوجا ناہی کوئے، جس آگے پیارے جائے کہا
سیوی صاحب آپنا اور نہ جاچوں کوئے
نانک تا کا داس ہے، بند بند، چُکھ چُکھ ہوئے
صاحِب تیرے نام زو ٹھہے، بند بند چُکھ چُکھ ہوئے

دھناسری، محلہ۔ ۱، صفحہ ۶۶۰

۹- بے سلیقہ دُلھن

یہ نظم عاجزی اور اِلتجا کے جذبہ کا اِظہار کرتی ہے۔ گورُو نانک صاحب نے وصالِ حق کے خواہاں احمق وگنوار مُتلاشیٔ حق کو ایک بے سلیقہ دُلھن سے مُشابہت دی ہے۔ جس دُلھن میں خامیاں ہی خامیاں ہیں کوئی خُوبی نہیں وہ اپنی ازدواجی زندگی بخیریت بسر کرنے کی کیسے اُمید کر سکتی ہے؟

گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ محبُوب کو چاہنے اور پانے والی تو کئی ہیں، جو خُوبیوں میں ایک دُوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ تب یہ بے سلیقہ اپنے محبُوب سے قبُولیت کی کیسے اُمید کر سکتی ہے؟

گورُو صاحب تشبیہہ کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ وہ تو زر و مال اور دیگر دُنیاوی ساز و سامان کے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔ اُسے اِس بات کا اِحساس ہی نہیں کہ یہ تمام بھی اُس کے مالک کی ہی دی ہوئی ہیں۔ اِنسان بھی اُس کی تخلیق کی کشش میں کھو جاتا ہے اور اُس خالق کو بھُول جاتا ہے۔

بُوڑھا ہونے پر جب سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں، تب بھی یہ نادان اِنسان اپنی قیمتی زندگی کو برباد کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنے آیندہ سفر کی تیاری کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔

گورُو نانک صاحب نظم کو اِس دُعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں: "اے خُدا! جس طرح تُو نے دُوسروں کو اپنے جلوہ سے نوازا ہے، ایک دِن مجھ عاجز و مسکین پر بھی یہ رحمت فرما":

۱ منج کجّی اُمانوں ڈو سڑے ہو کیو سوہ راوَن جاؤ رجیو۔
۲ اِکدُو اِک چڑہندھیاں کوَن جانے میرا ناوُ رجیو۔
۳ جنہیں سکھی سَوہ راویا، سے ابی چھاوڑی ایہہ رجیو
۴ ئے گُن منج نہ آونی ہو کے جی دوس دِھرلو رجیو
۵ کیا گُن تیرے وِتھرا ہو، کیا کیا گھنا تیرا ناوُ رجیو
۶ اِکت ٹول نہ انبڑا، ہوں صد قُربانے تیرے جاؤ رجیو
۷ سوئنا، رُپا، رَنگلا، موتی تے مانک رجیو
ئے وَستو سَہہ دِیتا، ہیں تن سیو لایا چِت رجیو

۱۔ میں بے سلیقہ ہوں۔ میرے گُناہ بے شُمار ہیں۔ میں محبُوب سے وِصال کے لیئے کیسے جاؤں۔
۲۔ اُس مالک کی بے شُمار رُوحیں غلام ہیں۔ مُجھ نِکمّی کو وہاں کون جانتا پہچانتا ہے۔
۳ جو سہیلیاں (رُوحیں) محبُوب کے ساتھ ہیں وہ آموں کے سائے تلے موج منا رہی ہیں یعنی امن و چین سے ہیں۔
۴ میرے پاس کوئی اوصاف نہیں میں کِسے اِلزام دُوں۔
۵ میں تیرے اوصاف کو مُفصل کیا بتاؤں؟ میں تیرا کیا ذِکر کروں؟ یعنی تیری بے شُمار خُوبیاں ہیں۔
۶ میں تو تیری ایک بھی خُوبی نہیں پا سکتا۔ میں تو تجھ پر قُربان ہوں۔
۷ میرے محبُوب نے سونا، چاندی، ہیرے جواہرات یہ تمام اشیا مُجھے عنایت فرمائیں اور میں اِنہی اشیا کے لالچ اور لگاؤ میں ہی اُلجھ گیا اور اُسے بھلا دیا۔

۱ مندر مٹی سندڑے، پتھر کیتے راس جیو
۲ ہوں اپنی ٹوٹی بھلیس، تس کنت نہ بیٹھی پاس جیو
۳ انبر کوُ بجا کر لیا، بگ بیٹھے آئے جیو
۴ سا دھن چلی ساہرے، کیا منہ دیسی اگے جائے جیو
۵ سُتی سُتی جھال تھیا، بھلی واٹڑ یاس جیو
۶ تیں سوہ ناں ہوں ستیس دُکھاں کوُ دھر پاس جیو
تُدھ گُن میں سبھ اوگناں، اک نانک کی ارداس جیو
سبھ راتی سوہاگنی، میں ڈوہاگن کائی رات جیو

سوہی محلہ۔ ۱ صفحہ ۷۶۲

---

۱ ۔ میں نے اِس جسدِ خاکی (خاک کے پتلے) کو ہیرے جواہرات سے سجایا۔
۲ میں اِن فانی اشیا کو جمع کرنے میں لگ کر اِتنا بھٹک گیا کہ دو گھڑی بھی اُس مالک کے پاس نہ بیٹھا۔
۳ سر پر لب موت آواز دے رہی ہے اور بال بگلے کی مانند سفید ہو گئے ہیں۔
۴ ۔ (عورت) رُوح کے دُوسرے جہان (سسرال) جانے کا وقت آگیا ہے۔ اب وہ وہاں کیا منہ دکھائے گی۔ اُسے وہاں شرمندہ و رُسوا ہونا پڑے گا۔
۵ ۔ غفلت کی نیند سوئی ہوئی رُوح کی (رات) عمر گذر گئی اور یہاں سے کُوچ کرنے کا وقت آگیا۔ وہ اپنی اصل راہ سے بھٹک گئی ہے۔
۶ میں محبوب سے بچھڑ گئی اور دُکھ و تکلیف جمع کرتی رہی۔

۱۰۔ باسلیقہ دُلھن

یہ نظم بے سلیقہ دُلھن، کی تکمیل ہے۔ اِس نظم میں گورُو صاحب بے سلیقہ و بدتہذیب دُلھن کے بَرعکس ایک باسلیقہ و سیانی دُلھن کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔ اِس سے مُراد اُس شخص سے ہے جسے خُدا پر مکمل اِعتماد ہے، جو اُسکی رضا میں رہتا ہے اور کلمۂ الٰہی کے رُوحانی عمل میں محو و مشغول رہتا ہے۔

خُدا جس اِنسان کے ساتھ ہے، اُسے ظاہر و باطن سکُون حاصل رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خُدا کے سپُرد کر دیتا ہے اور جس حال میں بھی خُدا رکھتا ہے، خُوش رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، خُدا کی رضا و حُکم سے ہو رہا ہے۔

جب خُدا رضا میں ہو تو وہ ایک خُوبصُورت و مسُرور ہستی نظر آتا ہے مگر جب اُس کی موج دُوسری ہو تو وہ خوفناک شکل اِختیار کر لیتا ہے۔ اُس کی تہہ کو نہیں پایا جا سکتا۔

گورُو صاحب اِس چھوٹی سی نظم کو اِس دُعا کے ساتھ ختم کرتے ہیں "اے خُدا! مجھے مُرشدِ کامل سے کلمۂ الٰہی کی نعمت عطا فرما۔ کیونکہ اُس سے ہی تجھ سے وصال ہو سکتا ہے":

جا تُو تا میں سبھ کو، تُو صاحِب میری راس جیو
تُدھ انتر ہو سُکھ وَساں، تُو انتر سا باس جیو
بھانے تخت وڈائیاں، بھانے بھیکھ اُداس جیو
بھانے تھَل سِر سَر وَہے، کمل پھُلے آکاس جیو (۱)
بھانے بھَو جل لنگھیے، بھانے منجھ بھری آس جیو
بھانے سو سَوہ رَنگُلا، صِفت رَتا گُن تاس جیو

۱۔ تیری موج و رضا ہو تو ریگستان میں دریا بہنے لگتے ہیں۔ اور تیری رضا ہو تو آسمان میں کنول کِھلنے لگتے ہیں۔

(۱) بھلے سوہ بھیہا ولا، ہو آون جان مُیئیاس جیو
تُوں سوہ اگم اَ تول دا، ہو کہہ کہہ ڈھیہہ پیئیاس جیو
کیا ماگو کیا کہہ سُنی، میں درسن بھُوکھ پیاس جیو
گورُ سبدی سوہ پایا، سچ نانک کی اَرداس جیو

سوہی، محلہ ۱، صفحہ ۷۶۲-۷۶۳

---

۱. تو اپنی موج سے اِنسان کو خوفناک معلوم ہوتا ہے اور اُس کی حیات و موت کا خوف بنا رہتا ہے۔

۱۱۔ ضائع کردہ موقعہ

اِس عشقِ خُدا سے پُر نظم میں اِنسان کو دُلھن، خُدا کو دُولھا اور حیاتِ اِنسانی کو رات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اُس نو بیاہی دُلھن کو یہ رات اپنے خاوند سے محبت کا کھیل کھیلنے اور خوشی خوشی بسر کرنے کو مِلی ہے۔ اِس کے برعکس وہ اِس نادر موقعہ کو دُنیا کے فضول کاموں میں ہی ضائع کر دیتی ہے۔ اُس نے اپنی زندگی محبوب کے ساتھ وِصال کا لُطف و سُرور لینے کی بجائے گُناہوں کی گٹھڑی باندھنے میں ہی ضائع کر دی۔ مُرشدِ کامل رحمت فرما کر بطور ثالث اُس کا محبُوب خُدا سے وصال کرانا چاہتا ہے مگر وہ جوانی کے نشہ میں بدمست اُس کے نصیحت آموز اقوال کی طرف توجہ ہی نہیں دیتی۔

آخرِ شب (بوقت آخر) جب اُسے اپنی نادانی کا اِحساس ہوتا ہے تو وہ مُرشد سے وِصالِ محبُوب کی اِلتجا کرتی ہے۔ مُرشد کرم فرما کر اُس کی عرض مان لیتا ہے وہ اُسے محبُوب سے مِلا دیتا ہے اور محبُوب کی رحمت و شفقت پا کر بالآخر وہ ابدی سُرور حاصل کر لیتی ہے۔

(۱) بھر جوبن میں مت بیٹھڑے گھر پا ہونی بلرام جیو
(۲) مَیلی اَوگن چِت بِن گُر گُن نہ سماونی بلرام جیو

۱۔ میں پُر زور شباب کے نشہ میں مست ہوں۔ خُودی تکبّر میں بے خُود ہوں۔ مُجھے یہ خبر نہیں کہ میرا اِس دُنیا میں عارضی قیام ہے اور مُجھے ایک دن سسرال یعنی اگلے جہان جانا ہے۔ میں خُدا پر قُربان ہوں۔

۲۔ میں خامیوں سے پُر ہوں۔ بغیر مُرشد کی رحمت کے کوئی وصف میرے سینے میں نہیں سما سکتا۔

(۱) گُن سار نہ جانی بھرم بُھلانی جوبن باد گوایا
وَرگھر دَر وَرسن نہیں جاتا، پِر کا سہج نہ بھایا
ستگورُ پُوچھ نہ مارگ چالی، سُوتی رَین وِہانی

(۲) نانک بالتن راڈیہا، بِن پِر دھن کُملانی
بابا میں وَر دیہہ میں ہَر وَر بھاوے تِس کی بلرام جیو

(۳) رُو رہیا جُگ چار تِربھوَن بانی جس کی بلرام جیو

(۴) تِربھوَن کنت رَوے سوہاگن، اَوگن وَنتی دُورے

(۵) جیسی آسا تیسی مَنسا، پُور رہیا بھرپُورے
ہرکی نار سو سرب سوہاگن، رانڈ نہ میلے ویسے
نانک میں وَر ساچا بھاوے، جُگ جُگ پریتم تَیسے

۱۔ میں نے خُوبیوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ادہام میں اُلجھ کر جوانی برباد کرلی۔

۲۔ جس طرح بچپن میں ہی بیوہ ہوجانے والی لڑکی جوانی میں مُرجھائی و اُداس رہتی ہے اُسی طرح اللہ تعالےٰ کے بغیر یہ رُوح پژمُردہ اور غمگین رہتی ہے۔

۳۔ جو خُدا چاروں یُگوں میں کلمہ یا شبد کی صُورت میں تینوں جہاں میں ظہُور پذیر ہورہا ہے۔

۴۔ وہ خُدا باوصف و باعقیدت لوگوں کے پاس رہتا ہے۔ مُجھ جیسے نِکمّے اور خامیوں سے پُر سے دُور رہتا ہے

۵۔ ایسے خُدارسیدہ لوگوں کی ہر تمنّا وہ ہر جگہ موجود خُدا پُوری کرتا ہے۔

(۱) بابا لگن گنائے انہی وبجھاں سا ہو رے بلرام جیو
ساہا حکم رجائے سو نہ ٹلے، جو پر بھو کرے بلرام جیو

(۲) کرت پیا کرتے کر پایا میٹ نہ سکے کوئی

(۳) جانجی ناؤں نرسے نہکیوں رو رہیا تہو لوئی

(۴) مائے نراسی روئی رو بچھنی، بالی بالے ہیتیے
نانک ساچ سبد سکھ محلیں، گور چرنی پر بھو چیتے

(۵) بابل ردتڑی دور نہ آوسے، گھر پیئے بلرام جیو

(۶) رہسی ویکھ ہدور پر رادی، گھر سوہیئے بلرام جیو

۱۔ اے مرشد میرے وصال کی نیک ساعت بھی بخشو تاکہ میں بھی اُس محبوبِ حقیقی سے وصال پا جاؤں۔

۲۔ کاتبِ تقدیر نے جو مقدر لکھ دیا ہے، اُسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔

۳۔ برات کے دولہے کا نام 'نہکیوں' ہے یعنی جو تمام بندشوں سے آزاد، پاک اور خود مختار ہے اور جو تینوں طبق میں سمایا ہوا اور موجود ہے۔

۴۔ دولہے کے ساتھ دلہن یعنی رب کے ساتھ روح کو دیکھ کر مایا (ماں) روتی ہے کیونکہ روح اُس کے گھر سے جا رہی ہے۔

۵۔ میرے باپ (مرشد) نے میرا رشتہ اِتنے دور مقام، مقامِ حق پر کیا ہے کہ مجھے واپس مائیکے (دنیا میں) نہیں آنا ہوگا یعنی حیات و موت کا چکر ختم ہو جائیگا۔

۶۔ روح محبوب خدا کو سامنے دیکھ کر شاداں ہوئی۔ محبوب نے اُسے اپنا لیا اور اب وہ محبوب کے ساتھ موج مناتی ہے۔

ساچے پِر لوڑی پریتم جوڑی، مَت پُوری پَر دھانے
سنجوگی میلا، تھان سوہیلا، گُنونتی گورُ گیانے
سَت سنتوکھ سَدا سچ پلّے، سچ بولے پِر بھائے
نانک وِچھڑ نہ دُکھ پائے، گورُمَت اَنک سمائے

سوہی چھنت محلہ ۱، صفحہ ۷۶۳-۷۶۴

۱۲ - ابیاتِ عشق

ذیل میں گورُو صاحب کے 'سوہی راگ کی وار' اور 'واراں سے مزید' ابیات (شلوک) میں سے عشق سے متعلق چند ابیات دیتے جا رہے ہیں۔ اِن میں عشق کی مختلف کیفیات کا اِظہار کیا گیا ہے۔ اِن میں فراق کی تڑپ، وِصال کی طلب، محبوب کی بے رُخی پر مایوسی، اور وِصال کی تکمیل پر سرخوشی کے پُرلطف جذبات ملتے ہیں۔ گورُو صاحب، 'واراں سے مزید' میں سے لیے گئے ابیات میں نہ صرف اِس حقیقت کا اِظہار کرتے ہیں کہ وہ محبوب خُدا فقط عشق و مُحبت سے ہی ملتا ہے بلکہ آپ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ وہ جب بھی مِلتا ہے باطن میں ہی مِلتا ہے، باہر مندروں، مسجدوں، گرجا گھروں یا گورُدواروں میں نہیں مِلتا۔

اِکو کنت سبائیا جِتی دَر کھڑ تِیاہ
نانک کنتے رتیاں پُچھہ باتڑ یاہ
سبھے کنتے رتیا مَے دوہاگن رکت
مَے تن اَوگن ایتڑے، خصم نہ پھیرے چِت
ہوں بلہاری تن کو، صِفت جنہاں دے وات
سبھ راتی سوہاگنی، اِک مَیں دوہاگن رات
جنہیں نہ پایو پریم رس، کنت نہ پایو ساؤ
سُنجے گھر کا پاہونا، جیوں آیا تیوں جاؤ

وار سوہی، محلہ ۱، صفحہ ۷۹۰

تن نہ تپائے تنور جیوں بالن ہڈ نہ بال
سر پَیری کیا پھیڑیا، اندر پِری سمہال
سبھنی گھٹیں سوہ وَسے، سہہ بن گھٹ نہ کوئے
نانک تے سوہاگنی، جنہاں گورمکھ پرگٹ ہوئے

جو تو پریم کھیلن کا چاؤ
سر دَھر تلی گلی میری آؤ
اِت مارگ پَیر دَھرِیجے
سر دِیجے، کان نہ کیجے

شلوک، واراں تے ودھیک، محلہ ا، صفحہ ۱۴۱۱-۱۴۱۲

۱۳- مستِ مئے عشق

گورُو نانک صاحب 'دکھنی اونکار' میں سے لیے گئے اِس بند میں اُس عاشق صادق کی دِلی حالت کو بیان کرتے ہیں جو اپنے محبوب کے عشق میں سرشار، دُنیا کی لعن و طعن سے بے نیاز و بے پرواہ ہو گیا ہے۔ آپ اُسے اُس دُلھن سے تشبیہہ دیتے ہیں جس نے اپنے خاوند سے وصال کے لیے پردہ اُتار پھینکا ہے اور اُسے اِس بات کا بھی کوئی خوف نہیں کہ اُس کی ساس (مایا) اُسکے خاوند اور اُسکے درمیان کوئی مصیبت کھڑی کر دے گی۔ گورُو صاحب فرماتے ہیں کہ اُس عاشق صادق کو دُنیا کی کوئی پرواہ نہیں۔ اُس نے لاعلمی (ساس) جو پردہ بن کر محبوب اور اُس کے درمیان حائل تھی، کو چاک کر ڈالا ہے۔ اب وہ کلمۂ اِلٰہی کی جوارِ رحمت میں ہے اور اُس کے تمام مصائب ختم ہو گئے ہیں۔ اُسے یہ عالمِ سرخوشی، مُرشدِ کامل کی رحمت سے ہی حاصل ہوا ہے:

(۱) لاج مرنتی مر گئی، گھونگھٹ کھول چلی

(۲) ساس دِیوانی باوری، سِر تے سنک ٹلی

---

۱. دُنیاوی شرم و حیا جو مجھے پریشان کر رہی تھی ختم ہو گئی ہے۔ میں نے گھونگھٹ کھول دیا ہے اور بے خوف ہو کر راہِ عشق پر چل پڑی ہوں۔

۲. ساس (مایا) بوکھلا گئی ہے۔ اب اُس کا مجھ پر کوئی زور نہیں چلتا۔ میرے تمام شکوک مِٹ گئے ہیں۔

(۱) پریم بُلائی رَلی سیوں، مَن میں سَبد اُنند

(۲) لال رَتی لالی بھئی، گورُمکھ بھئی نِچند

رام کلی، دکھنی اونکار، محلہ-۱، صفحہ ۹۳۱

۱۔ محبت نے مجھے بڑی محبت سے بُلایا ہے۔ میرا باطن کلمۂ الٰہی کے لُطف سے مسرُور ہے۔ یہاں گورُو صاحب نے 'ندائے شیریں' کو محبُوب کے 'بُلاوے' سے تشبیہ دی ہے۔

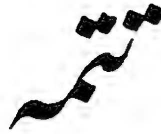
۲۔ لال (محبُوب) کی محبت میں محو ہو کر میں بھی لال ہو گئی ہوں۔ یعنی عشقِ محبُوب کے استغراق نے مجھے بھی اُسی کی صورت بنا دیا ہے۔ مُرشد نے مجھے بے فکر کر دیا ہے یعنی مُرشد کی رحمت سے مجھے سب طرح کے فکر و آلام سے مُبّرا یہ کیفیت حاصل ہوئی ہے۔

۱۴۔ بیساکھ

گورُو نانک صاحب 'بارہ ماہ' میں سے یہ بیساکھ کے اِس مہینے میں موسمِ بہار کو بیان کرتے ہوئے بیمارِ مُحبت دُلہن کے دِلی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ موسمِ بہار کی دِلکشی میں محبُوب سے فُرقت زدہ اُس کی ہمہ تن مُنتظر ہے۔ اِس تشبیہہ سے گورُو صاحب اِنسان پر اِنسانی زندگی اور اُس سے مِلے نادر موقعہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں کہ وہ کلمۂ الٰہی سے مُنسلک ہو کر اپنے باطن میں اللہ تعالٰے سے وِصال پا سکتا ہے:

وَیساکھ بھَلا ساکھا دیس کرے
دَھن دِیکھے ہَر دوار آوو دَیا کرے
گھر آوَ پیارے، دُتر تارے، تُدھ بِن اَڈھ نہ مولو
قیمت کون کرے تُدھ بھاوا، دیکھ دِکھاوے ڈھولو
دُور نہ جانا، انتر مانا، ہَر کا مَحل پَچھانا
نانک وَیساکھی پَربھ پاوے سُرت سَبد مَن مانا

تکھاری، 'بارہ ماہ'، محلہ۔۱، صفحہ ۱۱۰۸



طرزِ تحریر و ادبی اوصاف

"آدگرنتھ" میں گورُو نانک صاحب کی ۹۷۴ نظمیں شامل ہیں۔ گورُو صاحب کا مشہور کلام 'جپ جی'، 'سِدّھ گوشٹ'، 'آسا دی وار'، اور 'دکھنی اونکار' ہیں۔ آپ کے کلام کو گہرائی و گیرائی کے علاوہ زبان کی خُوبصورتی اور بیان کی قُدرت کے وصف نے، بطور بہترین نظم، اعلیٰ پایہ کے ادب کا مقام دیا گیا ہے۔ اُن کے کلام میں الفاظ کے اِنتخاب اور اُس سے پیدا موسیقیٔ لاجواب کے باعث، اُن کا شُمار دُنیا کے ہر زمانہ کے عظیم شاعروں میں کیا جا سکتا ہے۔ وہ خُود بھی اپنے اِس وصفِ شعر و سُخن اور فہم و فن سے ناآشنا نہ تھے۔ وہ خُود کو نغمۂ ربّی کا نغمہ سرا (ڈھاڈی) کہتے ہیں۔

"ڈھاڈی کرے پسَاؤ سَبد وَجایا"

ماجھ دی وار۔ صفحہ ۱۵۰

گورُو صاحب کے کلام کے اعلیٰ ادبی اوصاف کے باوجُود مندرجہ بالا اَمر کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کا اولین مقصد کلمۂ الٰہی کی تعلیم تھا۔ شعر و سُخن اِس مقصد کی تکمیل کے طریق و وسیلہ ہی تو تھے۔ اُنہوں نے "اپنا کلام اپنے فنِ شاعری کو ثابت کرنے کے لیے تخلیق نہیں کیا تھا۔ اُن کے نغمے ایک 'ملکوتی منظر' و ایک رُوحانی نُور کی مانند ہیں جو باطن سے نِکل کر جھاڑی سے جھانکتے گُلاب کے پھُول کی طرح اپنی طرف متوجّہ کر لیتے ہیں۔"" آپ کا اصل مقصد تو اپنے رُوحانی پیغام

کو پھیلانا تھا۔ شعروسُخن تو اِس مقصد کی تکمیل کا محض وسیلہ تھے۔

گورُو نانک صاحب کو ہندوستان کے سنتوں و فُقرائے کامل کی مُروجہ رُوحانی شاعری کی ایک عظیم روائیت ملی تھی۔ یہ روائیت نامدیو، کبیر اور روی داس کے کلام کے باعث ایک منفرد حیثیت رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں صُوفی شُعرا کا ایک سِلسلہ بھی تھا مثلاً بابا فرید گنجِ شکر۔ اُنھوں نے اپنے زمانہ کی پنجابی میں عشقِ الٰہی کے نغمے خُوب گائے تھے۔ گورُو نانک صاحب صُوفیانہ کلام کے اِس بےبہا خزانہ سے بخُوبی آگاہ تھے۔ آپ نے اُن کے کلام کی خاص خُوبیوں کو ہی نہیں بلکہ اُن کی طرز اور جذبات کی باریکیوں کو بھی اپنے کلام میں سمو لیا۔ آپ نے 'بھگتی دھارا' اور صُوفی طرز' کی قدم بقدم چل رہی منظُوم روایات کا اپنے کلام میں بڑا خُوبصُورت امتزاج کیا ہے۔

گورُو صاحب کے کلام کو عموماً تین دَور میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا دور قریباً ۱۴۶۹ء سے ۱۴۹۸ء تک کا ہے، جس میں اُنھوں نے پُرجوش اور اِنقلابی کلام کی تخلیق کی۔ اِس میں زیادہ تر مکّار و فریبی پنڈت و پُجاریوں کی رائج کردہ باہری رسُوم و شریعت اور اُس زمانہ کے لوگوں (سرکاری مُلازمین) کی گُناہ آلودہ فطرت کی مذمت و مُلامت کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک طالب علم کے طور پر پنڈت کی عِلمیّت کے سامنے سوالیہ نشان کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اُس کی علمیت رُوح کو نُور و نجات دہندہ ہونے کی بجائے اُسکے گلے کا طوق ثابت ہو رہی تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ دُنیاوی لگاؤ کو جلاؤ اور اُس کی راکھ کو گھِس کر سیاہی بناؤ، فہم و فراست کو کاغذ بناؤ اور عشقِ الٰہی کو قلم اور قلب کو کاتب بنا کر مُرشدِ عالی کی تعلیم کے مُطابق اُس لا انتہا خُدا اور اُس کے کلمۂ الٰہی کی عظمت کا مضمون تحریر کرو:

جال موہ گھس مَس کر، مَت کاگد کر سار
بھاؤ قلم کر، چِت لکھاری، گُور پُچھ لکھ بیچار

لِکھ نام صالاح لِکھ، لِکھ اَنت نہ پارا وار

سری راگ، محلہ ۔ ۱، صفحہ ۱۶

اسی طرح آپ اپنے گاؤں کے حکیم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ درد کی دوا بتانے آیا حکیم میری کلائی تھامے ہوئے ہے مگر دردِ ہجر تو میرے دل میں ہے، نبض دیکھنے سے کیا حاصل؟

وَید بُلایا وَیدگی، پکڑ ڈھنڈولے بانہہ
بھولا وَید نہ جانئی، کرک کلیجے مانہہ

وار ملار، محلہ ۱، صفحہ ۱۲۷۹

گورُو صاحب کا اِبتدائیہ کلام تشبیہات، اِستعارات و تلمیحات سے پُر ہے۔ آپ نے اِس دَور میں زیادہ تر شلوک و دوہے تخلیق کئے ہیں، جن میں طنز کا رنگ نُمایاں ہے۔

اگلا دَور زیادہ تر گورُو صاحب کے سفر و سیاحت (اُداسیاں) کے بیس سال کے عرصہ سے متعلق ہے۔ آپ کا زیادہ تر مذاکراتی و مناظراتی کلام اِسی دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اِس دوران آپ عموماً اپنے ہم عصر مذہبی عالموں، مولویوں اور پنڈتوں سے گفتگو، مذاکرات و مناظرات میں مشغول رہے۔ اِس دَور میں بھی دِکھو کھلی بے جان شریعت، بے مقصد زیارت، بے معنی ترک، جسم کو اذیت دینے والے ہیٹھ یوگ، جھوٹی شان و شوکت، غلط جزا و سزا اور بال کی کھال اُتارنے والے یا محض علمی بحث مباحثہ کرنے والے عالموں[2]" کی مُذمت و مُخالفت جیسے اُمور آپ کے مضامین میں شامل تھے۔ تاہم اِس کے ساتھ ہی آپ کے کلام میں رُوح، ربّ، تخلیقِ کائنات اور کلمۂ اِلٰہی جیسے رُوحانی اُمور اور عبادت و بندگی کے جذبات و اِحساسات سے پُر مضامین کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ اِس طرح اِس دَور کی تخلیقات میں نفسِ مضمون اور طرزِ بیان میں تبدیلی کی علامات و نشانات صاف نظر آتے ہیں۔

مندرجہ ذیل نظم (۱۵) اس دور کی تخلیق کی نمائندگی کرتی ہے:

موتی تاں مندر اُوسرے رَتنی تاں ہوئے جڑاؤ
کستوُر، کُنگوُ، اگر، چندن لیپ آوے چاؤ
مَت دیکھ بھُولا وِیسرے، تیرا چِت نہ آوے ناؤ
ہَر بن جیو جَل بَل جاؤ
میں آپنا گورُ پوُچھ دیکھیا اور ناہیں بھاد
دَھرتی تاں ہیرے لال جڑتی پلنگ لال جڑاؤ
موہنی مُکھ مَنی سوہے کرے رنگ پسَاؤ
مَت دیکھ بھُولا وِیسرے تیرا چِت نہ آوے ناؤ
سِدّھ ہووا سِدّھ لائ رِدّھ آکھا آؤ
گُپت پرگٹ ہوئے بَیٹھا لوک راکھے بھاؤ
مَت دیکھ بھُولا وِیسرے تیرا چِت نہ آوے ناؤ
سُلطان ہووا میل لَسکر تخت راکھاں پاؤ
حُکم حاصل کرمی بیٹھا نانکا سب داؤ
مَت دیکھ بھُولا وِیسرے، تیرا چِت نہ آوے ناؤ

سری راگ محلہ ۱، صفحہ ۱۴

اِس نظم کو بہ نظرِ غور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گورُو صاحب نے "ہر بن جیو جَل بَل جاؤ" اور "مَت دیکھ بھُولا وِیسرے تیرا چِت نہ آوے ناؤ" کے خیالات کو چہار پہلوؤں سے ظاہر کرنے کے لیے چار پُرزور تمثیلات و عِلامات کا اِستعمال کیا ہے۔ اِس نظم کا مرکزی نُکتہ یہ ہے کہ حیاتِ اِنسانی کا اصل مقصد وِصالِ حق ہے یہ گورُو صاحب کے اپنے خیالات و فلسفہ کا بڑے فصیح طور سے اِظہار کرتی ہیں۔ آپ انسان کو مُخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر خُوش قِسمتی سے اُسے محل، عورت، مرتبہ اور قوّتِ کمال (سِدّھی) حاصل ہو بھی جائیں تو بھی اُسے خُدا اور نامِ خُدا سے

غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ اِس طرح یہ منظوم منظرنامہ اُس جذبۂ خیال کی تخلیق کرتا ہے، جو ترکِ دُنیا یا غرقِ دُنیا نہیں، بلکہ مَردِ دُنیا بن کر خُدا اور نامِ خُدا کو پانے کا ذریعہ و طریق بتاتا ہے۔

گورُو صاحب کے کلام کا تیسرا دور آپ کی زندگی کے آخری اٹھارہ سال (۱۵۲۱ء سے ۱۵۳۹ء) سے متعلق ہے۔ اِس دور میں آپ کا کلام اپنے نُقطۂ عرُوج پر پہنچ گیا ہے۔ گورُو صاحب کا تمام مشہور و قابلِ ذکر کلام مثلاً 'جپ جی' 'واراں' 'پٹّی' 'تِتھاں' 'سِدّھ گوشٹ' اور شائد 'سوہلے' اور 'چھند' بھی اِسی دوران تخلیق کیے گئے ہیں۔ گورُو صاحب نے اپنے لمبے دوروں کے بعد اپنی زندگی کے آخری دور میں کرتار پور کو اپنا جائے قیام بنایا۔ یہاں آپ کے گہرے تجربہ کا کمال آپ کے کلام کی سلاست فصاحت اور دِلکش خوبصُورتی سے ہم آہنگ و یک رنگ ہو کر ایک لاثانی ادب کی صُورت میں تیزی سے قلمبند ہوتا چلا گیا۔ اِس دَور میں تخلیق کیے گئے زیادہ تر کلام کا نُمایاں جذبہ و مرکزی خیال فلسفیانہ و صُوفیانہ ہے۔ گو اِس دور کے کُچھ کلام میں تردید و تنقید کی جھلک بھی ملتی ہے۔

اِن تخلیقات کے مضامین کا بُنیادی تصوّر اور مرکزی خیال کلمۂ الٰہی کا شغل، عشقِ خُدا اور اُس سے وصال کی تڑپ، مُرشد کی ضرُورت و رحمت، صُحبتِ مردانِ حق، خُدا کی رضا یا حُکم، رحمتِ خُدا و خوفِ خُدا، ندائے سُلطانی، قانُونِ اعمال، غم و آلام، بدی اور مسئلہ تناسخ، خُودی کی حد بندی، نیک اخلاق کی ضرورت، معاشرے کی بُلند اخلاقی، قُدرت کی خوبصورتی اور جامۂ انسان کی فضیلت و فوقیت کے اردگرد گھُومتا ہے۔ اِس کلام کے مضامین کے جذبات کا دائرہ اِتنا وسیع ہے اور وہ بُلندیٔ فَن ہے کہ یہ اُسے "دُنیا کی عظیم ترین مذہبی شاعری کے ہم پایہ و ہم پلّہ بناتا ہے۔" (۱۷)

'جپ جی' کو عام طور پر گورُو صاحب کی تعلیم کا جوہر اور فَن کا عرُوج مانا جاتا ہے۔ اِس میں ۳۸ بند (پوڑیاں) اور آخر میں ایک بیت (شلوک) ہے۔ اِس میں گورُو صاحب کے کلام کے آخری دَور میں پائے جانے والے زیادہ نُمایاں مرکزی خیال کو کمالِ خُوبی سے نبھایا گیا ہے۔ اِس میں خُدا کی ہستی، اِنسانی فِطرت اور تمام کائنات میں اُس کی فوقیت،

مُرشد کی فضیلت و ضرورت، اور مالک سے کلمہ کی صُورت میں ظاہر ہونے والی بُنیادی و اصل حقیقت کی فطرت و خصُوصیت وغیرہ کے مُتعلق بڑی سنجیدگی سے بحث کی گئی ہے۔ جپ جی، کے مُول منتر [18] میں جس خُوبی سے خُدا کے لاتعداد اوصاف کو بالترتیب بیان کیا گیا ہے، اُسے سب جانتے ہیں:

" ایک اونکار ست نام کرتا پُرکھ نربھَو نروَیر
اکال مُورت اَجُونی سے بھنگ گورُ پرساد

مُول منتر، محلہ ۱، صفحہ ۱

اِس طرح 'جپ جی' کے آخر میں شامل کیا گیا ' شلوک' [19] ایک قسم سے تتمہ و ضمیمہ ہے جس میں نامِ خُدا کی نِرالی صلاحیت اور نامِ خُدا، کلمہ کا رُوحانی شغل کرنے والوں کی عظمت و بلند درجہ کا بیان ہے:

جنھی نام دھیا ئیا گئے مُسقّت گھال
نانک تے مُکھ اُجلے کیتی چُھٹی نال

جپ جی، محلہ ۱، صفحہ ۸

گورُو نانک صاحب کے کلام کو موسیقی کے قدیم راگوں کے مُطابق ترتیب دی گئی ہے سرسری نظر سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راگوں کی یہ تقسیم بے قاعدگی سے کی گئی ہے۔ لیکن بہ نظرِ غور دیکھنے پر بخُوبی واضح ہوجاتا ہے کہ جِس (شبد) نظم کو جِس راگ میں رکھا گیا ہے وہ اُس راگ کے رُجحان اور بناوٹ کے عین مُطابق ہے۔ راگ دوہرائے بھی گئے ہیں۔ مگر اِس تکرار سے یکسر بچا بھی نہیں جا سکتا کیونکہ کچھ راگوں کا بُنیادی و تعمیری دائرہ ایک راگ میں درج کلام کے خیالات' جذبات اور بیان' دُوسرے سے غلط ملط ہوتا ہے 'آدگرنتھ' میں جِن اکتیس (۳۱) راگوں کا اِستعمال کیا گیا ہے گورُو صاحب کے کلام کو اُن میں سے صرف بیس (۲۰) میں ترتیب دیا گیا ہے۔

ہر راگ کو جذبات و خیالات کی فطرت و خصلت کے اِظہار کے عین مُطابق بنایا گیا ہے ہر راگ کے گانے کا خاص وقت مُقرر ہے۔ مثلاً راگ 'آسا' موسم سرما میں صُبح و شام

کے وقت گایا جاتا ہے۔ اِسی طرح گاوڑی راگ 'سنجیدہ جذبات سے'، سورٹھ 'اندھیرے سے'، دھناسری 'ہجر سے'، وَڈ ہنس 'وِصال کی تڑپ سے'، اور بسنت 'بسنت کی خوشی سے' تعلق رکھتا ہے۔

گورُو صاحب کے کلام کی ایک اور خاصیت، تمثیلات، تلمیحات، تشبیہات اور اِستعارات کا بھرپُور اِستعمال ہے۔ آپ نے سب سے زیادہ اِستعمال عورت و مَرد، خاوند و بیوی، دُولہا دُلہن کے اِستعارے کا کیا ہے۔ رُوح کو عورت اور خُدا کو خاوند کہا ہے۔ ماسوا' سِدّھ گوشٹ' اور 'واراں' کے یہ تشبیہہ و اِستعارہ آپ کے سارے کلام میں موجُود ہے عورت (رُوح) اپنے خاوند (خُدا) سے وِصال کے لِئے تڑپتی ہے۔ محبُوب سے مِل کر ہی اُس کے دِل میں لگی آتشِ ہجر سَرد ہو سکتی ہے۔ راگ وڈ ہنس کی مندرجہ ذیل نظم اِس جذبہ و خیال کے پُرزور بیان کی بڑی خوبصُورت مثال ہے:-

موری رُن جُھن لایا' بھینے ساون آیا
تیرے مُندھ کٹارے جے وَڈا' تن لوبھی لوبھ لُبھایا
تیرے دَرسن وِٹہہ کھنیئے' وَنجا تیرے نام وِٹہہ قُربانو
جا تُو تا مے مان کیا ہے' تُدھ بِن کیہا میرا مانو
چُوڑا بھن پلنگھ سیو مُندھ ہے' سَن باہی' سَن باہا
اِ یتے ویس کریدیئے مُندھ ہے' سَوہ راتو اَوراہا
نہ مَنیار نہ چُوڑیا نہ سے وَنگڑیاہا
جو سَوہ کنٹھ نہ لگیا' جلن سے باہڑیاہا
سبھ سَہیا سَوہ رَاوَن گیئیا' ہو وادھی کے دَر جاوا
اعمالی ہوں کھری سُچجی' تے سہہ ایک نہ بھاوا
ماٹھ گُندائی پٹیا' بھرتیے ماگ سَندھورے
اَگے گئی نہ مَنیا' مَرؤ وِسُور وِسُورے
میں رووَندی سبھ جگ رُنا' رُنڑے وَنو پنکھیرُو

اِک نہ رُنّا میرے تن کا بِرہا، جِن ہوں پِرو دِ چھوڑی
سُپنے آیا بھی گیا، میں جَل بھَریا روئے
آسے نہ سکا تُجھ کن پیارے، بھیج نہ سکا کوئے
آوَ سُبھاگی نیدڑ سیئے، مَت سَوہ دیکھا سوئے
تے صاحِب کی بات، جے آکھے، کہو نانک کیا دِیجے
سِیس وَڈھے کر بیٹّھن دِیجے، وِن سِر سیو کریجے
کیو نہ مَریجے جیئڑا نہ دِیجے، جا سَوہ بھیا وِڈانا

وَڈ ہنس، محلا ۱، صفحہ ۵۵۷

خالص ادبی نُکتہٴ نگاہ سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گورُو صاحب نے نظم کی رَزمیہ صُورت کو سکُون دِہ رُوحانی نظم کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ آپ نے بیانیہ طرزِ شاعری کو خیال انگیز اندازِ شاعری کی صُورت دی۔ اور ساتھ ہی باہری کیتف کشمکش کو باطنی لطیف جَدوجہد میں بدل دیا۔ باہری میدانِ جنگ کی بجائے اِنسان کے باطن کو میدانِ جنگ بنا دیا۔ کسی بہادُر یا بادشاہ کی عظمت کی بجائے کِردگار، کلمہ ٴحکم، نام اور مردانِ حق کی فضیلت کے نغمے گائے۔ بَد اعمال اور خُود پرستی کا خاتمہ و فنا اور نیک اعمال اور خُدا پرستی کی فتح و بقا کا اِظہار کیا۔ آپ نے اِسی طرح گوشٹ، پٹّی، بارہ ماہ، پہرے، وغیرہ تمام اصنافِ شاعری کو اپنی خاص ضرورت کے مُطابق شکل دی۔ یہی بات قدیم روایات سے لی گئی کہانیوں، اِمثال اور سنسکرت، عربی اور فارسی میں سے لیے گئے تعریفی الفاظ (DEFINITIONS) پر لاگو ہوتی ہے۔ گورُو صاحب نے کسی بھی روایت کے الفاظ، اشعار، اِمثال، علامات واِستعارات کا ہلکا جھلک اِستعمال کیا ہے اور تب یہ سب گورُو صاحب کی شخصیت و فلسفہ کے سانچے میں ڈھل کر اُن کی دِلی آرزوؤں کے کام کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

گورُو صاحب کا کلام گہرے رُوحانی تجربات کے اِظہار کے لیے اصُول، دلیل وخیال کو یکجا کر کے خوبصُورت اِمتزاج پیدا کرتا ہے۔ یہ خیالات کی روانی، علامات و اِستعارات، طنز و بیان کے بہت سے کرِشمات کو یکجا کرتا ہے۔ یہ ایسے نِرالے طور سے موسیقی،

مُصوّری، اور نقّاشی کی فضیلت کو منظُوم خُوبصُورتی میں تبدیل کرتا ہے کہ اِس کی عظمت وحشمت قاری کے دِل میں تازگی و سُرور پیدا کرتی ہے۔ یہ تمام کسی کامِل اِنسان کی تخلیقی صلاحیت اور کمالِ فن کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔

اگرچہ گورُو صاحب کا کلام بُنیادی طور پر مذہبی یا رُوحانی جذبات و خیالات سے لبریز ہے اور اِس کو رُوحانی شاعری کا درجہ دیا جاتا ہے، تاہم اِس میں دُنیاوی شاعری کے تمام اعلیٰ اوصاف بدرجۂ احسن موجُود ہیں۔ اگرچہ گورُو صاحب کی شاعری رُوحانیت کی بُلندیوں کو چھُوتی ہے لیکن اُس کے مادّی کھنبے زمین سے وابستہ و پیوستہ ہیں۔ گورُو صاحب کا کلام رُوحانیت کو مادّیت میں بیان کرتا ہے۔ یہ عرش کی بات فرش کی زُبان و محاورے میں بیان کرتا ہے۔ گورُو صاحب کسی تارک الدُنیا کی طرح زندگی کی مُذمّت نہیں کرتے۔ عشقِ خُدا اور اُنسِ اِنسان (اِنسانی مُحبت) اُن کے کلام کے شجر کی دو ایسی مضبُوط شاخیں ہیں کہ ایک کے بغیر دُوسری کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

کلامِ گورُو نانک اگر ایک طرف رُوحانی علم کی اُس بیش بہا دولت کو، جو قدیمی زبانوں میں ہونے کے باعث عوام سے دُور ہو چکی تھی، عام اِنسانی سطح پر لاتا ہے تو دُوسری طرف اصُولات کو خشک ہونے سے بچانے کے لیے سادگی کی دِلکش چاشنی دیتا ہے۔ یہ ایک طرف لطیف تجربات کو کثیف بنانے کے لیے رازہائے مخفی کو اِفشا کرتا ہے تو دُوسری طرف ظاہرہ مطالب کی تہہ میں گہرے رُوحانی رمُوز کو چھُپا دیتا ہے۔ ہم کلام کو جتنا زیادہ گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اُتنا ہی زیادہ رُوحانیت کے ہیرے و جواہرات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ یہ کلام عقیدتمند دِل کی رُوحانی تلاش کی تکمیل اور فن کے شیدائی کی خوبصُورتی کی پیاس، کو تسکین دیتا ہے۔ یہ کلام اپنے تخلیق کار کی رُوح کی نارسا تک رسائی کو بھی بیان کرتا ہے اور قاری کے لیے ذوق و شوق سے پُر راہ نمائی بھی کرتا ہے۔ اِس کلام کی اصل حقیقت جتنی سکُون دِہ، خُوشنما اور دِلکش ہے، اُتنی ہی محُرک، مثالی، نجات دینے والی اور اُمیدوں سے پُر بھی ہے۔

Heading Notes اور Bibliography Heading

کتاب کے آخر میں انگریزی میں دیئے گئے ہیں۔ لہذا اسی طرح انگریزی کی کتاب

میں سے لیے جا سکتے ہیں۔ ہندی اور پنجابی ایڈیشن میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔

ہماری اُردو اِشاعات

1۔آتم گیان	مہاراج جگت سِنگھ جی
2۔آتما کا سفر	رادھا سوامی ست سنگ بیاس
3۔بولے شیخ فرید	ٹی۔آر۔شنگاری
4۔بینتی	رادھا سوامی ست سنگ بیاس
5۔پرم پارس گورو رویداس	کے۔این۔اُپادھیائے
6۔پرمارتھی پتر حصہ اوّل	بابا جیمل سِنگھ جی مہاراج
7۔پرمارتھی پتر حصہ دوم	مہاراج ساون سِنگھ جی
8۔پرمارتھی ساکھیاں	مہاراج ساون سِنگھ جی
9۔پیامِ مُرشدِ کامل	دریائی لال کپور
10۔حق حلال کی کمائی	ٹی۔آر۔شنگاری
11۔حضرت سُلطان باہُو	ڈاکٹر پُوری، ڈاکٹر خاکؔ
12۔رُوحانی پھُول	مہاراج جگت سِنگھ
13۔زِندہ مرنا پار اُترنا	مہاراج چرن سِنگھ جی
14۔سائیں بُلّھے شاہ	ڈاکٹر پُوری، ڈاکٹر شنگاری
15۔سنت مارگ	مہاراج چرن سِنگھ جی
16۔سنت دادُو دیال	کے۔این۔اُپادھیائے
17۔سنت کبیر	شانتی سیٹھی
18۔سنت سندیش	شانتی سیٹھی
19۔سار بچن نثر	سوامی جی مہاراج
20۔سرمد شہید	ٹی۔آر۔شنگاری

دیگر

For Internet orders, please visit: www.rssb.org

For book orders within India, please write to:
Radha Soami Satsang Beas
BAV Distribution Centre, 5 Guru Ravi Dass Marg
Pusa Road, New Delhi 110 005